

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

ادب
تخریب آزادی

پروفیسر احمد سعید

اشتیاق حسین قرشی

JADD-O-JEHAD-E-AZADI
AUR MAULANA ASH-
RAF ALI THANVI by
PROF. AHMED SAYEED.
170 Pages. Rs. 5.50.

THIS book on an uncommon subject should be welcomed as an authentic account of the role of the ulama in politics. Ashraf Ali Thanwi was not an ordinary 'alim and holds an illustrious place among Islamic scholars, but his contribution to Muslim politics is very little known. The author draws upon authentic documents for his narrative so that we have a sufficiently accurate account of Maulana Thanwi's politics. Unfortunately, however, the author has not dealt with his subject in a critical manner but as a devotee.

Ashraf Ali Thanvi held strong views on the Hindu Muslim question. His thought very highly of Sir Syed's objectives but depreciated his via media. And he frowned on Gandhiji and the Hindu desire to exterminate Muslims, which he described as their natural sport ('dili ma zaq'); and, according to the author, he not only advocated the Sub-Continent's partition as early as 1928, but also, on the advice of several 'mujaazib' or fortune tellers, in 1938. The book, however, is a two-nation theory will find in Ashraf Ali Thanvi a great champion of their vision.

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰
 ۲۰۱
 ۲۰۲
 ۲۰۳
 ۲۰۴
 ۲۰۵
 ۲۰۶
 ۲۰۷
 ۲۰۸
 ۲۰۹
 ۲۱۰
 ۲۱۱
 ۲۱۲
 ۲۱۳
 ۲۱۴
 ۲۱۵
 ۲۱۶
 ۲۱۷
 ۲۱۸
 ۲۱۹
 ۲۲۰
 ۲۲۱
 ۲۲۲
 ۲۲۳
 ۲۲۴
 ۲۲۵
 ۲۲۶
 ۲۲۷
 ۲۲۸
 ۲۲۹
 ۲۳۰
 ۲۳۱
 ۲۳۲
 ۲۳۳
 ۲۳۴
 ۲۳۵
 ۲۳۶
 ۲۳۷
 ۲۳۸
 ۲۳۹
 ۲۴۰
 ۲۴۱
 ۲۴۲
 ۲۴۳
 ۲۴۴
 ۲۴۵
 ۲۴۶
 ۲۴۷
 ۲۴۸
 ۲۴۹
 ۲۵۰
 ۲۵۱
 ۲۵۲
 ۲۵۳
 ۲۵۴
 ۲۵۵
 ۲۵۶
 ۲۵۷
 ۲۵۸
 ۲۵۹
 ۲۶۰
 ۲۶۱
 ۲۶۲
 ۲۶۳
 ۲۶۴
 ۲۶۵
 ۲۶۶
 ۲۶۷
 ۲۶۸
 ۲۶۹
 ۲۷۰
 ۲۷۱
 ۲۷۲
 ۲۷۳
 ۲۷۴
 ۲۷۵
 ۲۷۶
 ۲۷۷
 ۲۷۸
 ۲۷۹
 ۲۸۰
 ۲۸۱
 ۲۸۲
 ۲۸۳
 ۲۸۴
 ۲۸۵
 ۲۸۶
 ۲۸۷
 ۲۸۸
 ۲۸۹
 ۲۹۰
 ۲۹۱
 ۲۹۲
 ۲۹۳
 ۲۹۴
 ۲۹۵
 ۲۹۶
 ۲۹۷
 ۲۹۸
 ۲۹۹
 ۳۰۰
 ۳۰۱
 ۳۰۲
 ۳۰۳
 ۳۰۴
 ۳۰۵
 ۳۰۶
 ۳۰۷
 ۳۰۸
 ۳۰۹
 ۳۱۰
 ۳۱۱
 ۳۱۲
 ۳۱۳
 ۳۱۴
 ۳۱۵
 ۳۱۶
 ۳۱۷
 ۳۱۸
 ۳۱۹
 ۳۲۰
 ۳۲۱
 ۳۲۲
 ۳۲۳
 ۳۲۴
 ۳۲۵
 ۳۲۶
 ۳۲۷
 ۳۲۸
 ۳۲۹
 ۳۳۰
 ۳۳۱
 ۳۳۲
 ۳۳۳
 ۳۳۴
 ۳۳۵
 ۳۳۶
 ۳۳۷
 ۳۳۸
 ۳۳۹
 ۳۴۰
 ۳۴۱
 ۳۴۲
 ۳۴۳
 ۳۴۴
 ۳۴۵
 ۳۴۶
 ۳۴۷
 ۳۴۸
 ۳۴۹
 ۳۵۰
 ۳۵۱
 ۳۵۲
 ۳۵۳
 ۳۵۴
 ۳۵۵
 ۳۵۶
 ۳۵۷
 ۳۵۸
 ۳۵۹
 ۳۶۰
 ۳۶۱
 ۳۶۲
 ۳۶۳
 ۳۶۴
 ۳۶۵
 ۳۶۶
 ۳۶۷
 ۳۶۸
 ۳۶۹
 ۳۷۰
 ۳۷۱
 ۳۷۲
 ۳۷۳
 ۳۷۴
 ۳۷۵
 ۳۷۶
 ۳۷۷
 ۳۷۸
 ۳۷۹
 ۳۸۰
 ۳۸۱
 ۳۸۲
 ۳۸۳
 ۳۸۴
 ۳۸۵
 ۳۸۶
 ۳۸۷
 ۳۸۸
 ۳۸۹
 ۳۹۰
 ۳۹۱
 ۳۹۲
 ۳۹۳
 ۳۹۴
 ۳۹۵
 ۳۹۶
 ۳۹۷
 ۳۹۸
 ۳۹۹
 ۴۰۰
 ۴۰۱
 ۴۰۲
 ۴۰۳
 ۴۰۴
 ۴۰۵
 ۴۰۶
 ۴۰۷
 ۴۰۸
 ۴۰۹
 ۴۱۰
 ۴۱۱
 ۴۱۲
 ۴۱۳
 ۴۱۴
 ۴۱۵
 ۴۱۶
 ۴۱۷
 ۴۱۸
 ۴۱۹
 ۴۲۰
 ۴۲۱
 ۴۲۲
 ۴۲۳
 ۴۲۴
 ۴۲۵
 ۴۲۶
 ۴۲۷
 ۴۲۸
 ۴۲۹
 ۴۳۰
 ۴۳۱
 ۴۳۲
 ۴۳۳
 ۴۳۴
 ۴۳۵
 ۴۳۶
 ۴۳۷
 ۴۳۸
 ۴۳۹
 ۴۴۰
 ۴۴۱
 ۴۴۲
 ۴۴۳
 ۴۴۴
 ۴۴۵
 ۴۴۶
 ۴۴۷
 ۴۴۸
 ۴۴۹
 ۴۵۰
 ۴۵۱
 ۴۵۲
 ۴۵۳
 ۴۵۴
 ۴۵۵
 ۴۵۶
 ۴۵۷
 ۴۵۸
 ۴۵۹
 ۴۶۰
 ۴۶۱
 ۴۶۲
 ۴۶۳
 ۴۶۴
 ۴۶۵
 ۴۶۶
 ۴۶۷
 ۴۶۸
 ۴۶۹
 ۴۷۰
 ۴۷۱

[illegible][illegible]

☆ مولانا اشرف علی تھانوی اور

تحریک آزادی

از: پروفیسر احمد سعید

پیشکش: طوبی لائبریری راولپنڈی

معاون خصوصی: طاہر صدیقی

special thanks to

KHALID TANVEER



۹۔ اقبال اور ستارہ علم اقبال کی سب سے بڑی لاپرواہی	۱۰۔ سہ ماہی قائد اعظم چندر شے پور قومی کشن جیتن تاریخ اشاعت اسلام آباد ۱۹۰۰ء	۱۱۔ قائد اعظم مسلم پریس کی تھریس قائد اعظم کی لکھی گئی	۱۲۔ تاریخ پاکستان انگریزوں کی لاپرواہی	۱۳۔ تحریک پاکستان کا سماجی اور معاشی اثر	۱۴۔ The Eastern Times on Qaid-i-Azam	۱۵۔ انگریز اسٹیٹ اور سرکاری دیا	۱۶۔ Modern India 1857-1947 A Biographical Dictionary [in progress]
۱۷۔ تحریک پاکستان اور علمائے دیوبند	۱۸۔ باب دوم	۱۹۔ تحریک خلافت اور مولانا قاضی	۲۰۔ ہندوؤں کے متفقہ مولانا قاضی کے جماعت	۲۱۔ مولانا قاضی اور سرکار	۲۲۔ مولانا قاضی اور سرکار	۲۳۔ قاضی کا	۲۴۔ ترک نوا
۲۵۔ تحریک ہجرت	۲۶۔ مولانا قاضی	۲۷۔ تحریک کے سلسلہ میں	۲۸۔ مولانا قاضی پر اثرات	۲۹۔ تحریک خلافت کے لئے	۳۰۔ مولانا قاضی	۳۱۔ مولانا قاضی	۳۲۔ مولانا قاضی

۸۴	۴- باب سوئم
۹۰	مولانا آقاوی اور کاکس
۹۱	کاکس کی عمارت کے بارے میں مولانا آقاوی کی رائے
	کاکس کا دوسرا دور استیلا و زمانہ کی نظریں
	۵- باب چہارم
۱۰۳	مولانا آقاوی اور آل انڈیا مسلم لیگ
۱۲۰	سہارن پور میں
۱۲۱	مولانا شفقت علی کا خط
۱۲۴	جیٹھی کی لکھن
۱۳۰	تبیغی و ذہری کے آل انڈیا مسلم لیگ
۱۳۳	پٹنہ میں مولانا آقاوی کا تاریخی بیان
۱۳۵	قائم محمد مولانا آقاوی کی نظریں
۱۳۸	علیہ علیہ ملکیت کا تصور اور آرزو
۱۵۱	آریہ
۱۵۲	مسلم لیگ کی حمایت پر مولانا آقاوی کو قتل کی دھمکی
۱۵۵	قیام پاکستان کی تشریح گوئی
۱۵۷	آل انڈیا مسلم لیگ اجلاس دہلی میں شرکت کی دعوت
۱۵۸	آل انڈیا مسلم لیگ کو قتل کی تعزیتی قرارداد
۱۶۰	کتابیات

حرفِ اوّل

اللہ تعالیٰ کا بے حد کرم و احسان ہے کہ اس نے میری کتاب مولانا آقاوی علی
 آقاوی اور تحریک آزادی و تہذیبیت اور اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کرنے کی توفیق بخشی۔
 پہلے ایڈیشن میں مختلف درجہ کی تاہر زعفرات کتاب کے متن کو حوالہ جات میں بھی پیش
 اعلیٰ درجہ کی تشریح و تفسیر و مقامات پر کو تعلیم ہی دی گئی تھی۔ اسی دوران مجھے بہت سا
 نیا مواد بھی میسر کیا جس کے سبب کتاب پہلے کی نسبت دو گنا پیچیدہ ہو گئی ہے۔ اس
 مرتبہ تمام حوالہ جات کو دوبارہ چیک کیا گیا ہے۔ حوالہ جات کے متن میں ایک بات کی
 وضاحت ضروری معلوم ہوئی ہے جس پر مجھے کسی کتاب کو پہلی مرتبہ کرنا پڑا ہے وہاں
 اس کے مکمل کثافت پیش کیے گئے ہیں لیکن بعد میں یہ بت اس کتاب کا ہم ہی متوجہ ہے۔
 پنجاب چنگل لائبریری کے منظر عام کے کتاب کا شمار کیا کرتے اور کتابیں اہم
 کرنے کا کام حسب مابین تہذیب و توحش سے انجام دیا جس کے لیے میں ان کا
 لیے مدعو ہوں ہوں۔ مولانا کیل احمد شرابی صاحب ہفت روزہ رشتہ دوست ہیں میرا ذرا سلیقہ
 پاکستان کا انصاف و انصاف ہوں انہوں نے مجھے صیانت و سلیقہ کی طرف سے کتاب کی
 شہادت کا اہتمام کیا۔

لکھنؤ
 ۱۶ ستمبر ۱۹۸۱ء

[illegible]

جاری کردہ۔ مجلس صیانتہ المسلمین پاکستان۔ لاہور

حاصل کرده از نیشنل آرکائیوز آف پاکستان ، اسلام آباد

چند کتابوں کا سرسری جائزہ

[illegible]

تھا کہ وہی کی رہنمائی میں علماء کا ایک دوسرا اثر اور مضبوط کردہ ترکیب پاکستان کی خاطر اپنی قریبی
تقریری اور مکتوبات میں کوہ پور کے مولانا داغجا۔ جیال اس امر کا ذکر ہے جسے مذکورہ ترکیب
پاک و ہند میں بر ملا اثرات ملتا ہے اور ان کی مختلف ترجمانوں سے نکل کر لاکھوں کی گنت میں ہوا
تھا اور بہت فاسق ۱۵۱ مکان ان سے کوئی مرید اپنے مرشد کی دیانت اور چھانٹ کے جس
کوئی اور نظریات رکھے یا ان پر عمل کرے اور یہ سب سوائے اثرات ہی تھا کہ ان سے اپنے
اس جہان نگاہ پر نہیں کیا تھا اور بارہ مسلسل ان کے مریدین دستہ بندی و وابستگان کی دولت
سے انتقامی مصلحت پرست آئے تھے کہ وہ کوہ قدم پڑھائیں؟ پھر مولانا کی طرف سے
مسلم لیگ کی حمایت میں ان کی رائے کی اشاعت کے بعد پڑا دل نہیں بکریا کیوں۔
ایسے ممالک جو غیر جانبداری اور تعصب کی حالت میں تھے اپنی وقت کے ساتھ مسلم لیگ
کا ساتھ دینے لگے اور علامہ رشید احمد عثمانی، رحمہ اللہ سے سیاست سے کمر کوڑھ کر گئی تھی
ذمہ داری گزار رہے تھے، مولانا کو احمد عثمانی مفتی شفیق صاحب اور مولانا امجد علی وغیرہ ہم ممال
کی ایک خیمہ جامعیت میں ان کی اور دیکھتے دیکھتے مسلم لیگ کی پادشاهی ہوئی۔ وہ مسلم
مسلم لیگ کے وقت پرست اور بہت پرست علمائے دینی تھے تاہم وہ نہایت سے حاصل ہوئی۔ وہ
ہم ممالک مسلم لیگ کے اکثرینوں کی جانب سے ہوا کہ ان کی شرکت سے بڑھ کر تھے۔
ہی علامہ تھے جنہوں نے قریب قریب کچھ عرصہ تک اس طرح کوڑا اور موم اناس کی دھاریں

بڑھائی اور ان کو مسلم لیگ سے شرکت پر آمادہ کیا۔ ان ممالک کو چھپاؤ اور ان سے روگردانی
پان کو کھٹانا، آفتاب پر خفاک ڈالنے اور صداقت کا درجہ اٹانے کے مترادف ہے جو کبھی
کا حساب نہیں ہو سکتی۔
ایک اور شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ چھاپا بڑا اس کی تقریروں میں اس کے
جہالت کو بالکل مغل دھڑا جو بات کہے تو اجابت کے ساتھ بیان کرے اور ان لوگوں سے
اقتدار کرے جو وہ اکثر بناوی تھے اپنی مندرجہ بالا کتاب میں تاریخ لکھی کے ان بنیادی
اصول کو تسلیم کرے کہ ہر شخص کو حاصل ہے کہ تاریخ لکھی کا سلسلہ اصول ہے کہ واقعات کے
بیان کرتے ہیں پوری دانت پر مبنی جاسے، اجز واقعات کی ہول و فوجیہات اور تیر اور
ان سے تکیہ افکار کے مطابق ہر شخص کو حاصل ہے (۱) لیکن ہمارے جہالت ہی انہوں نے
کوڑا بناوی تھے اپنے ہی بیان کردہ تاریخ لکھی کے اصول کو خود ہی مروج و باطل کیا۔
مولانا کو لکھی تھے کہ میں نے دیکھا کہ ان کے سیاست کو پیشہ ورانہ طور سے تجارت دلائی۔ سرسید
Scull ۳۳ لکھتا ہے اس نے اپنی سیاست کو پیشہ ورانہ طور سے تجارت دلائی۔ سرسید
مجموعہ میں سیکرٹری لکھتے ہیں ان لوگوں نے ان کو کافر بنائی لگا کر انہیں دایمہ عقل کار و قوت
اس غریب کو بھی جان بچانے کے لیے اور انہوں سے وہ دوا کرتے کہ ان ہی کے
بھٹہ، تھلک کرے پڑے (۲) جن اس قریب دلا بناوی تھے وہ غیر متحرک و غیر متحرک تھے
کیں، پہلی یہ جہالت مسلمانوں کا سیکرٹری تھا سیکرٹری سے اگر کوئی بناوی کی دایمہ لکھا
سیاست اور سب مل تو ان کے حامی تھے تو بہت تاریخی طور پر غیر متعصب ہے۔ تاہم علم

(۱) عاشق حسین شاہ کی ہماری قریب و چہرہ (ایبٹ آباد ۱۹۶۶ء) ص ۱۲

(۲) مولانا قریب و چہرہ (۱۹۳۸ء) ص ۷۱-۷۲

کی تھا یہ کو بڑھتے ہوئے محال کی وضاحت یہ چاہئے گی۔ سرکاری اہل حق گزشتہ برس کی پوزیشن کے مطابق سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا "مجھے یقین ہے مسلمان دوسری اقام کے ساتھ عزت اور تہذیب کا پورا احترام ہے لیکن مجھے اپنے اسلامی بھائیوں اور تہذیب سے بہت زیادہ محبت ہے میں گزشتہ تین چار سال پہلے آئے والی مجلس اسلامی تہذیب، تمدن اور مصلحت سے لیے بیروہ ہوں" (۱)۔ جو ان مسئلہ پر مبنی ہے۔ آؤت کا دوسرا ایڈیشن میں پیش کیے گئے ہیں کے پاسلے کا جواب دیتے ہوئے فرمایا "مسلمانوں کے لیے پرکار مصلحتی فکر کے کی ضرورت نہیں ہے ان کے پاس تو ۱۴۰۰ برس سے ایک مکمل پرکار موجد ہے اور وہ قرآن پاک ہے۔ یہ اسی قانون الہیہ پر ایمان ہے اور میں اس کا وہی طالب ہوں وہی کام الہی کی تعمیل ہے" (۲) ایک اور موقع پر انہوں نے دیتے ہوئے فرمایا "میں کوئی مولوی نہیں اور مجھے دنیا میں مہارت کا دعویٰ ہے البتہ میں نے قرآن مجید اور قرآن اسلام کا اپنے طور پر مطالعہ کیا ہے۔ اس میں نشان کن ہیں۔ اسلامی زندگی سے متعلق دایا است کے باب میں زندگی کا روحانی پورنما شریعت مسیحیت غرض انسانی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جو قرآن مجید کی تعلیمات کے معاملہ سے باہر ہو۔ قرآن کی مصلیٰ دایا است اور دنیا کی مصلحتی کا درجہ صرف انسان کے لیے بہترین ہیں۔ اسلامی مصلحت میں غیر مسلموں کے لیے بھی مولک اور آئینی حقوق کا اس سے بہتر تصور نہیں ہے" (۳)۔

فروری ۱۹۵۵ء میں امریکی قوم کے نام ایک پیغام میں آپ نے فرمایا "پاکستان کا مقدر ابھی کہیں مقرر نہیں کیا گیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس کی کیا ہوگی لیکن یہ ایک بہترین امر ہے آئین کا تعلق ہے جو کہنا ہے۔ یہ اسلامی مصلیٰ شامل ہوں گے۔ یہ مقدر زندگی میں آتا بھی رہی گا

(۱) احمد صہبہ احمد صاحبہ، "مختصر تاریخ پیش رفتہ تحقیق"، تاریخ تعلیمات اسلام، اردو، ۱۹۵۹ء، ص ۶۶۹

(۲) گفتار قائد اعظم، ص ۶۱۹ (۳) گفتار قائد اعظم، ص ۶۱۹

تلاش میں ہیں اس طرح آج سے ۱۲۰ سال قبل قائد اعظم تھے۔ اسلام نے ہمیں یہ ہدایت کا سبق دیا ہے۔" (۱) ایک اور موقع پر فرمایا "قرآن مجید صرف مذہبی اصول کا گنجینہ نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں مسلمانوں کی رہنمائی کرتا ہے۔" (۲)

ڈاکٹر چٹاوی نے دوسری بات میں اس سوال سے متعلق بھی کہہ کر فرمایا "میں نہیں صاحب، انتقال قرار دینا تاریخی حقائق کے بالکل خلاف ہے۔ یہ مکمل ہے کہ مصروف نے کم علم مولویوں اور علماء میں کوئی تیز دراز دی اور دونوں کو ایک ہی لالچی سے ہکسٹا۔ سرسید کو تین مولویوں نے کا ذکر دیا یا وہ مکمل کے سرکاری نظریہ مخالف دانشوروں کی طرف کے مولوی گردہ پر علم کے بیروہ علم اور شیخ کے متعلق یہ گھٹا کارا نہیں نے سرسید کے قتل کا فتویٰ دیا لائی کے۔ وہ کیچہ نہیں۔ علماء اور شیخ کی طرف سے قتل کا فتویٰ جاری ہونا کچا اجڑا ہے۔ سرسید کو کا ترجمہ نہیں کیا تصوف کے بعد ان میں حضرت حاجی امجد اللہ جامی کا مقام الہام سے متعلق نہیں۔ حضرت حاجی صاحب نے ایک سرسید کو بطریقیت کی ایک خط لکھا تھا اور اس کے لیے سوالات طلب فرمائے۔ بہت سے لوگوں نے سوالات تیار کیے لیکن حضرت حاجی صاحب کو مولانا مروت علی نقوی کا مسودہ بہت پسند آیا۔ آپ نے سرسید کے متعلق کیا رویہ اختیار کیا وہ اس مسئلہ سے واضح ہو جائے گا۔" (۳) بہت جلد چٹاوی عالمی تربیت، مجمع الافکار، دالطاف سہروردی، نقوی، اسلام آباد، ۱۹۵۹ء، ص ۶۶۹

سے ضروری نیاز حاصل نہیں ہوگا آپ کے اطلاق کے اوصاف میں کوئی تعلق ضرور ہے جس نے اس میں کی عزت دلائی ہے۔ آپ میری گمانی اور نامتناہی پر توجہ دوائی ہوگا انھوں نے قائل و لائقوں میں تال کو پیش کرکے۔ اس میں تمام علماء و شریعہ متا ہوں ہیں

(۱) Quaid-e-Azam Mohammad Ali Jinnah Speeches as Governor-General (Lahore) p. 67. (۲) Jamil ud Din Ahmad Speeches of Mr. Jinnah vol 1 (Sh. Mohammad Ashraf) p. 405

۸

ایک آپ کی ماسی اور تعاضات کو دور سے دیکھا۔ یہ تو معلوم ہوا ہے کہ آپ کو اپنے گھر پر بھی مقیم رہیں، نیز شراہی اسلام اور غیر شراہی مسلمانان میں لے آپ کو اس امر پر ہر کیا کہ جو اعتدال و شاعت مذہب اسلام پر مبنی تھیں لے کہنے میں ان کے جہالت و بے جا کیے پر غور کریں اسلام اس امر کا باعث ہوئی کہ مسلمانان جماعت میں کسی گروہ سے جس ان کو ترقی پر لگایا جائے۔ ان وہ باتوں کے حسن ہونے میں کسی کو کام نہیں۔ مگر وہ طلب بات یہ ہے کہ ان تمام حد کے حاصل کرنے کے لیے ذرا لگ بھگ استعمال کے جائز ہیں۔^(۱)

بعد ازاں کے تمام مدعا اور شراہی نے سرسید کے مسلمانوں کے لیے ہر وہی اور شراہی کی بر ملا تعریف کی۔ اگرچہ انہوں نے سرسید کے طریق کار سے اختلاف کیا مگر ان کی کبھی بھی کو فرقہ پرستی و جہالت و غفلت سرسید نے ہم لے لے اوکا لی کی گزیر کی بنیاد بھی تو انہوں نے ایک خاص حد تک کو بھیجا کہ وہ مولانا رشید احمد گلگڑی سے وفات کے انہوں نے بنیاد پر بنیاد پر بنیاد کے کہ میں نے مسلمانوں کی اطلاع و تہذیب کے لیے کا جکی بنیاد ڈالی ہے مگر یہی قوم ترقی کرے بہت اگلے لگ بھگ ہیں مسلمانان کی طرف جارہے ہیں اگرچہ بہت سیرا تھ جائیں تو ہیں۔ بہت جلد کا سبب ہر جہاں کا جو حقیقت میں مسلمانوں کی کامیابی ہوگی۔ وہ سیرا تھ گروہ کے اور سرسید کا پیغام پہنچایا۔ مولانا رشید احمد گلگڑی نے بنیاد میں کہ فرمایا کہ۔ مہمانی ہر ترقی کا جسے مسلمانوں کی اطلاع کا راستہ انہوں اس کے رسول کے اتباع میں سمجھتے رہے مگر آج یہ معلوم ہوا کہ ان کی ترقی اور اطلاع کا کوئی اور راستہ بھی ہے۔ تو ان کے متعلق یہی حق ہے کہ سرسید کی قساری و غزالی اللہ تعالیٰ انہوں میں گذری ہے۔

مجھے ان چیزوں سے زیادہ مسرت نہیں ہے کہ میں آپ کے مولانا محمد قاسم ناٹوئی کا

۱۱۔ مہمانی ہر ترقی کا۔ ایات شریعت و ایمان ۱۸۴

۹

ہم لیا اور فرمایا کہ وہ ان باتوں میں رہیں۔ ان سے موجودہ فرمائیں گے ہم ان کی تعمید کریں گے۔ عجیب یہ غیر مولانا ناٹوئی کے پاس پہنچے اور مولانا گلگڑی کا جواب ان کو فرمایا تو مولانا نے کہا کہ بات یہ ہے کہ ہم کہنے والوں کی ہیں تو ہیں۔ ایک نسبت ابھی غرض میں ہیں اور سرسید نقل بھی مگر نسبت ابھی نہیں تیسرے نقل بھی نسبت ابھی۔ سرسید کے متعلق یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ نسبت ابھی نہیں ہے مگر یہ ضرور ہیں گے نقل ابھی نہیں ہے۔ مگر وہ خاص حد تک سے مسلمانوں کو ترقی کی طرف لے جا چاہتے ہیں اور اطلاع و تہذیب کا سبب سمجھتے ہیں اپنی مسلمانوں کے ترقی کا سبب ہو گا۔^(۱)

سرسید کی زندگی میں ان کی مذہبی تحریروں نے جو شک و شبہات پیدا کئے ان کا اندازہ ایک دیکھنے سے ہوئی گا جاسکتا ہے کہ مولانا ان کے دست راست میں ان ملک نے سبب تہذیب اور ان کی تہذیب میں ان کا کام دیکھی تو انہوں اس کی عمارت اتنی شان کی کہ سرسید سے تہذیب و تہذیب کے ہونے کے بعد وہ ان کو دیکھا اور جب تک ان سے نہ ملے تھے وہ سب صاحب کو یقین نہ آتا تھا کہ سرسید قیود و مکرنا ڈھٹے ہیں یا کچھ ان کی تہذیب و تہذیب اور کچھ دیگر وجوہ کی بنا پر ان کی زندگی کو ان کے ہونے کے بعد ہی کے گئے مگر یہ کام علم اور شراہی نے نہیں کیا۔ مولانا محمد قاسم ناٹوئی دارالمصنفین کے بانی و مہتمم اور مہتمم میں سے ان شخصیت تھے۔ ایک سیرا تھ گلگڑی کو ان کے سرسید سے متعلق ایک قوی آپ کو متفقوں کے لیے پیش کیا۔ مولانا نے ان دنوں سے کہا کہ مہمانی میں پہلے حقیقتات کو ان کا وہ کارفرم بھی یا نہیں پہنچے حقیقتات کی طرف سے مولانا محمد قاسم ناٹوئی نے سرسید کو

۱۱۔ مولانا شریعت علی قاسم ناٹوئی "آفاق طاعت" ص ۱۸۴

تین سوالات لکھ کر بھیجے (۱) خدا پر آپ کا عقیدہ کیا ہے؟ (۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کا عقیدہ کیا ہے؟ (۳) قیامت کے متعلق آپ کا عقیدہ کیا ہے؟

سرید احمد خاں نے ان سوالات کے جواب میں لکھا: خدا تعالیٰ مالک اہل اور
صالح تمام کائنات ہے (۲۰) بعد ازاں بزرگ قیدی مختصر (۳۲) قیامت برحق ہے۔
جب سرید کا جواب پڑا تو امام شافعیؒ نے فرمایا کہ: تم نے ان لوگوں سے
جو بتوئی بر بدستور کرانے سے تھے فرمایا: تم اس شخص کے خلاف دستور کرنا چاہتے ہو جو
یکساں مسلمان ہے (۳۱)

[illegible]

(۱) عبید اللہ دم، "مقالات دوم قبل" اردو مرکز، لاہور ۱۹۶۱ء، ص ۶۹-۶۸

[illegible]

والله اعلم بالصواب. اشرف المسامح. جلد اول (ایم فتنا الله انیذ منکر لا یومر) ص ۲۱۵

(۳) الاقاضات اليومية جلد اول ص ۳۶

کھی۔ اور اس کو کالی کے دروازے کی چمکتی پکھڑ سے پکڑ چھا۔ سر سید اصفیٰ مکان سے نکلی کہ کہا کہ خدا کے سر سے کوئی قوم پادشاهی ہے اور پھر، وہ پہلے ان صاحب کو ملے دیے۔ وہ صاحب بھی کہل کر کہتے ہیں وہ در پہلے سے ہے۔ اس سے سر سید کا بہت ہی متعلیٰ ہوتا ثابت ہے۔^(۱)

مولانا فضل الرحمن کی عوامی زندگی اپنے زمانے کے مشہور اہم مصوفیاء میں شمار ہوتے تھے ایک مرتبہ کوئی مولوی صاحب سر سید کے پاس سے مل کر کہہ رہے تھے کہ اس نے شریعت بھی میں پائٹرل اور اختلاف پیدا کی ہے۔ چاروں اہل علم شریعت پر کہتے ہیں۔ مولانا فضل الرحمن نے یہ باتیں سن کر کہا کہ ان کی نگاہ ہی فقہانہ نہ ہو دیکھو ان کے قلم کو کبھی کبھی^(۲) مولانا محمد علی دکنی بری خطہ مولانا فضل الرحمن کی عوامی زندگی کے بھی ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ۔ ایک مرتبہ سر سید نے جو میں بیٹھے تھے کہ چند مولوی صاحبان میں مل کر کہتے تھے کہ سر سید را یا ت صحیحہ کا انکار کرتا ہے تو ان کا انکار کرتا ہے مگر فریہ حضرت فخریہ سے کچھ سمجھیں تو شریعت لائے اور مولانا دکنی بری سے فرمایا کہ لوگ اس لیے چارے کا کھانا

ناتے ہیں

ناتے ہیں مگر اس کے قلم کو کبھی کبھی^(۳) یہ قلمی سر سید کے متعلق جید علماء کرام اور شائع کی رائے۔ اب تصور کا وہ سراغ قلم جو کہ سر سید کی دوسری زندگی اور عوامی زندگی کے متعلق۔ مولانا فخر رافع الدین خاں خاں مدرسہ دیوبند نے سر سید کو مدرسہ کی قلم کار کی پوری سمجھی سر سید اصفیٰ نے اپنے زمانہ توحید و توحید

(۱) مکتوبات ص ۱۷۲ جلد دوم ص ۱۷۲

(۲) شہداء ج ۱ ص ۱۷۲ جلد دوم ص ۱۷۲

(۳) ایضاً ص ۱۷۲

میں جو قلم نگار تھا وہ نہایت عجز سے بڑھنے کے قابل ہے۔ سر سید کے دل میں علماء کرام بالخصوص مولانا دیوبند کے متعلق جو محبت و عقیدت اور سچائی و جرات تھا اس پر قلم سے نہ عادت چھٹکا نکلا کرتا ہے۔ سر سید نے لکھا "مولوی رقیع الدین صاحب نے اس مدرسے کی سالانہ رپورٹ شائع کی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے دیکھنے سے ہم کو نہایت ہی دلچسپی ہوتا ہے اور اس طرز کی حالت پر اس قدر دلچسپی ہوتا ہے کہ اس رپورٹ پر متعدد طرح سے نظر ڈالتے ہیں۔

اول جملہ علماء کرام کے مذہبی پیش قدمی کے ہم سمجھتے تھے کہ جو مدرسہ قائم کرنا چاہتے ہیں اور میں میں علوم اگر بری اور دیگر علوم دنیاوی بشمول علم عربی پڑھانے کا مرکز ہے اس پر جو کچھ مسلمان یا متعصب اور علماء یا متعصب دینی ہیں اعتراض کرتے ہیں اور اس کو کوشش اور مضبوطی دیتے ہیں۔ اور اسی سبب سے لوگوں کو اس میں چند دینے سے منع کرتے ہیں تو قلمی مدد سے ہم نے یہ سبب مسلمان کے اور غیر مسلمان میں دی پائے ہم نے چاہتے جانتے ہیں کہ اس کو کس طرح چاہتے ہیں بڑے بڑے علماء نے ضرور دیکھی ہوگی مگر اس پر قلم کے دیکھنے سے ہم کو نہایت دلچسپی ہوئی۔ جس سے بڑا چندہ آٹھ روپے پانچ آدھا ہوا ہے۔ اس کے بعد پانچ روپے ہوا ہے کہ اس کے بہترین روپے اور تمام رقم کے مفاد سے ہم نے اس میں مولوی پر دو دو برس اور میں پر ایک برس کا باقی ہے۔ میں یہ کارروائی ماننے سے اس بات کا قلمی مشورہ ہے کہ لوگ اپنے آپ میں متفق ہو کر ایک مسلمان اور غیر مسلمان کے درمیان میں شریعت اور دینی دینا کی خاطر کہتے ہیں جو قلمی مانتے اور حیلہ شریعت سے درکار ہے کہ وہ ان لوگوں سے قلمی دینا دینا جس میں جو مسلمان کے اور غیر مسلمان کیوں درکار ہیں کی حقیقت میں مسلمانوں پر انھوں نے سب کا ایسے دینا جس میں

میں ہادی محمدنا مہربان فرشتہ بہرے شخص گراں ہے اور ہادی محمد مقرب صاحب جیسے شخص
مدن سینہ کچھ درد کریں ۔

تمام ہر جوت پر تو کرنے سے تمام تو سب سے کوہ در سر وادہ اپنے پر پاساؤں کی بڑی
پر تمام نہیں ۔ بلکہ صرف ایک شخص کی ذات پر اس کا دار ہے ۔ ہادی محمد تمام درستی
جہاں سے بزرگ و نیک اور زاوی ہیں ۔ تمام ضلع مہارن پر اور میرٹھ و ملتان گراں کا متحد
ہے ۔ در وادہ اسلیب ہادی محمد مقرب صاحب کا ہے جو مدراس اول اس مدر کے
ہیں اور جنہوں نے ۳۵ روپے ۹ ہادی مدر سے اپنا تیر لیا ہے اور تمام وقت ڈپر
سے اس قلیل میں اس پر اوقات کرتے ہیں ۔ اگر وہ نہیں تو کیا کوئی وہ مدر کے اس قلیل میں بڑا
پر ان قوم کو پڑھانے کو ملے گا نہیں ۔ مدر صرف دو تیرگوں کی دہا پر قائم ہے ۔^{۱۱}

مرید کی مدر میں بدستہ دل بھی گا ایک اور شہرت یہ بھی ہے کہ مرید مدر میں
کامنگ بنا دیکھا جائے گا تو مرید نے ایک خصوصی چچی اس رسم میں شرکت کے لیے
پیدا ۔ اتفاق سے گاڑی لیٹ ہوئی ۔ مرید نے تار دیا کہ میرا کوئی دیر نہ چھوڑ رہے ہیں
کا انتظار کیا جائے ۔ مرید نے اس کے ہاتھ پکڑ کر دیکھ کر پوچھا کہ کیا تھا ؟^{۱۲}

مولا محمد کام باؤزی نے ۱۵ اپریل ۱۹۳۷ء کو وفات پائی ۔ مرید نے ۱۴ اپریل
۱۹۳۷ء کو مولا محمد انسی ٹیٹ گزٹ میں جو تیرہ مضمون لکھا اس سے مرید کی بظاہر
اور ملا کے متعلق ان کے نیک منہاں کا بخوبی اظہار ہوتا ہے ۔ مرید نے لکھا کہ اس
ہے کہ جناب مدر شرح ہادی محمد کام نے ۱۵ اپریل ۱۹۳۷ء کو وفات پائی کی بیماری میں

۱۱) "تذیب الاخلاق" جلد اولیٰ صفحہ ۱۹۸، "مواہرات" مرید جلد اولیٰ صفحہ ۱۹۸، "مواہرات" مرید جلد اولیٰ صفحہ ۱۹۸۔
۱۲) "مواہرات" مرید جلد اولیٰ صفحہ ۱۹۸، "مواہرات" مرید جلد اولیٰ صفحہ ۱۹۸۔

وہ میں انتقال فرمایا نہ بہترین کو دیا اور کچھ بھی بہترین کو دے گا لیکن ایسے
شخص کے لیے دہا جس کے بعد اس کا تھیں کوئی فرق کرتے تو نہایت رنج و ملال
کا باعث ہوتا ہے ۔ ایک را دھاکر ملی کے علم میں سے ہمیں لوگ بھیہ کہ لیتے ہیں
اور توفی و درج میں مشہور و معروف تھے ویسے ہی نیک بڑی ، سادگی اور سکین میں پیش
تھے ۔ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ جناب ہادی محمد کے کوئی شخص ان کی مثل ان تمام
صفات میں پیدا نہ کئے والا ہیں ۔ مگر ہادی محمد کام نے اپنی مثال اپنی ، ونداری اتھوئی ،
درج اور سکین سے ثابت کر دیا کہ اس دلی کی تمام قربیت کی بدولت ہادی محمد کا حق صاحب
کی مثل اور شخص ہی تھوڑے دینا میں پیدا کیا ہے بلکہ چند باتوں میں اور زیادہ ۔ بہت لوگ زندہ
ہیں جنہوں نے ہادی محمد کام کو نہایت کم ہوش دلی میں ہم پائے دیکھا ۔ انہوں نے
جناب ہادی محمد کی مکمل سے تمام کام میں بھیجے ہیں ۔ اپنا ہی سے آتھوئی اور درج اور
نیک بڑی دفعہ کسی ان کے اذعان و اطاعت سے نمایاں تھے ۔ اور یہ شعر ان کے حق
ہیں بالکل صادق تھا ۔

بالائے سرکش ز جوش مندی
می تاقت مستعارہ بندی

کہ تحصیل علم میں بھیہ کہ وہ ذات ، عالی دانی اور ہم فراموش میں مشہور و معروف
تھے ویسے ہی نیک اور علم پرستی میں ہیں زبان زدن و فیض و کمال تھے ۔ ان کو ہادی محمد میں
کی محبت نے اتباع سنت پر بہت زیادہ لاشب کر دیا تھا ۔ اور عادی ادا اللہ کے طبع
محبت نے ان کے دل کو ایک نہایت عالی درجہ کامل بنا دیا تھا ۔ جو بھی پانڈر لیت و
سنت تھے اور لوگوں کو بھی پانڈر لیت و سنت کر لے میں اور کوشش کرتے تھے ۔ پانڈر

عام سناؤں کی بھلائی کا ان کو خیال تھا۔ ان ہی کا کششوں سے علم دینیہ کی تعلیم کے لیے نہایت مفید مدرسہ دیوبند قائم ہوا۔ مسلمانوں میں ایسی آگ ان سے ناراض تھے۔ اور بعضوں سے دینی ناراض تھے۔ مگر جہاں تک ہماری تعلیم کا تعلق ہے ہم دینی قوم کا ہم کے فعل کو خواہ کسی سے ناراضی کا بخیر و کسی سے غرضی کا کسی طرح بولنے نہیں یا غیر یا عدالت پر عمل نہیں کر سکتے۔ ان کے تمام افعال جس قدر تھے یا شریعت اور آداب آخرت کی نظر سے تھے اور جس بات کو وہ حق سمجھتے تھے اس کی پیروی کرتے تھے ان کا کسی سے ناراض ہونا صرف خدا کے واسطے تھا اور کسی سے غرضی ہونا بھی صرف خدا کے واسطے تھا کیونکہ کسی کا اپنے ذاتی مقاصد کے واسطے یا رائیں سمجھتے تھے یا جو وہ اس خیال سے کہ وہ بڑے کام کرنا ہے خدا کے واسطے یا جانتے تھے۔

مسلحہ فہ اور البغیۃ فہ خاص ان کے بتاؤں میں تھا۔ ان کی تمام ملتیں فرشتوں والی تھیں۔ ہم اپنے دل کے ساتھ ان سے محبت رکھتے تھے۔ اس زمانے میں سب لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ مولوی محمد قاسم اس دنیا میں سے نکل گئے۔ ان کا پاس زمانے میں مشاہیر معارفیوں میں شام و میدان عربی سے بھر کر ہوا۔ ان کی تمام باتوں میں کچھ نہ تھا۔ ایسے شخص کے جذب سے دنیا کا خالی رہنا ان تمام لوگوں کے لیے جو ان کے بعد زندہ ہیں نہایت رنج اور افسوس کا باعث بنتا ہے۔ انہوں کو ہماری قوم پر نسبت اس کے ملے ہوئے کوئی کام نہ ہے ذاتی مقصد اور ادا دت بہت ظاہر کرتی ہے۔ ہماری قوم کے لوگوں کا کام نہیں کہ ایسے شخص کے دنیا سے اٹھ جائے کہ بعد موت چند کلمے افسوس اور حسرت کے کہہ کر خاندان ہجرت میں یا چند کتبوں پر کار و در وال سے بچ کر ہر صاف کریں۔ لیکن ان کا غرض ہے کہ ایسے شخص کی یادگار کو قائم رکھیں۔ وہ بیکار مدرسہ ان کی ایک نہایت عمدہ یادگار ہے سب

لوگوں کا غرض ہے کہ وہ ایسی کوشش کریں کہ وہ ہمیشہ قائم اور مستقل رہے اور اس کے ذہنیہ سے تمام قوم کے دل پر ان کی یادگار کی نقش ہمارے ہے۔^(۱)

ایم اسے اوج کے قیام کے بعد جب وہاں دینیات کا شعبہ قائم کیا گیا تو اس کے لیے مولانا محمد قاسم ناٹوئی کے داماد مولانا عبدالغفار ہی اس کے قائم فرمے۔ اس زمانے میں دارالعلوم دیوبند کی بڑی مخالفت تھی اس لیے کوشش کی گئی کہ ان کا قوم و دنیا دنیا یا جائے۔ مگر سیر نے ان باتوں کو سننے سے انکار کر دیا اور بڑے اہتمام و راجد سے مولانا عبدالغفار ہی کو ہم اسے اوج کے ملے کر چھوڑے گئے۔ سر سید نے اس موقع پر مولانا عبدالغفار کے بارے میں لکھا "وہ اس سے ہیں مولوی ملک علی صاحب کے والدین مولوی محمد قاسم صاحب کے اور ان سب سے مجھے ذاتی واقفیت ہے اور اس لیے کہ ان بزرگوں کی صحبت سے مولوی عبدالغفار کی طبیعت بھی ایسی ہو گئی کہ وہ اپنی کاموں کو چھوڑ دیں اور جہاں اسلام انجام دینا شروع کیا وہ جہاں مولانا قاسم ناٹوئی کا چہنہ تھا اس کے ساتھ تھے اس کا اندازہ اس کو سب سے بھی ملتا ہے۔ انہوں نے اپنے دوست و مراد کو لکھا تھا: "اس میں اتھلی ملے ایک ٹکڑی کھلا۔" اگر یہ بات مولوی قاسم صاحب تشریف لائیں تو میری سعادت ہے۔ میں ان کی کوشش برداری کا پتا کچھ نہیں گا۔^(۲)

مگر سیر نے اس طرح مولانا عبدالغفار کی قدر دانی کی اس کا اندازہ مولانا فضل علی سے ان کی ایک مرام ملت سے بھی ہو گا۔ مولانا شی نے "بیرونی مشاہیر و کرامت کو کھانا قیام

(۱) تحفۃ القلوب ص ۲۵۰-۲۵۱

(۲) اخبارات و مشاہیر ص ۳۹۶

(۳) مشافہات ص ۲۵۱ در تب و تاب سیر محمد قاسم و مولانا عبدالغفار و مولانا فضل علی ص ۲۵۵

کرواں۔ مولانا انصاری کا ہاشم راہ شریعت اور تقویٰ کا اصل اور بنیاد ہے۔ اب یہی میرا مزمون ہے۔ چنانچہ اگرچہ شریعت کا ترجمہ خاک کا کچے کھلے کے طور پر کیا جاتا ہے وہ مولانا صاحب مدد سے ہی کیے گئے ہیں۔ علامہ محمد قسطنطین نے اس کے طبعاً کرمان کی برکت سے روزانہ مستفید ہونے کا موقع ملے گا۔ لیکن میرے لئے یہ بات مشہور نہیں کی اور چاہیں گے گھسا کر اپنے اپنی طرف کی طرف کرنا ہے۔ عثمان سے شروع کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجھ کو کوری صاحب کے کام پر اعتماد نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ایسا علم عثمان کام پر کرنا کی بجائے عثمان کے لیے ہرگز نہ کرتا۔ مجھے ان پر بڑا اطمینان ہے۔ وہ حدیث علم میں سے اس شریعت اور تقویٰ کے لیے مستحب کے لئے ہے۔

چنانچہ میرا ہاشم راہ شریعت اور تقویٰ کے ماہر وہ الزامات کی سطح سے زیادہ کرتے ہیں اور ان میں سے علم کے لیے میرے کو لازم اور واجب قرار دیا۔ اس کے بعد مولانا انصاری نے فرمایا ہے کہ کون سا کفر کے عقیدوں سے بدلہ لیا ہے چنانچہ بالآخر میرا اور وہ اور میری قسم کی بنیاد بنا ہوا تھا۔ اس نے مولویوں کے اکھاڑے میں اتارنے سے انکار کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کے بڑے بڑے پیشہ و سرکاری جہاں بڑے بڑے تھانوی بڑے بڑے عثمانی بڑے بڑے مدنی بڑے بڑے دینی شامل تھے اس کا بال بھی نہ کیا۔ نہ کہ ان کے کوئی توفیق ہو گیا تھا۔ اسلام کا دینا نے دیکھ لیا کہ بڑے بڑے عالمان شریعت میں بڑے بڑے عالمان اور دور دور دور سے بڑے بڑے ائمہ العالمان اور نقادہ ائمہ کیوں جھٹکا کر جاتا ہے کہ دیکھیں میرے جہاں ہے۔

۱۱۔ شمس تبریز نقانہ صدر دارالجمک (۱۹۳۸ء) ص ۱۶۰
۱۲۔ جہاں قریب ہے وہاں (۱۹۳۸ء) ص ۴۱۔

تو انشاؤں ہی پر پورے کھتے وقت بالکل بے باک ہو گئے اور وہ کچھ کھٹکھٹا ہوا
حقیقت سے ظہور پائی ممت نہیں۔ غرض ان کو شریعت کا مطالعہ اس باب میں بالکل محدود
ہے۔ اور ان کو یہ بھی اور ان کی کتاب میں اس قسم کے مطالعہ باقی القاب استعمال کرنا کتاب
میں لیکن یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ علم کے شریعت اس بڑی کامیابی اور کامیابی سے
پہلے شریعت کا مطالعہ مولانا شریعت علی تھانوی کا تذکرہ دینا۔ جو کہ آپ نے اپنی کتابوں کے
مقدمے میں نام مندر فرمایا ہے کہ اس طرح ان کیوں روپیہ کی، ان سے ہر دور چاہے
اور کتابوں کی تعداد میں بارہ سو سے اونچے۔ اگر یہ پیشہ و سرکاری کتابی لکھی تھیں اور ان کے
کو اپنا پیشہ بنانا تھا تو شاید وہ یہ عملی ہرگز نہ کرتا۔ شاید ان کو شریعت کو معلوم نہیں تھا۔ لیکن
کی جو کچھ ان کی کتابوں میں علم ہے وہی ان کے کردار اور کیا ہے۔ انہوں نے جن پیشہ ور علم کے
نام لکھے ہیں ان میں صرف مولانا حسین احمد دینی ہی تحریر کیا ہے پاکستان کے حالات تھے باقی
تمام حضرات نے تحریر کیا ہے پاکستان کی معرفت و باقی کو نقل کیا ہے۔ یہ تمام حضرات علم
کی تبادلت کو سمجھنا ان کے لیے ناگزیر سمجھتے تھے۔ ان تمام حضرات نے دیکھیں تاہم علم
کی تبادلت پر کوئی شریعتی اعتراض اٹھایا اور جہاں ان کے آگے مجھے چلنے پر مجبور نہ تھے۔
مولانا شریعت علی تھانوی کے خیالات و مقامات اور تحریر کیا ہے۔ ان کی خدمات کا ذکر وہ
تو بالکل کتابوں میں ہے۔ یہاں صرف مختصر بیان کر دیا جائے کہ مولانا شریعت علی تھانوی
کا مہم اور خود ان کا ہاشم راہ شریعت سے زیادہ کامیابی کے مفاد تھے وہ کامیابی میں مسلمانوں
کی شرکت کران کی دینی حوت کے ترقی دے رہے تھے۔ ان کو اس کی حمایت پر
تسلیم کی ہوئی تھی۔ آپ نے ہمیشہ گاندھی کو سنا دیا، چاکر، شاعر، خطاط اور
شیطان کے القاب دے کر ان کو سنا دیا۔ ان کی کتاب علم ہے۔

تاریخ سے جانا ضرور کرنا چاہیے تھا نہ جوں سے ہم چکے تھے اچھا مولیٰ، دودھ پیسے، ۱۹۳۰ء کے طویل کے اجلاس پڑھیں آپ کا بیٹا پڑھ کر بنا گیا، آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے آپ کو ۱۹۳۲ء کے اجلاس میں شرکت کی دعوت دی گئی، آل انڈیا مسلم لیگ کوٹلے قائد اعظم کی زیر صدارت آپ کی وفات پر تھوڑی قدر داپاس کی اس سے مسلم لیگ مقبوضہ مولانا کے مقام و مرتبے کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

جہاں تک بڑے بڑے مدوی کا تعلق ہے ڈاکٹر چٹاوی کی مراد شاید مولانا مسلمان ندوی ہیں۔ یہ حقیقت سب کو بخوبی معلوم ہے کہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک خلافت کے بعد سیاست کو چھوڑ دیا کہ اپنے آپ کو ملی کاموں کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ ان کی کسی تحریر یا تقریر سے کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ انہوں نے کسی موقع پر مسلم لیگ یا قیام پاکستان کی مخالفت کی ہو۔ اس کے برعکس یہ ناقابل تردید حقیقت موجود ہے کہ سید صاحب نے قیام پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت فرمائی، ملک کے شہر اور اخبار "حصہ سوبہ" مورچہ، مارچ ۱۹۴۷ء میں ایک فتویٰ شائع ہوا ہے۔ یہ فتویٰ دھماکے کی شکل میں شائع ہوا ہے کہ استفادہ کے جواب میں کہ اس مسلم لیگ کی حمایت نہ فرمادی ہے کہ نہیں شائع ہوا۔ مولانا خطرا احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات نے یہ فتویٰ دیا کہ "اس وقت مسلمانوں کی اور اس کی اندوہی جماعتوں سے بالکل علیحدہ رہ کر صرف مسلم لیگ کی حمایت کریں اس پر مسلمان ندوی کے بھی اختلاف موجود ہیں۔

جہاں تک بڑے بڑے عثمانی کا تعلق ہے۔ دو اصحاب ہی عثمانی مشہور ہیں۔ ایک مولانا شبیر احمد عثمانی اور دوسرے مولانا غفر احمد عثمانی۔ یہ دونوں حضرات تحریک پاکستان کے سرکردہ اور سرگرم کارکن رہے ہیں۔ دونوں حضرات کے خیالات کا اندازہ ان کی تحریر

اور تحریروں سے ہو سکتا ہے، مولانا غفر احمد عثمانی نے ۱۹۲۹ء کے وقت کاشی کی نشست میں جو اہم کردار ادا کیا اس کا اندازہ اس خط سے لگایا جاسکتا ہے جو لیاقت علی خان نے انکیشن کی کامیابی کے بعد مولانا خطرا احمد کو لکھا۔

لیاقت علی خان نے لکھا:

"میں انتہائی ضرورتوں کے باعث اس سے قبل آپ کو خط دیکھ کر کمزوری پہلی کے انتخاب میں اللہ تعالیٰ نے میں بڑی کامیابی عطا کی ہے۔ اس خط میں آپ مجیس میٹروں کی وجہ بہت باعث باعث ثابت ہوئی۔ آپ حضرات کا اس موقع پر گزشتہ عرصت سے کل کرنا پانچ مل ہیں گا اور اس سرگرمی سے جو چہرہ کرنا بہت خوش ثابت ہوا، اس کامیابی پر میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں خصوصاً اس علاقہ انتخاب سے جہاں جمادی جماعت نے مجھے کھڑا کیا تھا۔ آپ کی تحریروں اور تقریروں نے باطل کے اثرات بڑی حد تک ختم کر دیے ہیں۔ ہر حال اس سے بھی محنت سر کرنا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی امید ہے کہ عثمانی ٹیٹ اس امر کے پیچھے ہی سرور ہوا کہ انکیشن ہے کہ اس مرتبے میں آپ کو نصرت ملی جائے گی۔ اور آپ کی تحریریں تقریریں اور مجاہدہ سرگرمیاں آتے والی منزل کی رفتاروں کو بھی مستند بنانے میں مددگار بنیں گی۔"

ملفوظ اور میر سجاد کے رفیق مہم میں ان دونوں حضرات نے جو جواب دئے نمایاں انجام دیے۔ پچھلے اخبارات کے فائل اس کے گواہ ہیں۔ ان دونوں حضرات کو ان کی خدمات ہی کے پیش نظر ہی حکومت اسلامیہ کے پرمیشانی کی عمر کی ادائیگی کا اعزاز بخشا گیا۔

۲۲

مسلمانان چھوڑنے اپنی لڑائیوں میں پہلی برصغیر کی عالمی جیت کو آجی از نیست دی ہوتی تریک خلافت کے دوران دی جنگ عظیم اول کے بعدینلو سیاست میں شمولیت کیا جس میں بڑی سیاست کی معجز بھی لی گئیں خلافت کے مسئلے غور ہوتا ہی مسلمان کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ جنگ عظیم شروع ہونے سے قبل ہی مسلمانوں کے جذبات غور کے جانچکے تھے مسلمان ملک پر پہلی قوتوں کے حملے اور قبضے نے مسلمانوں کے دلوں میں ان کے خلاف نفرت بھروی لیبیا پر اٹلی کا قبضہ، مراکش پر فرانس کا تسلط اور لبنان پر مصر یہ سب واقعات ۱۹۳۸ء میں پیش کئے اور ان کا مسلمانوں پر بہت اثر پڑا۔

اور ہندوستان میں مولانا شوکت علی نے مولانا عبدالحی کے ساتھ مل کر مبین غلام کبیر کی قیادت میں جس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے منہایت سرگرمی و ہمتورہ اور بہت القوی لائبرلسوں کے ہاتھوں جانے سے بچایا جائے۔ طرابلس پر اٹلی کے حملے نے تمام عالم اسلام میں گرمی پھیل لی اور ڈی جی جی۔ اس مارٹے سے مسلمان ہند کے جذبات کو کس قدر متحرک بھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایم اے او کالج علی گڑھ کے طلباء نے صرف اپنی حسیب خرچ سے رقم بیکر لینے کروں کا

تحریک خلافت اور مولانا اشرف علی تھانوی

۲۳

آؤ آج مسلمان بھی تمام مقررہ اہل کے چہرے میں بھی کودائی طلبہ نے پیٹھ کا کر جیت تک جنگ طرابلس جاری تھی زندہ دلاؤ اور فریق کا استعمال ہو کر کے اس کی گیت کو فخر میں بھی کر دیا جاسے اس کے بعد جب ملحقہ راسٹر بھی جنگ کی لپٹ میں آ گئیں تو مسلمان ہند کی ہمدردی کی آگ اور بھی بھڑک اٹھی اور اسی گڑھ کے طلبہ نے بحیثیت گورنٹ کھانا پھوڑا۔

ابھی مسلمانوں کے دھڑے سے نکلے دن ہی اڑھا کر جنگ عظیم اول کا ٹانہ اڑ گیا ان جنگیں ترک کر دی گئیں کھلیا اور بھارت کے حریت کی مشیت سے نشان اڑا۔ بھارت کو یقین تھا کہ مسلمان ہند کی کو کسی صورت بھی کسی شکل میں گرفتار نہیں برداشت نہیں کریں گے۔ اور دوسری جانب چونکہ اس کو ہندوستانی مسلمانوں سے اس جنگ میں دو بھڑکی تھی اس لیے برطانوی وزیر اعظم لائیڈ جارج نے پارلیمنٹ میں یہ اعلان کیا کہ ہم یہ جنگ اس لیے نہیں لڑ رہے کہ کسی کو قتل اور یا شیعہ کو جاک کی زنجیر اور شہر بڑھن سے محروم کر دیں جس کی آواز کی اکثریت ترکش ہے، لیکن جنگ عظیم ہم مستحق مال کرنے کے بعد بھارتیہ مسلمانوں سے کئے گئے وعدوں کو فراموش کر دیا اور ترکی کے حصے بھرے کر دیے، ترکی پر ہونے والی تمام ہمدردی سے محروم ہو گیا۔ اس مادہ سے ملے اسطاعت تمام کو ترک کر کے ترکی سیادت کو تمام ترکشے و صرف غیر ترکی علاقہ بھر بعض ایسے علاقہ متاثر ہا، تھیں اور اہل اہل میں ترکوں کی اکثریت بھی بھین ایسے گئے اس مادہ سے ملے بقول ڈاکٹر اشتیاق حسین قاضی "برطانیہ کے مسلمانوں کے جڑ پا

۱۔ ان زبیری خاں کے چچا کرچہ ۱۹۵۲ء ص ۵۲
۲۔ سیمین رامنی پاکستان کا زیر قیادہ ۱۹۹۰ء ص ۵۸

کو اس قدر متشنج کر دیا کہ اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ دوسرے جذبات جو ایک ستر سے دہے برس گئے، ایک ایسی تحریک کی شکل میں نمودار ہوئے جس نے چھٹیم میں برطانوی سلطنت کی جڑوں کو جلائے میں دکھار دیا کیا جو اس سے پہلے کسی تحریک نے نہیں کیا^۱۔

اگرچہ ہندوستان میں مولانا سید ابوالہادی نے جو عملی نے جس خلافت کی تھیں وہی، ساتھ ہی آل انڈیا خلافت کمیٹی کا قیام عمل میں آیا جس کا پہلا اجلاس بنگالہ دہلی ۱۹۱۹ء کو مولوی اسد کے فضل الحقی کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں مسلمانوں سے پہلے گئی کسی کہ وہ برطانوی مال کا بائیکاٹ کریں اور چین فتح میں کوئی حصہ نہ لیں^۲۔

اگرچہ امرتسر میں علی قاری باج کھارو پیش آیا جس نے ہندو مسلم اتحاد قائم کرنے میں بہت مدد دی۔ لیکن گاندھی جی جندو مسلم اتحاد کا اہم نقشہ شاید آئندہ سو سال کی بھی پیلاڑ

ہوتا^۳۔ تحریک خلافت ہندوستان کی ایک تحریک تھی جس کو ہم نے پہلے بنا پر پیش و عروج سے صدر لیا۔ چھٹیم چاک دہندگی تاریخ میں یہی ایک عقدہ ضرور تھا جس میں چھٹیم دونوں ارسلاؤں نے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کیا۔

تحریک خلافت کے دوران میں تحریک کے قیام کے حصول کے لیے ہر طریق کار اختیار کیے گئے اور اس تحریک پر گاندھی کے چھاپانے کے سبب مولانا اشرف علی تھانوی

۱۔ اشتیاق حسین قریشی، چھٹیم چاک دہندگی کی قیادت اسلامیہ کرانچ ۱۹۹۹ء، ص ۲۵۳

Francis Robinson Separatism Among Indian Muslims (Cambridge 1974) p. 301.

Uma Kaura Muslims and Indian Nationalism (Delhi 1977) p. 22.

نے تا دمِ عالم جو ملی متاج^۴ اور علامہ اقبال کی گاندھی تحریک سے طبعی اتفاق کیا، مولانا تھانوی کی تحریک کے اعراض و مضامیر سے قطعاً کوئی اعتقاد نہیں تھا۔ آپ نے خلافت کو جس میں کسی سکتا لیا جس سے اختلاف ممکن نہیں۔

مولانا تھانوی کی تحریک خلافت، امت اسلامیہ کے تعلق و تبادلات قدر کے مختلف اور امداد سے کوئی اختلاف نہ تھا، اختلاف صرف طریق کار سے تھا چنانچہ اسی بنا پر آپ نے تحریک خلافت میں شرکت نہ فرمائی، اس سے قبل ۱۹۱۳ء میں نجیب دہقان کے وفد پر آپ نے ترکی کی امداد کے پیشے میں کسی مجلس سے خطاب کیا۔ اور مسلمانوں کی تحریک کی گھبر پر دہلی کی طرف متحول ہو گئے۔ مولانا تھانوی نے، اپریل ۱۹۱۳ء کو دہلی میں ایک بہت بڑے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانانِ ہند کو اپنے خیر خواہی کی بنا پر اپنی اور دیگران کی امداد کی ترغیب دلائی، اس جلسے سے آپ نے مسلسل تاہم گھٹے خطاب کیا اور اس لیے آپ کو ترک کیا۔ لیکن ان کی امداد خلافت کی تھا اور سلطنت اسلامیہ کے قیام کا آقا ہی کی خوشیاں تھا چنانچہ کسی اور مسلمان کو مسکتا تھا کسی مسلمان دعا۔ تحریک خلافت کے دوران اپنے قیام کے حصول کے لیے ہر طریقہ کار اختیار کئے مولانا نے ان کو سرخی انداز گاہ سے عاجزا

Jinnah and the Khilafat Movement

Journal of South Asian and Middle Eastern Studies, December 1977 pp. ۳۰-1۸7.

۲۔ مولانا سید ابوالہادی، تحریک خلافت اور علامہ اقبال کی گاندھی تحریک، ص ۱۹۱۳ء، ص ۲۵۳

۳۔ مولانا سید ابوالہادی، تحریک خلافت اور علامہ اقبال کی گاندھی تحریک، ص ۱۹۱۳ء، ص ۲۵۳

۴۔ مولانا سید ابوالہادی، تحریک خلافت اور علامہ اقبال کی گاندھی تحریک، ص ۱۹۱۳ء، ص ۲۵۳

ہی کیا تو چند اذان نہ ہوتے ہیں گئے تو کیا بلا اذان نادر نہیں ہو سکتی۔ کہتے ہیں کہ گائے کی قربانی چنگیزی کے گویا برسے کی قربانی نہیں ہو سکتی کیا گائے کی قربانی واجب ہے۔ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد مولانا تھانوی نے اس طرز فکر پر گہرے دھکے اور رچ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اس قدر کہ بیان میں ایک بات باقی رہ گئی۔ اگر وہ یہ بھی کہہ دیتا تو کوئی ٹھنڈی باقی درجہ کار اگر ہندوؤں نے اسلام اور ایمان پر زندہ رہنے دیا تو کیا پھر ایمان اور اسلام کے زندہ درجوں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کے دوست نہیں ہیں۔ اس پر ہم سے کوئی پوچھتا کہ حجب شاذ اسلام کو چھوڑنے کی مسلمانوں کو توجیب دے رہا ہے تو چھوڑ گزیریں یہی منہب اور جاہلیہ اہانت ہی قبول کر لے۔ اچھی شاذ اسلام اور اسلام کو چھوڑنا ہی سب سے قاسم میں کیا ہندو کیا اگر یہ کلمہ تیری محبوب دنیا ہندو سے زیادہ اگہریز کے پاس ہے۔^{۱۱}

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ ہندو مسلم اتحاد کے جو شی میں کچھ مسلمانوں نے شہریت حسب ہندو لیڈر شری رمانند زین سے آگے چل کر مسلمانوں کے خلاف شیعہ کی تحریک چلائی اور مسیح مسجد دہلی میں ملے جا کر اس کا خطرہ کر دیا۔ مولانا تھانوی کی اس واقعہ پر سخت حد پر ہچکچا اور آپ نے مسلمانوں کو شرم دلانی کہ وہ یہ حرکت کر کے ہندوؤں کی سخت بے عزتی کے ترکہب ہو سکتے ہیں۔

تحریک خلافت کے دوران ہندو مسلمان دونوں مختلف مجلسوں اور مجلسوں کے دوران ہتھیائیہ رد کی سب سے بڑا کارہ تھے۔ مولانا تھانوی کے نزدیک مسلمانوں کا یہ فعل بھی شرعی نکتہ نگاہ سے قابل اعتراض تھا کیونکہ لفظ ہے شاذ لفظ تھا اس لیے مولانا کے نزدیک

۱- اذان طاعت الیمینہ جمعہ چہارم ص ۸۶

مسلمانوں کا شاذ لفظ اختیار کرنا کسی بھی حالت میں مستحسن فعل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ چنانچہ آپ نے تحریک کے حامی ایک صاحب سے یہ پوچھا کہ آپ نے کیوں بولتے ہیں؟ انہوں نے کہا اس میں مرجع کی کیا بات ہے۔ مجھے کئی نسخے ہیں۔ اس پر مولانا تھانوی نے فرمایا کہ تم رام رام کہہ رہے ہو۔ حیران رہ گئے۔ حیران رہ گئے۔ رام کہنا شاذ لفظوں سے ہے اس طرح ہے کہ ہمارا بھی شاذ لفظوں سے ہے۔^{۱۲}

تحریک خلافت میں مسلمانوں کا جو شی ان کے برعکس ایک تھا اس لیے ان سے بعض ایسی حرکات سرزد ہوئیں جو اسلام کے بالکل منافی تھیں۔ مولانا تھانوی کا مسلمانوں کو شہرہ تھا کہ کام جو شی سے نہیں ہوش سے کیے جائیں اور تمام امور سر انجام دیتے وقت اس امر کو پیش نظر رکھا جائے کہ ”ہمارا یہ کام اسلام کے احکام سے تضاد میں نہیں“ مولانا کو تحریک خلافت کے قائدین اور شرکاء سے یہی گواہی کہ انہوں نے اس بنیادی اصول کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اس نکتہ پر نظر کرتے ہوئے آپ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ ”یہ مسلمان بھی جیسے چیزیں یہاں کوئی نئی بات لے کر کھڑا ہوا تو ایک کہہ کر اس کے ساتھ برہمیتے ہیں۔ دوست نہیں کی قضا کوئی شناخت ہی نہیں۔ اس کی پردہ کر ہمارا کام اٹھا اور اس کے مولیٰ کے احکام کے منافی تو نہیں۔ مسلمانوں کو کوئی کام کے کرنے سے پہلے یہ معلوم کر لے کی ضرورت ہے کہ اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ تب آگے قدم بڑھا چاہیے۔ یہ طرز فکر کوئی طرح مناسب نہیں۔“ ایک اور سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ”اصل کے وقت ہر کام کو درجہ شی سے کام دے کر جو شی کا انجام مطلوب

۱- اذان طاعت الیمینہ جمعہ چہارم ص ۸۸

۲- اذان طاعت الیمینہ جمعہ ششم ص ۱۰۹

ہمکا حدود شریعت کی مخالفت کرو۔ حضرت اہل قرینین قتال کے وقت بھی حدود شریعت کی مخالفت اور رعایت فرماتے تھے^{۱۰} مولانا اس سلسلے میں مثال دیا کرتے تھے کہ چوتھ کے جس قدر کام ہوتے ہیں پانچویں اور چھٹے ہیں اور چھٹے میں تمام کام ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس جو کام چھٹے میں ہوتے ہیں ساتویں میں تمام کام ہوتے ہیں وہ گمراہی پر چڑھتے ہیں۔ دیکھتے تیر بارش سے پیر اور تینوں ہفتی کی بارش سے پچیس سو روپے لہذا ہے^{۱۱} مولانا اپنے اصولوں کی سختی سے پابندی کرتے اور دوسروں سے کہتے کہ اپنے مقصد پر تھکتے۔ اسی لیے تحریک خلافت سے متعلق ہر امر کے بارے میں آپ کا یہی خیال تھا کہ ہر کام تادم سے اور اصول کے تحت کیا جائے اور اگر ہر کام تادم سے سے کیا جائے حدود شریعت کا خلاف نہ کیا جائے توچھ سو روپے مقصد کے حصول کی خاطر چھ سو روپے کی جائزیت سے پہلے ان دونوں باتوں کی طرح دلی میں تحریک میں شرکت کا سوال خارج از بحث تھا^{۱۲} اس لیے جو لوگ آپ کی تحریک خلافت میں حصہ نہیں لیا تو اس کی کیا کرتے تھے۔ آپ انہیں بھی جواب دیتے کہ اگر کوئی ایسی طاقت کی جائے تو ایسا ہی چاہیے کہ اس میں حدود شریعت کا تعقیب نہیں اگر مخالفت کی جائے تو جان جائے کہ اس لیے کہ مخالفت کی طاقت نہیں ہے اور ایمان اور جان ایک ہی چیز ہیں نہیں ہیں کہ دونوں کو نقص سے نال و دل۔ جان بدلنے والوں میں دیکھتے ہیں کہ انہیں میں مکر اصول اور قاعدہ کے ساتھ ہو۔ اگر اصول اور قاعدہ کے ساتھ ہو تو کسی ایک کی طرف میں جانیں قربان ہیں^{۱۳}

۱۰۔ "کافی گنجی" مہمات، اشرافیہ، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ص ۵۳

۱۱۔ اندرا لکھنوی "اصول و بار" بارہ بجی ۱۳۳۲ھ ص ۱۵

۱۲۔ "الانکشافات البریہ" ج ۱، ص ۵۵

ہندوؤں کے متعلق مولانا قاضی کے خیالات

مولانا قاضی کے نزدیک ہندو مسلمانوں کے اہل دیوبند ہیں تھے۔ آپ کے مفہومات میں ہندو ایک ہی قوم ہیں اور ان کے لیے ایک ہی قانون تھا کہ انہوں نے حضرت کی جنگ آزادی مسلمانوں کے ساتھ لڑا تو وہ بھی اس میں بار کے شریک تھے جو جنگ آزادی کے خاتمہ پر وہ دموت اگر بڑوں سے مل گئے کہ انہوں نے مسلمانوں کی قبروں کے انیس چالیسی پڑھوا دیا۔ اسی سلسلے میں فرمایا کہ یہ قوم زمیندار، جاہل و سادہ و زوریں ہیں مسلمانوں کو اس سے بہت زیادہ پسند کرنا چاہیے کہ اگر بڑوں کی قدرت کے سامنے ہندوؤں کے ساتھ مل کر کیا وہ ظاہر ہے۔ کچھ قدر سب کے شر سے شروع ہوا جو کچھ بھی ہو اگر اس پر ظالموں کو تباہ و برباد کر دے تو اسے سب کے سب اور ظالموں کی ہندوؤں، بدولت خیر و عمارت کے پھر تحریک انگریزوں میں سناؤں نے نہ دیا۔ بڑی بڑی قزاقان بن گئے اس پر ہندوؤں کے ملے سے راہ نہ گئے ان کے واقعات ان کے شہاد میں کہ ہر گز جان مسلمانوں کی بات نہیں چلی پڑش کی کوئی گمان ہزار کے بعد کہ جسے بھی ملے ہو ہم اور جسے بھی ان کو دست بخیر ان کی بچوں میں گھستے ہیں^{۱۴}

ایک اور مجلس میں ہندوؤں کے اس غرض کے متعلق فرمایا کہ ہندوؤں کی قوم نال و دل نہیں ان کے دوسرے دھرم کا حق نہیں۔ ہندو مسلمان اور ہندوؤں کے اقلیتی سے جڑھا گرجیب وقت ان پر ان کو کس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے اور مجرمان کی کر بڑا لیا جس میں ان مسلمانوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا انگریزوں سے اگر دشمنی کی بنا پر سب کے اسلام کے قاضی میں قیام و ان سے زیادہ مسلمانوں اور اسلام کو دشمن نہیں ہیں^{۱۵}

مولانا قاضی اگرچہ انگریزوں کو بھی مسلمانوں اور اسلام کو دشمن قرار دیتے تھے مگر

۱۔ "انکشافات البریہ" ج ۱، ص ۵۵

۲۔ "انکشافات البریہ" ج ۱، ص ۵۵

ہندوؤں کے سکرمش دیکھ کر کہتے ہوئے آپ اس کا بھی نتیجہ پر پہنچے تھے کہ ہندو اگر بڑوں کے زیادہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں، مولانا یہ دیکھ کر سخت حیران ہوئے تھے کہ اگرچہ انگریز اور ہندو دونوں قوت کو ہمیشہ شمالی تھے لیکن سلطان انگریزوں کی قربت آگے بڑھے ہوئے تھے مگر ہندوؤں کے پاس میں ان کا رویہ کیسے تھا اور وہ انہیں کمال کا دوست تصور کرتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ "ہمیں حضرات کی رائے سے کہ فار سے اختلاف میں ضروری ہے وہ لے گا کہ یہ بالکل پیچھے ہے مگر یہ ان کی کتاب میں لکھا ہے کہ فار سے اراک ایک ہی قوم ہے۔ دوسری قوم قربت کی مسلمان ہے اور اس سے اختلاف میں ضروری نہیں میں کو کہتا ہوں کہ پہلی قوم سے زیادہ دوسری قوم مسلمان اور اسلام کی سخت دشمن ہے۔"

مولانا قاضی تاج محمد کوڑنگ سے فرمایا کہ یہ کہتے تھے اور اس میں غیبا اور کالے کی تیز رو نہیں رکھتے تھے کہ آپ کی رائے قریبی کو گورے صاحب سے زیادہ ذہین و کمال تو کالہ ہوتا ہے۔ اس لیے اگر گورے صاحب کو گھر سے کالی دیا جائے تو کالہ توڑنے کو مجبور ہے۔ اور میں کا لورا زندہ رہتا ہی مشکل ہے۔"

مولانا قاضی ہندوؤں کے اس وجہ سے مخالفت تھے کہ انہوں نے مسلمانوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا تھا۔ ایک جلسہ میں فرمایا کہ میں کفار پر قریب سے بہت ہی غیلا ہے۔ ان کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا اور ہزاروں جاں میں ضائع ہوئیں۔ ہجرت کا بہت ہی اچھا، شرمی کا مسلمان تھا، مسلمانوں کو عرب حملے کی آواز اٹھائی۔ قرآنی کلام پر

۱۔ ان کا مشاعرہ "میر" ۲۲۲

۲۔ "ان کا مشاعرہ" میر کا شعر ۱۹۴

انہوں نے اٹھنا لیا۔ یہ لوگ مسلمانوں کے مخالفین ہیں مگر ان میں مال و مہارتوں کی سب چیزوں کے دشمن ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک ہم کلہ پھٹتے ہیں تمام غیر مسلم ہمارے دشمن ہیں اس میں اگر سے کالے کی کوئی تیر نہیں۔" مولانا اس امر پر حیرت کا اظہار فرماتے کہ ہندوستان میں وہ کافر ہیں مگر یہاں ہجرت کیا کہ ایک ہی قوم سے اس قدر دشمنی کیوں دوسری قوم سے کیوں نہیں؟ ایک اور جلسہ میں فرمایا کہ میں کو گھٹا کر کی ایک جماعت کو کہہ سکتے ہیں انہیں دوسری کہہ نہیں لیا ہوں دونوں بڑے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ ایک جماعت مرتبہ ہے اور دوسری غیر مرتبہ ہیں دونوں جماعتیں ہندوستان کے مختلف حصوں میں ہندو مسلمانوں پر کئے دن جو مظالم کیا کرتے تھے مولانا نے ان پر اکثر اپنے غصے کا اظہار کیا۔ ایک جلسہ میں فرمایا کہ اگر راست دن مسلمانوں پر ظلم کئے جائیں تو مخالفت کیا جائے گی نہیں لیکن اگر مسلمان انتقام میں بھی یہی کریں تو کفار میں وحشی ہو جائیں اور کفار میں خود وحشی اور کفار میں خود وحشی سمجھتے ہیں (۵) مولانا کے نزدیک اس کتاب کی دشمنی اور دشمنی کی دشمنی کے درمیان ایک فرق مروجہ تھا۔ آپ کے خیال میں اس کتاب دن کے دشمن ہیں دنیا کے دشمن ہیں۔ گویا کہے ہیں دن کے دشمن کی دشمنی بھی کر لیتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں دشمن دن کے دشمن

۱۔ ان کا مشاعرہ "میر" جلد پنجم ۱۵۰

۲۔ ایضاً ۱۴۴

۳۔ ایضاً ۳۵۱

۴۔ ان کا مشاعرہ "میر" جلد پنجم ۳۰۲

۵۔ ان کا مشاعرہ "میر" جلد پنجم ۲۲۲

ہیں۔ اس کا معیار یہ ہے کہ جس قدر قوت اور سطرت اہل کتاب کو حاصل ہے، اگر مشرکین کو حاصل ہو جائے تو ہندوستان میں مسلمان کا بیچ بیک نہ بچے گا۔^۱

مولانا ہندوؤں کا پرول "عہدِ قریش" اور "عہدِ قمر" کے نام سے یاد کرتے تھے۔ آپ کی رائے میں جو بھی راستے نام بہادری ان کے اندر پیدا ہوئی تھی وہ ان تحریکات کی بدولت ان میں پیدا ہوئی تھی۔ مولانا ان کی بہادری کو "ہندوؤں کی شہیدیت سے تعبیر کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہاں ہیں غاصب کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ میدان میں ان کو نہیں فتح نہیں ہوئی، یہ دوسری بات ہے کہ کون سے پہلوؤں پر ان کی رہنمائی رہی ہو۔ یا جہاں سارے گاؤں میں دوچار گھوسٹوں کے ہونے والے سارے گاؤں نے ہی مسلمانوں کو نقصان پہنچا دیا۔^۲

ایک اور موقع پر فرمایا کہ اگر ہندوؤں کو اگر زوروں کی طرح قوت حاصل ہوئی تو ہندوستان میں ایک کچھ بھی زندہ رہے۔ ہندو قوم کے تئیں ایک نام باقی رہے کہ وہ جعفر، قہر ہے اور وہ کسی بھی جاندار کا خون بہانے سے گریز کرتی ہے۔ مگر ان کی شہادت و واقعات اس کے برعکس تھے جہاں ہندوؤں کو قلعہ قاعد مسلمانوں کو نقصان پہنچانے سے گریز کرتے تھے۔ مگر گاؤں یا علاقے میں مسلمان اقلیت میں ہوتے ہندو وہیں ان کو سب سے زیادہ نقصان پہنچاتے۔ ہندوؤں کے اس طریق پر روانہ قادی نے ان کی سخت دیکھ کی۔ اور انہیں "بے نام" سے روک دیا۔^۳ اور کہ "عہدِ قمر" قرار دیا۔

۱۔ "الاقاضات الیوسیہ" جلد چہارم ص ۸۳

۲۔ "الاقاضات الیوسیہ" جلد سوم ص ۷۱

۳۔ "الاقاضات الیوسیہ" جلد ششم ص ۱۰۲

تھی۔ ہندوؤں کو اس پختہ نہیں تھا۔ مسلمانوں کی اس روش پر دکھ اور نفوس کا اظہار کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ "بڑے شرم کی بات ہے کہ ہم نے شہادت سے ہندو سرقات اختیار کر لی ہیں، جیسا ہندوؤں نے بھی ہماری کوئی رسم لی ہے۔ تنگ نظرگاہ سے غیرت بھی کوئی چیز ہے۔ ہمارے دل ان کی ساری رسم موجود ہیں حالانکہ مشرکین کی کوئی بھی بات نہیں لی ہے۔ ہمارے اسلام میں اپنی تعلیمات کافی ہیں اور سب سے اچھی ہیں۔ پھر کیا ضرورت ہے کہ ہم دوسروں کی معاشرت لینے پھریں؟^۱

ان تمام باتوں کو نظر رکھتے ہوئے مولانا قادی اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ قیامت آجائے ہندو بھی مسلمان کے غیر خواہ اور ہندو نہیں ہو سکتے۔^۲

گاندھی 'مولانا قادی کی نظریں

اگر مولانا قادی کے مخططات پر ایک نظر ڈالی جائے تو سب سے نمایاں بات یہ نظر آتی ہے کہ آپ نے کامی کے تئیں جس قدر غلط فہمیاں کا اظہار کیا ہے شاید ہی کسی اور لیڈر کے خلاف کیا ہو۔ ہندوؤں کے سرکش رویے کے پیش نظر آپ کو ان پر قطعاً اتنا نہیں تھا کہ اس لیے آپ نے جی جگہ ہندوؤں کے لیڈر گاندھی کے تئیں ملحقہ دھالی شہیدان، مکارا، دھوا اسلام اور فہم کے الفاظ استعمال کیے ہیں، ایک مجلس میں فرمایا کہ اس چودھویں صدی میں ایک طاقت خاں ہر راستہ اس کو کھینچیں کہ کڑا مقلد اور بدلتے ہوئے۔ چشموں کو مقلد سمجھتے ہیں۔^۳ فرمایا تھا اس سیاسی کارکردگی و حال سے کہ نہیں

۱۔ "الاقاضات الیوسیہ" جلد سوم ص ۳۲۹

۲۔ "الاقاضات الیوسیہ" جلد سوم ص ۳۲۹

۳۔ "الاقاضات الیوسیہ" جلد سوم ص ۳۲۹

معلوم کئے گئے کہ ایمان غراب ہو گئے اور دعوائے کیا کر کے کا دعویٰ بھی کر کے گا^(۱)۔
 ایک عورت نے چند دوسرا نکاح کے پیش میں اگر کہا کہ اگر تم بہت عزم نہ ہو تو چکا دیں
 سستی نہ تھی۔ اس عورت کی اس بڑے سرائی پر تیر کا رشتہ ہوئے آپ نے فرمایا کہ یہ سیرت
 ہے کہ ایسا کم نہیں ہوتا۔ اگر ایسا کہہ دیتا تو پہلے آفریت ہے ایمان لانا^(۲)۔
 جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ مولانا تھانوی کی رائے میں تحریک خلافت کے دوران
 جتنی تباہی مچا رہے تھے وہ تمام ترک کا دعویٰ کی سوجھ بوجھ ہیں۔ مولانا کو مسلمانوں کے اس
 طرز فکر میں بہت افسوس تھا کہ گا دعویٰ جیسے کسی نئی کیم پیش کرتا ہے۔ مسلمان
 کے لیڈر اس کو قرآن و حدیث پر پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کے متعلق فرمایا کہ ہر
 گا دعویٰ کے لئے کھانچے اس کو قرآن و حدیث میں غور کرنا ان کا کام ہے۔ دیکھ لیجئے
 اتنا زور دے کر کیا ہے گا دعویٰ کے کوئی نئی سکیم کا اعلان نہیں کیا۔ مسلمانوں میں اب
 دوسری نئی سکیم کی جو ہیں ہر گا دعویٰ کے مسلمانوں کو قرآن و حدیث میں انوکھے گئے گی^(۳)۔
 تحریک خلافت کے دوران مولانا تھانوی سے یہ سوال باہر کیا گیا کہ مسلمانوں میں
 کی اور صاحبہ چہرہ کی کیوں کر رہتے ہیں۔ اس کے جواب میں آپ فرماتے ہو گئے ہیں
 دنیا کی رحمت دے رہا ہے اس لیے دنیا کے بھائی اس کے ساتھ ہیں، ایک تحریک
 شخص نے سب سے یہ دیا نصت کیا کہ مسلمانوں میں کوئی قسم کا دعویٰ جیسا سیاست دان
 نہیں کرے گا اس کی چہرہ کی کریں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر آپ ذرا غور و فکر سے کام لیتے

- ۱۔ انفاضات الیوم، جلد سوم ۳۹۲
- ۲۔ انفاضات الیوم، جلد چہارم ۳۹۸
- ۳۔ انفاضات الیوم، جلد اول ۴۰

قریب وال کر کے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی ہو کہ یقین جگہ میں یقین ہے کہ مسلمانوں میں
 ایک نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں گا دعویٰ جیسے نہیں بلکہ اس سے کہیں زائد معلوم ہوئے
 ہیں کہ مسلمان ان کی پیروی نہ کریں تو ان کی کیا خطا ہے؟^(۱)
 ایک مسافت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے بارے میں ایک کتاب
 لکھی جس میں لکھا کہ انبیاء کی کیا بائی کا لادہ تھا کہ ان میں استقلال تھا اور اس کی ذمہ دہ نظیر
 گا دعویٰ موجود ہے۔ مولانا تھانوی نے مصنف کے اس جملے پر محنت کر کے کہتے ہوئے
 فرمایا "نہوذا تھانوی کے نزدیک یہ بات ناقابلِ غور ہے کہ ایک کذاب دعویٰ سے تفریق
 مولانا تھانوی کے نزدیک یہ بات ناقابلِ غور ہے کہ ایک کذاب دعویٰ سے تفریق
 ہوا تو یہ کہ کذاب جو دوسرے طرح مسلمانوں اور اسلام کا جہود و غیر خواہ اور دست ہو سکتا ہے
 آپ نے فرمایا "میں نے اسی لیے قیاس تحریک کے دہاتے میں کہہ دیا تھا کہ شخص
 توحید اور رسالت کا منکر ہو دے اسلام اور مسلمانوں کا کسی غیر خواہ اور جہود ہو چہرہ کی کچھ
 میں نہیں آتا۔ اب دیکھو مسلمانوں کے ساتھ اس کی خبر نہ لائی اور قوم مسلمانوں کو حکومت کے
 آگے کر دیا اور ادھر شیعہ کا مستعار ہی کر دیا یا غرض ہر طرف سے مسلمانوں کے جان و مال
 ایمان چاہیلاؤ زرا زمین اور مال مذہب کا مالک اپنی قوم کو نہا جاتا ہے؟^(۲)

ایک اور مسلمان گا دعویٰ کے متعلق فرمایا کہ ایک صاحب اس صوفی کے متعلق لکھتے
 تھے اس طاقتور گا دعویٰ (جس کا تامل ہے اور رسالت کے متعلق یہی اس سے لکھ کر دیتی

- ۱۔ اسعد الابرار ۱۳۲
- ۲۔ انفاضات الیوم، جلد چہارم ۳۹۴
- ۳۔ انفاضات الیوم، جلد چہارم ۴۰

تو اس نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ محمد رسول اللہ اللہ کے رسول تھے جس نے کہا کہ ایک
تو جانتا ہے اور ایک دانتا ہے۔ مرستہ جاننے سے کیا ہوتا ہے اسنے سے ہوتا ہے۔
چاہتا تو ایسا ہے کہ جیسے یہ جن جانتا تھا کہ جارج چم ہارشاہ ہے پھر جارج سے لڑا گیا
کیا جانتا کافی ہے۔ جارج کے دل سے پوچھ کر تھم لیا ہے اور قہر کے دل سے پوچھا
کہ جارج کیسا ہے۔ معلوم ہوا ہے گا۔ اس سے کیا ہوتا ہے۔ کہ یہ بھی جانتا لیا لکھتے
اگر وہ قہر کا قاتل ہے جس کو اللہ کا رسول دانتا ہے تو قبول اسلام کا اعلان کیوں نہیں کرتا
تو کہیوں نہیں پڑھتا۔ قرآنی کا کیوں نہیں کرتا؟^(۱)

ایک اور شخص میں کا دعویٰ کے متعلق فرمایا: "اس نے میں ایک طاقت ہے مثل
تو اس کے پیچہ کو نہیں جانتی۔ سارے کاس میں غزوہ دنا کا جو دیا ہے اور مسلمانوں کی قبولیت
اس کے بعد فریب میں لگتی اور اس کو اسلام اور مسلمانوں کا غیر خواہ مخواہ بھیجی جانا کہ وہ اسلام
اور مسلمانوں کا سخت دشمن ہے۔ محتوہ واقعات سے اللہ تعالیٰ نے اس کی دشمنی کو پیش از
باہر کر دیا ہے۔ اور لوگوں کو اتنی یقین آگیا ہے کہ وہ اتنی جاہل و ذلیل و جاہل شخص
ہے۔ یقیناً ہے کہ اب بھی مدعی میں ہے۔ شاید کوئی اور وہیپ جاں رسلمانوں کے سامنے
ہوئے۔ اب خدا معلوم کس شخص میں ہے۔ شاید کوئی اور وہیپ جاں رسلمانوں کے سامنے
آئے جب بھی جلیٹ نام پڑا ہے۔ ایک خاصہ رنگ بنا کر آتا ہے۔^(۲)

۱۔ الکافحات البزیرہ جلد پنجم ۱۴۱، ۲۔ الکافحات البزیرہ جلد ششم ۱۰۹

کھڑکی کی اس کھڑکی پائسی کے متعلق اس کا نام ایک کے لیڈر این نال نے لکھا تھا کہ ان کی عادت
کا اظہار کیا جس نے ان کو درشت و راج میں لکھا کہ دعویٰ کی ہر سلاطین و چال میں لکھ کر دیا اور
مسلمانوں کو یہ قوت بنا چاہتے تھے۔ مسلمانوں کا گمراہیوں سے لالہ میں رہتے۔

ہندو مسلم اتحاد مولانا تھانوی کی نظر میں

تھانویس خلافت کے دوران میں چند مسلم اتحاد کے دعویٰ نکلا ہر نے دیکھنے میں آئے
تھے۔ جو کہ مولانا تھانوی کی ہندوؤں اور گاہر جس کے متعلق آخری رسالے قی کر کہ مکر قوم کے
دوست اور ہمدرد ہیں ہو سکتے۔ لہذا آپ کی طرف سے ہندو مسلم اتحاد کی تائید کا سوال خارج
از بحث تھا۔ اس لیے آپ نے جاہل متبعی کے ساتھ ہندو مسلم اتحاد کے فوٹو کی ذمت
فرمائی۔ مولانا کی رائے میں اگر مسلمان خود اپنی اصلاح کریں۔ مذہب کا ان کی طبیعت سے تمام
لیں تو پھر ان کو کسی سے امداد یا کسی سے اتحاد کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اس کے متعلق
ایک مرتبہ ایک مجلس میں فرمایا کہ مسلمانوں کی شان اس کے باطل خلاف ہے کہ وہ دوسری ذیل
کی دشمنی اختیار کریں۔ یا ان کی تائید کو ذریعہ برقی باتیں باقی سے کسی قوم کی مدد کے خواہاں
ہوں۔ برقی غیرت کی بات ہے ان کو اللہ تعالیٰ پر حیرت رکھنا چاہیے۔ مشروع تلویز کر
اختیار کرنا چاہیے۔ اپنے صفت کے کلاموں کو پیش نظر کرنا چاہیے۔^(۱) ایک اور مجلس
میں فرمایا کہ گروں انگریزوں میں گھستے کہ ان کے پاس ہادی مخلص و بہرہ کے اسباب کیا
ان کا سالیاس ان کی کسی لیل چال ان کی معاشرت اختیار کرنا ہے۔ کوئی ہندوؤں کی عقل
میں جاگھتا ہے کہ ان کے ساتھ رہتے ہیں ہماری ملاح و بہور ہے۔ ان کے ساتھ شریک
ہو کر حکام مسلمہ کے کہ ان کے کمال کر کے کو تیار ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ ان کا ملک کو قرار کر کے کو
تیار ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ ہے کہ اس کے کہ دے ہندوؤں کے کچھ دانا: انگریزوں کے کچھ دانا^(۲)

۱۔ الکافحات البزیرہ جلد پنجم ۲۹، ۲۔ الکافحات البزیرہ جلد پنجم ۳۸

مولاؑ تھا تو ہی کے نزدیک ہندو مسلم اتحاد صرف اسی صورت میں قائم ہو سکتا تھا کہ دونوں قریں اتحاد میں مساوی اہدائیں ہوں۔ ایک مذہبی صاحب نے اس خطبہ پر آپ سے ایک سوال کیا کہ ہندو مسلم ہم کام رکھیں وہوں یکساہی مساوات ہوگی یا اس وقت ہندوؤں کے ساتھ کرام پہلا سکتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر اسے عجائش تو مسلم ہوتی ہے مگر اس وقت تجربہ کی بنیاد پر دیکھا جائے گا کہ اس بشر اک میں کس کا فتنہ ہے اور کس کا نقصان ہے۔ اگر مسلمانوں اور ہندوؤں کے باہدوں میں محکومت آجی جائے اور تیسری قوم بے قول ہو جائے تو کیا بی تب بھی ہندوؤں کی ہوگی مسلمانوں کی دچوگی ہوگے ترکیب کے علاوہ سے اور دوسرے ان کی کشریت کی بنا پر تیسرے ان کے جانے حالات پر نظر کر کے اور عقل پر فتنہ و حکومت کا دلکا ہے۔ اور ہندوؤں اور مسلمانوں میں یہ احتمال ہے ہی نہیں کہ عدل ہو۔ جیسا کہ ہندوؤں کی کارگزاری سے اس وقت ہم سبلا پر ہے کہ مسلمانوں کو ہندستان سے مٹا چاہتے ہیں۔ یہ اپنے دل مذاق سے باز نہ آئیں گے۔ اس کا نتیجہ خوں ریزی اور فساد ہے۔^(۱)

تحریک خلافت کے دوران سلطان حسن انارکلی کا مذہبی کی پیروی کر رہے تھے مولاؑ کے نزدیک وہ ہندوؤں کا لالہ بننا تھا کہ یہ ہندو مسلم اتحاد کی کوئی صورت بھی چاہا کہ مس میں ہندو مسلم اتحاد کے موضوع پر گفتگو کرتے کرتے فرمایا "مذہب ہندوؤں نے مسلمانوں کو قریب تر یہ مذہب مٹا دیا کہ یہ مسلمان چاہتے ہیں کہ اتحاد ہر تر باطل خلیفہ ہے۔ اتحاد تو اس وقت ہوتا ہے جب دونوں قریں مساوی ہوں۔ عدم معلوم مسلمان ہندوؤں کے اتحاد گرویدہ ہوں ہو گئے ہیں۔ ان کی نظروں میں گذشتہ واقعات ہیں وہ بھی اس حق پر احمق نہیں

۱۔ ان واقعات پر میر محمد سرگرم ص ۳۱۹۔ ۳۲۰

کر سکتے مگر آج کل کے ذہان اس قوم کی تہیت سے بے خبر ہیں۔ ان کی دوستی کا تجربہ مسلمانوں کے لیے خیر ناک ہوگا۔^(۲)

مشرقی کاؤ

تحریک خلافت کے دوران ہندو مسلم اتحاد کو مضبوط بنایا کر کے کے لیے قربانی کاؤ کا سوال خاص طور سے زیر بحث لایا گیا تھا۔ چند مسلمان لیڈروں اور غیر مسلمی علمائے قرآن مجید اور اعلیٰ بیت نبوی سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اس کے کی قربانی ضروری نہیں ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ہندوؤں کی خوشنودی کی خاطر مسلمان کاٹنے کے بجائے جیٹھ کی قربانی کیا کریں۔ چنانچہ جمیہ العلماء ہند کے لفظوں کے جلاس میں ایک صاحب مذہبی تاثر لایا کہ اسی نے ایک قرارداد پیش کی کہ ہنگامہ کشی میں ہندوؤں کی دلوں کے لیے گائے کی بجائے جیٹھ کی قربانی دی جائے۔^(۳) "آخر میں جسٹس نے ریکارڈ" لکھا جی کے نزدیک "گائے کشا" کا سوال ہندوؤں کے نزدیک مذہبی اہمیت رکھتا تھا چونکہ مولاؑ تھا تو ہی ہندو مسلم اتحاد کے موضوع میں پیشین رکھتے تھے اور گائے کی قربانی دشمنان اسلام میں شمار کرتے تھے اس لیے وہ کل ہندوؤں کی خوشنودی کے لیے کسی بھی مشاعرہ اسلام کو کچھ بڑے کا مشورہ نہیں دے سکتے تھے۔ ایک مس میں قربانی کا گائے کے سوا فرمایا کہ اگر کسی کی رائے پر ہندو مسلمان کا کوشی بھی دیوں تو چونکہ اس رائے کی وجہ ملت کو یہاں تک سے اس لیے فتنہ خیز کے نتائج میں داخل ہو جائے گا۔^(۴) جب کہ گائے کو ملے اور گشت کیا گئے

۱۔ ان واقعات پر میر محمد سرگرم ص ۳۱۹

۲۔ انارکلی شری کوئی جمیہات مشرقی و مشرقی اعلیٰ مقام ص ۱۵۰ ص ۱۵۰

کو اسلام سے متعلق نہیں حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے شہیدین معلوم ہوتا ہے کہ "من دلیہ ملتنا واستقل فی ملتنا واکل دیہہ حنظلہ" (۱)

ایک دہلیس میں فرمایا کہ "ہندوؤں کا طریقہ ہے کہ پہلے تو احسان کرتے ہیں اور پھر اپنا کام بناتے ہیں، ایک گجراتیوں نے بھی لاکھ دے دیے تھے کہ وہ ہمارے کام کو کرنی دے دے گا اور کیا اس قدر دے دیں تو ہمارے موت پڑتا ہے، قرآنی وقف کر دے، بعض ملک نے کہا کہ دہریہ سلعہ دیکھتے ہیں پر یہ اثر ہوتا ہے، ہمارا سکس کروڑ چاہیے مگر دنیا کے تمام خزانے بھی نہیں، اور ایک شہر خلافت کا پرچہ سے تو خزانے کی طرف نکلا کر بھی دیکھیں

مولا تھا تو کہا تھا کہ چونکہ قرآنی شہداء اسلام میں سے ہیں، یہی ہزاروں انھوں مسلمانوں نے اپنی جان کی قربانی دے کر کام کیا ہے، اس لیے اگر مسلمان ایک شہداء اسلام کو بھیجے دے پتہ چلے تو ان کی زندگی شروع ہو جائے گی اور ان کا دوسری قوموں کو اس بات کی دعوت دینا جو کما سب احکام اسلام ایسے ہیں ان کے لیے ان کو کسی قسم سے چھڑا جاسکتا ہے۔

مولا نے مسلمانوں کو شہداء کا گروہ دہریوں کو دینے کی خاطر وہ قرآنی گروہ کو ترک کرنے پر آمادہ نہ کیا، ان کے لیے تو پھر کئی گروہوں کا مطالبہ ہو گا کہ پھر ہزاروں دہریوں کو دہریوں کو دہریوں میں لٹا دیں اور ان کو دیکھ جائے کہ یہ گروہ حقیقت میں تو یہ مسلمانوں کی طرف سے تھے، مولا تھا تو یہی چونکہ قرآنی گروہ شہداء اسلام میں سے تھے، اس لیے آپ کے نزدیک

۱۔ گزلیات، صفحہ ۱۷۶

۲۔ غرضیہ، ص ۱۸۵، "حسن المعرفہ، ص ۱۸۵

۳۔ انکشافات، ص ۳۱۹

اس کا گروہ تھا، اسی موجب قرآن تھا، فرمایا کہ "اس وقت مسلمان کی زبان میں یہ نہیں ہے کہ ایک دوسرے دہریوں کی موت خیر ہے، گروہ تھا، یہاں یہ بات تیار ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کو شہداء اسلام میں سے سمجھتے تھے، آپ نے اپنے ایک کتب میں لکھا تو یہی جبر و جبرستان اور شہداء اسلام است، ذہن کو دہریہ میں ایک بڑا اسلامی شہداء ہے۔ (۲)

ترک موالات

روایت ایک کے خلاف احتجاج کے دوران گاہی ترک موالات کا نسخہ لکھ کر رکھا تھا، مولا نے یہی خلافت کا فلسفہ میں یہ چونکہ پیش کی گئی کہ مولا کو ہی حکومت سے ہر قسم کے تعلقات چھڑ کر دیے جائیں، ہر کامی ملازمین میں بعد میں چھوڑ دیا، قرآن اور کائنات ترک کر دی جائیں، اور ان کی خلافت کو دیکھ دیے جائیں، انھوں اور سکول کو جو امداد حکومت سے ملتی ہے اسے لینے سے انکار کر دیا جائے اور کچھ لوگوں میں خدمات اور کھلے جائیں، چھوٹا، علماء، جسٹس، چھ ترکہ ہوا، اس کے کوین اسلامی قرار دیا اور اپنے اجلاس میں نہ مشہور فرمائی جاتی کیا جس پر ہم ہمارے دستخط تھے، اس فتویٰ میں کہا گیا کہ ترک موالات اصطلاح شروع میں یعنی محبت و صلہ اور اپنی امداد کے متعلق ہوتا ہے، اعتدالین سے باقاعدہ دونوں معنی کے ہر قسم ہے، اعتدالی نے قشتالہ اسلام سے موالات رکھنے کو منع فرمایا ہے، مولا وہ قاضی ہوں یا پشما، چلا ہجرت ہوں یا باہجرت، اعتدالی نے

۱۔ انکشافات، ص ۳۱۹

۲۔ مکتوبات، امام باقی، ص ۱۸۱، دکن، ۱۸۱۳، مکتوب، ص ۱۸۱

۳۔ دکن، ص ۱۸۱، "سیاست، ص ۱۸۱، مکتوب، ص ۱۸۱، ۱۸۱

فرمایا ہے کہ تین کا فرد ملنے والے تین کے معاملے میں تم سے قاتل کیا ہے تم کو اپنے ملک سے نکال دیا ہے اور تمہارے اخراج میں مدد دی ان سے دوستی اور باہمی امداد سے قدامت کو روکتا ہے اور چونکہ ایسے کثرت سے حالات تھیں وہ سب ظالم ہیں جو مسلمان باوجود اقلیت اس مسئلہ کے ان سے موالات رکھتے نہت گناہگار کو گرفت ہستہ کی کوششوں کی میری پیشہ دکالت امتناعی دہریہ و سرکاری یا غیر سرکاری سکولوں میں تعلیم حاصل کرنا یا بچوں کو تعلیم دلوانا گرفت سے تعلیم میں مدد لینا۔ آزادی میسر نہی قبول کرنا خطرات قبول کرنا یہ ساری چیزیں موالات میں داخل ہیں۔^۱

چنانچہ چند رشتائی مسلمانوں نے اس فتویٰ کی پیروی کی سرکاری ملازمین ترک کر دیں اور اذیت دیں کہ سب مسلمان ظالم نے سرکاری امداد سے پھینے والے سکولوں اور کالجوں کا پانچواں کٹ کیا۔

ترک ملازمت کے مسئلے میں مولانا تھانوی کا خیال یہ تھا کہ ملازمت ترک نہیں کرنی چاہیے اس سے طرح طرح کی پریشانی اور مشکلات پیدا ہوں گ۔ اور مسلم نہیں انسان بن پریشان اور مشکلات کا تھکا ہوا نہ رہتا ہے یا نہیں؟^۲

مولانا کی رائے میں اگر کوئی شخص ایسی ملازمت کر رہا ہے تو ناجائز ملازمت کے ذریعے میں آتی ہے تو اس کو کس وقت کوئی چھوڑنی نہیں چاہیے۔ بلکہ کسی اور طریقہ کار کی فکر میں رہے اور کوئی حال فریبہ حاشیہ نہ آجائے تو ناجائز کوئی فرد اچھڑو سے کیونکر اجاڑ کوئی میں تو ایسے ہی باطن مبتلا ہے جب کوئی چھوڑے گا تو سب کو مل (تقدیر بعد طاعت) میں بھی آگئی یہ شخص ملامت و ملامت

۱۔ الفتاحات الیومہ جلد ہفتم ۲۱

جلوس میں مبتلا ہو جائے گا^۱ مولانا تھانوی سے تحریک کے دوران میں یہ فتویٰ عجب کیا گیا کہ آجائے گا تو کوئی راہ چھوڑ دی جائیں چاہے ذرائع معاش کے فقدان سے تنگی ہی کیوں نہ ہو مولانا نے جواب میں فرمایا کہ "یہ مکالمہ معین اوقات ترک واجب نہ ہے پہنچتا ہے شکامی کے پاس ہفت روزہ ناچار کوئی کے یا غلامی تجارت کے دوسرا ذریعہ معاش نہیں اور اسے متعلق اہل میاں کے لیے اس پر اکتساب واجب ہے تو اس معاملہ سے اس واجب کا ترک لازم آتا ہے اور ترک واجب موجب معصیت ہے۔"^۲

جب سب قانون سے ترک موالات کے فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے سرکاری ملازمین چھوڑنی شروع میں فریبہ دہوں نے انہی ملازمین کو کھینچنا شروع کر دیا اس سے سکولوں کو سخت حاشیہ پریشانوں کا سامنا کرنا پڑا اس بنا پر مولانا تھانوی نے ترک ملازمت کو ناجائز قرار دیا اور ایسے لوگوں کو کم فائدہ عمل قرار دیا۔^۳ ایک سرکاری ملازم نے یہ ترک موالات کی حمایت میں ملازمت سے استعفیٰ دے دیا تھا مولانا کو ایک خط لکھ کر دیا ہے اپنی حاشیہ مشکلات سے آگاہ کیا اس پر مولانا نے فرمایا کہ صاحب سرکاری ملازم تھے اس تحریک کے سبب تنگی ہو گئے ملازمت تلاش کرتے ہیں کچھ عینی نہیں پریشان ہیں دینا اور دنیا و دینا غلامی ہونے اس کا گھٹس کی وجہ سے چھوڑ پریشان ہے۔^۴

۱۔ کمالات اسعدیہ ج ۳ ص ۲۲۳

۲۔ الفتاحات الخیر در مسائل سیاسہ ص ۱۶، ۱۷ و ۱۸ (دیرجہ ۱۳۵)

۳۔ الفتاحات الیومہ جلد اول ص ۹۱

۴۔ الفتاحات الیومہ جلد ہفتم ص ۱۸۰

ترک مرادات کو ترک کرنا تھے کہے لیے میرک جرنیل مہسوں اور اسحاق وٹرو کے گھیرے
 اقتبا کیجے گئے مولانا قادی نے ان تمام امور کے متعلق بھی اپنی رائے کا واضح طور پر اظہار فرمایا
 آپ نے ایک صاحب کے دریافت کرنے پر میرک جرنیل کو خوشی اور مرحوم موت کا نام دیا۔
 ایک جلس میں فرمایا کہ آج کل بھاری کی ایک نئی ترنگی ہے ہاکمنا، ذیل ہونا میرک
 جرنیل کا نا پسند ہے اس لیے یہ حکومت مل جائے ایسے کم و بھل لوگوں کو جو حکومت
 کا کام بھی نہیں لینا چاہتے^(۱)

جوگک اپنے آپ کو گرنادی کے لیے پیش کرتے ان کے متعلق ایک صاحب نے
 مولانا کی مجلس میں کہا کہ جوگک اس تحریک میں کام کرتے ہیں وہ گرفتاری کا چنے لیے ہامش
 قزاق عزت سمجھتے ہیں اس پر مولانا قادی نے فرمایا کہ جی ہاں یہ جتنا ایسا ہی ہے کہ جیسے
 ایک سرحدی ہندوستان آیا دہشہ میں کسی صوفی کی کان سے ملو اٹھا کر لے گیا۔ اس پر جسے
 پوچھ کر پوچھ کر پوچھ کر لے گیا۔ حاکم نے دیکھا کہ وہ دوسرے اور حرکت بھی مولیٰ کی ہے
 معلوم کیا کہ اس گلہ سے رہو اگر اگر لوگوں کو کوئی کیا تے والی چیز دے کر مارے شہر گشت
 کر دیا جائے کہ ایسا ہی کیا گیا جب یہ سرحدی وطن واپس پہنچا تو لوگوں نے دریافت کیا کہ آنا
 ہندوستان رتن پودی آن لکھنؤ گاہک است۔ تو یہ سرحدی کہتا ہے ہندوستان ملک خوب
 است طبع خودی منت است۔ سواری فرحت است۔ است فوج عطلان منت است۔ دہم
 منت است۔ عرض کرتے ہیں کہ اسباب ان کی دولت کے جمع کئے گئے تھے اس کے انہوں
 نے اپنے لیے ہامش عزت و فخر سمجھا یہی حالت آج کل کے لوگوں کی ہے خدا معلوم

۱۔ انانکانت لیریز جلد چہارم ص ۵۱

۲۔ انانکانت لیریز ص ۱۲۵

کر ان کی عقلوں کو کیا ہوا ہے۔^(۱)

تحریک جرنیل بلے میں مولانا قادی کی رائے

تحریک خلافت کے دوران مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا عبدالباقی قادی نے قادی کی حرکت
 سے ہجرت کے قادی جاری کیے گئے۔ اس سے پیشتر مولانا مولیٰ اور شرکت علی نے لارڈ
 چیمفرد کی ایک سمجھوتہ پر لکھا تھا کہ ان میں کوئی کیا نہیں کہا گیا کہ کوئی بھی کسی سرزمین جو اسلام کے
 لیے معذور نہ ہے تو ان کی عزت میں مسلمانوں کے لیے وہی راستے باقی رہا ہے جسے اس سے پہلے ہجرت کا
 چہاں وہم ہجرت، چونکہ ہماری پیشین ہمت کو دوسرے اس سے یہ عزت عام ہوتا ہے کہ
 راستہ ہی باقی رہ جائے۔ اگرچہ یہ کوئی قادی تھا لیکن اس سے یہ عزت عام ہوتا ہے کہ
 حالات نے مسلمانوں میں اس نوع کی سوچ بھی پیدا کر دی تھی۔ ابناہ قادی مولانا ابوالکلام
 آزاد اور مولانا عبدالباقی کی حرکت سے جاری ہوتے مولانا ابوالکلام نے اگرچہ جو قادی جاری
 کیا۔ اس میں مسلمان ہند کے لیے جنگ اول کے بعد ہجرت کو واجب قرار دینے میں لغوی
 ہجرت کا شرعی طور پر پیشینہ نہ لایا۔ دوسرے شخص کے لیے ہجرت کو ضروری قرار دیا گیا۔
 چونکہ ہندوستان سے ہر شخص ہجرت نہیں کر سکتا تھا اس لیے قادی میں کہا گیا کہ اس شخص
 ہندوستان میں مقیم رہیں ان پر انگریزوں سے ترک مرادات لازم ہوگا۔^(۲)

مولانا عبدالباقی قادی نے کوئی ایک ہندوستان (دارالخبرہ نہیں تھا اس لیے ہجرت
 سے متعلق جو قادی انہوں نے جاری کیا اس سے کسی بات کی مخالفت نہیں ہوتی۔ مولانا

۳۔ نظام رملی جرنیلات آزاد کتاب منزلی ص ۱۲۰-۱۲۱

۴۔ تعلیم قادیان ص ۱۲۵

۹۸

عبداللہ بن علی نے ایک مشورین میں کرنا تھا کہ میں اس سرسبز شائع ہوا، یہ کھانا کو ہندوستان
 دارالاسلام ہے اس لیے ہجرت فرمائی ہیں اس پرچہ اور اس سب کچھ عبداللہ نے دہلی میں پیش کیا
 میں ایک خط میں مولانا عبداللہ بن علی کے دلائل کو غلط بتلائے ہوئے تھا مولانا عبداللہ بن علی نے
 عبداللہ بن علی کے قادی کا ذکر کیا جس کے نزدیک ہندوستان دارالاسلام نہیں رہا تھا ہم
 اجڑا ب کے نزدیک چونکہ مسلمان ہندوستان میں دیکر دوسرے ممالک کے مسلمانوں کی حد
 نہیں کر سکتے تھے اس لیے ہجرت لازمی تھی^{۱۱} اس پر مولانا عبداللہ بن علی کا ایک خط اس
 اخبار میں شائع ہوا جس میں انہوں نے کھانا کو ہندوستان کو مولانا عبداللہ بن علی سے کہتا ہوں گا تو
 حکومت کو قادی یا مسلمانوں کا قتل نہ ہوتا ہوں اس صورت میں مولانا عبداللہ بن علی کے حکام
 جاری ہو گئے ہیں مولانا نے اس بات کی بھی تصریح کی کہ میرے نزدیک ہجرت فرمائی
 نہیں ہے اور یہ حدود بالذات بلکہ فرض دفاع کے لیے کی جاسکتی ہے۔ ساتھ ہی اس خط
 میں مولانا نے یہ بھی لکھ دیا کہ اس وقت جنگ ہجرت کرنا چاہیے ہیں انہیں دیکھنے کا کوئی
 حق نہیں اور جو نہیں کر سکتے خدا نے ان پر جبر نہیں کیا مولانا خود قادی خود پر ہجرت کرنا
 چاہتے تھے مگر ان کے پیروں نے انہیں مانگا کہ اس سے روک دیا۔

۱۔ ایک اور مشورین میں مولانا عبداللہ بن علی نے جن خیالات کا اظہار کیا ان سے دو قیاسی
 کی حمایت ظاہر ہو رہی ہے آپ نے شاہ عبدالعزیز کا حال دیکھتے ہوئے کھانا کو ہندوستان
 میں ہجرت فرمائی نہیں لیکن اس کے باوجود اگر ہندوستان باغیوں دارالاسلام ہے تو ہجرت
 کی ضرورت پر ضرورت میں نہیں رہ سکتی۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ فرض دفاع کے انجام دینے

۱۔ مولانا عبداللہ بن علی (۱۲ مئی ۱۹۲۸ء ص ۱)
 ۲۔ ایضاً ۱۹ مئی ۱۹۲۸ء ص ۳

۹۹

کے لیے میں ہجرت کا حکم دیتا ہوں۔ ان مشورین میں بھی آپ نے یہ لکھا کہ میرا ارادہ ہجرت
 کا تھا مگر مشورہ سے روک دیا گیا۔ یہ صورت حال آتی رہی آپ کو یہ پتہ چل گیا کہ
 مولانا کو ایک سال بھیجا جس میں ان سے اسٹریٹجی کو وہ اپنے خیالات کا واضح طور پر ظاہر
 فرمادیں^{۱۲}

اس فتویٰ نے اپنا اثر دکھایا اور ہزاروں مسلمان اپنی جانیں دیں فرخت کے خلاف مسلمان
 کی طرف ہوا دہلی کے گئے ایک سوا اڑھائی لاکھ کے خلاف گشت ۱۹۴۰ء تک چار سو چار
 مسلمان افغانستان میں داخل ہو چکے تھے جب ہجرت کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا
 گیا تو افغانستان کی حکومت نے دہلی پر پابندی لگا دی مسلمانوں کو وہاں ہندوستان میں لے جانا
 قبول نہیں کیا مگر یہی ایک قدم تھا پور مسلمانوں نے میرے پیچھے کیا^{۱۳}

موجودہ سندھ سے جہاں کے مسلمانوں نے تحریک ہجرت میں بڑے عرصے میں خوش اور
 بڑے جوش و خروش لیا میں نے تحریک ہجرت کے دوران ایک شخص نے مولانا قادی سے ہجرت
 کے بارے میں فتویٰ دریافت کیا خطوط میں شامل ہے اس بات کا ذکر غلام محمد پر کیا کہ
 "گوئی کا خیال ہے کہ آپ اس خط کو جواب نہیں دیں گے" مولانا قادی نے ہجرت
 کے متعلق فتویٰ دیا کہ شریعت نے جب ہجرت کے لیے جو شرائط مانگی ہیں وہ شرائط
 اب بھی موجود نہیں ہیں۔ اس تحریر کی چونکہ ایک فتویٰ کی شکل میں موجود ہے قابل ذکر بات
 یہ ہے کہ آپ نے اس فتویٰ کی عبارت عربی زبان میں بھی مولانا عبداللہ بن علی نے خط

۱۔ مولانا عبداللہ بن علی (۱۲ مئی ۱۹۲۸ء ص ۱)
 ۲۔ The Ulema in Politics p. 26۱
 ۳۔ پاکستان ماگزیین صفحہ ۱۰۳

۱۔ میاں یاسر قاضی دگر ہے کا تخریکِ عبرت کے دوران میں سورج کے بندھنوں کے سلسلہ کی کج رجحان پر
کاٹہ مار کر گردن کی نظر سے سلاخوں کی زمینیں میں جسب سب سب جاہلین نے انڈا نشان کا کرنا تھا تو
بندھنوں کے دھڑ سے اس کی زنجیر لٹکتی زمین سورج کے چکر خیر میں۔ اسی کرت ۲۰۱۰ء کو پورے کابل، پٹانچے
میں لگا لگا۔ کہیں سے کڑی سے پھنکھنوں ۵۵
۵۰۔ الاقاہات، المریضہ، جلد اول ص ۹۴

مالہ بار کے علاقے میں مہاجر نامی ایک قوم آباد تھی۔ وہ پہلے عربی النسل اور نہایت پرہیز
ورسکے مذہبی قوم کے لوگ تھے۔ چونکہ وہ مذہب کے نام پر اپنی عین قرآن کر کے لیے

4. History of the National Congress p.199.

ہر وقت تیار رہتے تھے ہذا اگر رشتہ فانی تھی کہ قوم تحریک خلافت کے دشمنوں نے پہلے
پہلے تحریک چیلنجوں کے علاوہ آگے کا ارادہ ظاہر کیا تو ان کے اگلے پابندی کا ذکر
دی مسند میں حکومت نے تیسویں کی لائین اور کیا کو کر دیا۔ حکومت کی اس
کارروائی سے حالات مسرے کی کہانے مزید گہرے۔ و قریب ۴۰ سالہ کرنا چلی۔ شرف
والیوں کی دودیاں بچیں لی گئیں۔ موبوں نے سب سے سخت حال کی قوموں میں لگائے
اور صورت حال اس حد تک سنگین ہو گئی کہ رائل لارگ کا چارہ ہزاروں موبوں کو قتل کر کے
ان کے نکالت اور کیتوں کو لگا لگا دی گئی۔ موبوں نے نہایت تھے اس لیے انہوں نے
گوریل جنگ اختیار کی۔ اور گریڈوں نے ہندوؤں کو موبوں کی جاسوسی پتھر کاٹا جس
کی وجہ سے موبوں نے دھرم گریڈوں کے خلاف بغاوت اٹھانے کا مجہد ہو گئی اس کی زد
میں آ گئے۔ دوسری وجہ تھی کہ ہندوؤں کے دشمنوں کے دشمنوں کے دشمن تھے۔ اور یہ ظالم
انہیں کے دشمنوں ہی ہوتے تھے اس لیے ہندوؤں کو ہندوئی موبوں کے دشمن کا
نشانہ دیتے۔

اس تمام واقعہ میں موبوں کو سخت جانی اور مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ مولانا قاضی کو
اس کا سخت صدمہ اور انہوں نے موبوں کو چیلنج تفریڈوں نے تیار دیا کہ وہ اپنے دکھ
اور کچھ کا اظہار کرتے ہوئے آپ سے ایک جلسہ میں فریاد لایا جس میں انہوں نے اپنے
اور چیلنج تفریڈوں کی اور موبوں کی فکر کو بڑی بدچلتی اور غیر ذمہ داری سے بیان کیا
تھے کیا تفریڈوں۔ کچھ موبوں کو معلوم ہے تیار دیا ہو گئے۔ جہاں وہ تفریڈوں کو دھمکے
تیم ہو گئے بہت سے لوگ اب تک تفریڈوں کی پے سے سڑ رہے ہیں۔ دکنی حملہ سے
دکنی قاعدہ جب موبوں پر مصیبت پڑی تھی تو دکنی ہی لینڈ وہاں دیا سب گیشیوں گئے

جب موبوں کی تباہی کا نقشہ سامنے آتا ہے اس قدر دل دکھتا ہے کہ میں کو بیان نہیں کیا جا
سکتا۔ اس کی تمام ذمہ داری ان سینٹس اور قیام اٹھوں پر ہی ہے!۱

تحریک خلافت کے سلسلے میں مناظرے

چونکہ مولانا قاضی نے تحریک سے ملحدگی اختیار کر رکھی تھی۔ اس لیے بہت سے
لوگوں نے آپ سے اس بارے میں گفتگو کی غرض سے قادیان سے قادیان آ گئے۔ انہوں نے آپ سے
ایک مولوی صاحب نے تحریک کے مرکزی کارکنوں میں سے تھے قادیان میں آ گئے
کی تفریڈوں کا ہرکی۔ مولانا قاضی نے ان صاحب سے ملنے پر رضامندی کا اظہار کیا۔
قادیان میں پہلے پہل مولوی صاحب نے درخواست کی کہ میں تباہی میں کچھ کرنا چاہتا ہوں
مولانا قاضی نے اس میں تفریڈوں کو قتل کرنے سے آپ کے لیے خط لکھا۔ آپ کے
آپ کے اس اصرار پر ان کے اور قیادت میں میرے لیے خط لکھا کہ کچھ پر اٹھنا ہو گا۔
اس لیے کچھ کرنا کو قبولیت میں نہیں۔

تحریک کے دوران مولانا قاضی کو کیرا دھانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں کے ایک مولوی
صاحب بڑی سرگرمی سے تحریک میں حصہ لے رہے تھے۔ مولوی صاحب کو کو قادیان
مستقلی آئی تھی۔ مولانا قاضی سے ملنے آئے اور آپ سے تحریک کے بارے میں ایک
سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے آپ میرے ایک سوال کا جواب دیں کہ تفریڈوں کا قادیان سے
کو تفریڈوں کو تفریڈوں کا جواب دیں۔ مولانا قاضی نے فرمایا کہ انہوں نے کہا کہ انہوں نے
دراختہ کیا کہ اب جو جامعہ مسلم اور غیر مسلم سے کرب بدو کا فریڈی یا مسلم کا فریڈی
۱۔ ان قادیان تفریڈوں۔ علیحدہ، ۱۳۳

مولانا تھانوی نے فرمایا کہ ترک میں جو بریت قائم ہو چکی ہے اور خلافت ختم کر دی گئی ہے اور وہ کرب سے مل کر اور غیر مسلم سے اس بد مصلحت اسلامی سپہ یا غیر اسلامی جنوں نے کہا کہ اس مصلحت غیر اسلامی ہوگی۔ اس پر مولانا تھانوی نے فرمایا کہ جب شرعی اصول سے وہ اسلامی مصلحت بھی ثابت نہ ہوئی تو یہ خلافت تو بہت بڑی چیز ہے۔ اس کی محبت کسی باس پر تو وہ دہلوی صاحب بہت گہرا نہ لے اور کہتے تھے کہ واقعی اس کی نصرت تو جانوروں سے اس پر مولانا تھانوی نے فرمایا تو کہنے تو اتنی جلدی تھی دے دیا حالانکہ تمہاری ہوا و روں مخالفت سمجھا جاتا ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ نصرت واجب ہے یا وجہ دیگر کی پہلی مصلحت نہیں ہے۔ مگر اس کی حمایت اور نصرت کی وجہ یہ ہے کہ غیر مسلم کو شیوں اس کو مسلم سمجھ کر قتل کر دیتی ہیں۔ اب اگر اس کو شکست ہوگی تو مسلمانوں اور اسلام کو شکست کہیں جاسکتی گی۔^۱

مولانا تھانوی پر الزامات

تحریک خلافت سے ملنے لگی اختیار کر کے کہ سب مولانا تھانوی پر بے شمار الزامات عائد کئے گئے۔ ایک الزام یہ تھا کہ ان کا نظریوں کے مطابق ہیں اور گورنمنٹ سے بخود ملاتے ہیں۔ اس الزام کے متعلق مولانا نے فرمایا کہ "اس کا مطلب تو ہے کہ گورنمنٹ ۶۰۰ روپے گورنمنٹ سے لیا ہوا تو ملے یہ خوف نہیں ہے تو گورنمنٹ کی رعایت ہے تو رقم ۹۰۰ روپے ملے کر لینے کو حق کر لو اگر قبول کروں تو صحیح ہے وگرنہ غلط (۲)

۱۔ انکسار صحت البیہر جلد ششم ص ۱۰۳

۲۔ انکسار صحت البیہر جلد چہارم ص ۶۹۰

تحریک سے اختلاف کے سبب مولانا پر ایک الزام یہ عائد کیا گیا کہ کرب میں انہوں نے مل گئے ہیں لیکن اس وقت کے کھوار لوگ یہ سمجھتے تھے کہ شیوں میں اس کا حق ہے۔ مولانا تھانوی کے بھائی پٹنالی کا کھلم ہوا تو وہ علاج کر دئے کہ سب ایک عیسائی کے پاس سو رہ گئے۔ مولانا کے باور زارہ سے ایک عیسائی کی داد ورم ہو گئی۔ اس طرح ہی نے اس تحریک کے متعلق مولانا کے خیالات دریافت کئے۔ آپ کے بارہا مذاہنہ ملے بتلایا کہ وہ اس تحریک سے اختلاف کرتا ہے۔ اس بار ہی نے معلوم کر کے کہا کہ معلوم ہو چکا ہے کہ شیوں میں اس سے کچھ نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ لوگ تو انہیں تحریک میں شامل دہرے کی چیز سے عیسائیوں کا دوست کہتے ہیں۔ اس پر اس بار ہی نے کہا کہ اس وقت ہندوستان میں اور مذہب آباد ہیں ہندو اور مسلمان اور اپنے اپنے مذہب کی وجہ سے ایک دوسرے کے سخت غلام ہیں۔ اس کشمکش کی وجہ سے ہر مذہب کا شخص اپنے مذہب پرستی سے قائم ہے ان کی تیسرے مذہب کے قبول کی کوئی گنجائش نہیں۔ عیسائی شیوں پر انھوں نے دیر خرچ ہو رہے ہیں گرجا تک ہندوستان میں کا پہلی نہیں ہوئی۔ اس سوچ کی کہ کشمکش میں کام کے معاملات میں ایک دوسرے کی حمایت کریں گے تو ہم ایک ہی دھیمین میں رہیں اور ملنے کا اور تیسرے مذہب کی گنجائش پیدا ہو جائے گی کیونکہ گرجا کی عیسائیت کا پہلا ریز لائیو ہے۔^۱ مولانا تھانوی فرمایا کہ تھے کہ شیوں نے جو اپنا مذہب اور شرب دم مخالفت پر کیا تو اس کا مقصد اپنے مذہب کا تحفظ اور اپنی قوم کی فلاح و بہبود تھا۔ انگریزوں سے دوستی کی وجہ کہ تھے ہر مذہب فرمایا کہ "ہم انگریزوں کے دشمن نہیں اور وہ عیب۔ اپنی اصلیت کی وجہ سے ان کی مخالفت مناسب نہیں سمجھتے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہم انگریزوں کے دوست نہیں اس لیے

۱۔ انکسار صحت البیہر جلد ششم ص ۱۰۴

دوست ہیں۔ وہاں انگریزوں کو معلوم ہے کہ ہماری مخالفت نہیں کرتا وہ بھی یقین رکھتا ہے کہ ہم سے ملحق بھی نہیں رہتا۔ لیکن بدقسمتوں کے جو نام کہتے ہیں کہ انگریزوں سے ملحق رہنا ہے۔ اس سے ملحق کے دشمن انگریزوں سے کیا ملحق ہونا ملحق تو تم سے ہے۔ میں نے یہ دیکھا ہے کہ اس ملک اور شرب عام بنی الفت پر رکھا ہے تو اس میں اپنے دن کی مخالفت کی اور اپنی قوم کی مخالفت کی۔ کہہ میں بھی ہلا دار سب پر فائدہ تھا۔ معزز مسلمانوں کے طور سے سے ایک فیصلہ کر رہا تھا کہ اس فیصلہ سے ملحق نہ رہی ہو گئی تھی۔ میں نے صاف دیکھا کہ یہ فیصلہ اسلام کے خلاف ہے۔ اس لیے میری رائے اس کے خلاف ہے جو انگریز میری تہذیب رکھنے کو دے دے۔ لیکن اس فیصلہ کو غلط سمجھا بہت ہمت، بات ہے۔ میں نے کہا صحت، ہمارے دہلے تو میری غلامی کی جاسٹنگ جو شریعت کا حکم ہے۔ ان کی حکومت ہمارے دہلوں پیروں پر ہے قلب پر نہیں۔ ہم حق کو داغ کرنے میں ان کی کوئی رعایت نہیں کریں گے۔ ایک اور مجلس میں فرمایا "بعض لوگ تحریکات سے ملوث رہتے ہیں۔ یہ دیکھتے ہیں کہ ہم انگریزوں کے دوست ہیں یہ غلطی انگریزوں کے ساتھ دوستی نہیں اپنے ساتھ دوستی ہے۔"

تحریک خلافت میں حصہ لینے پر بلا کر عدالتی کارروائیوں میں چپان کر دیا گیا۔ اس اور ان کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ہم کو واقعی بتلایا جاتا ہے حالانکہ ہم آج کل کے بریل سے نہیں ملے۔ اور پھر کوئی کہلا سکتے ہیں۔ شرب و دودھ ان سے غلامانہ کے تعلیم میں شامل کی تو انگریزی دشمنی و صورت اور نہ معاشرت، "انسانیت" ہونا چاہنا سب انگریزی ہے۔

۱۔ انکشافات اخیر میرے جملہ شرم ۲۳۹

۲۔ انکشافات اخیر میرے جملہ شرم ۱۷۷

TOOBAA-LIBRARY-RAWALPINDI

محبوب ترک و حالات ہے۔ ایک اور مجلس میں فرمایا "میں تو کہا کرتا ہوں کہ ہم لوگ مولائی کہلا سکتے ہیں۔ مگر بعض اوقات ہم تو اس حالت میں بھی مارک و حالات رہے اور دھڑلے میں کہا کہ کسی طور پر دیکھا یہ تو زبان سے کہتے ہیں کہ عدالتوں کا پانچواں کراہی اور پھر عدالتوں میں جا کر عدالت کی پیروی بھی کرتے ہیں۔"

ایک اور مجلس میں فرمایا "میں نے یہ دیکھا کہ انگریزوں کی رائے یہ ہے کہ ہم ایک ملک کی کامیاب نہیں رہا۔ زبان سے نصیحت اور انگریزوں کی رائے یہ ہے کہ میں اور میں دی، میں، اپنی ہوئی ہیں۔ ان ہی مجلس میں اس ان ہی مجلس میں۔ ویسی ہی معاشرت اختیار کر سکتے ہیں۔ لیکن ایک عالم کا قول یہ ہے کہ اگر لوگ نصیحتوں کے کوئی نصیحت ہیں تو نصیحت کے حامی ہیں۔"

فاب صدر بارہنگ نے بھی ۷ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو میری ہال میں تقریر کرتے ہوئے مولانا قاضی سے ملے جیسے خیالات کا اظہار فرمایا کہ "ہم سے کہا جاتا ہے تحریکات کر۔ ترک و حالات کا فتویٰ کن دینا ہے گا۔ چھوڑا۔ کیا اسلام وہ مادہ مذہب ہے جس کو ہم ایک مشترکہ سیکھیں۔ کہا جاتا ہے کہ ترک و حالات کو مذہبی صورت ہمارا طرز کلام و شریعت و ریاست کہنا، اپنا مولانا کے دنگ میں دیا ہوا ہے۔ اگر چاہے دل میں مذہب کا کچھ نہ رہتا تو ہم ان کا حق تھا کہ ہم اپنی صورتیں سے ہیں اس کی دایت کے مطابق نہ رکھتے۔"

۱۔ انکشافات اخیر میرے جملہ شرم ۱۱۱ ۲۔ میں نے مشورہ دیا انگریزوں

۳۔ انکشافات اخیر میرے جملہ شرم ۲۹

۴۔ فاب صدر بارہنگ ۱۷۷

مولانا پر ایک الزام بھی مارتا تھا کہ ان کے پیروں نے جہاں ہی آئی تھی وہاں ہیں اس لیے انہوں نے حکومت سے ڈرا رکھا ہے، اس الزام کے متعلق خود ہی فرمایا کہ کسی کو کیا خبر کہ وہ خود ہی ڈرتے ہیں تو کیا کوئی ڈرتا ہے میں تو کتا ہوں کہ اپنے ضروری مصالح پر نظر کر کے اگر کوئی خیرات سے اتفاق کرے اور اہل قدرت سے دوسرے کو وہ اہل طاقت کہ جیسے سب تیرے دوست ہیں۔ میرے متعلق یہ کیا کہ میں گورنمنٹ سے ڈرتا ہوں یا کئی میں تو اسے سب سے بھی ڈرتا ہوں۔ کیونکہ میں سے بھی کوئی نہیں اور میرے بھی ڈرتا ہوں۔ جتنی ہونی چاہیے میں سب سے ڈرتا ہوں تو حکام سے ڈرنے کے کیا معنی؟^۱

مولانا پر الزام عائد کیا گیا کہ آپ کو کسی نہیں اس لیے خاموش بیٹھے ہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ پھر ایک سے اعلیٰ کی کسب ہلے ہی نہیں کہ جس ہی سے اور جو کم کو معلوم ہے وہ ہم کو بھی معلوم ہے اور تم سے ایک بات زائد ہم کو معلوم ہے جس کی وجہ سے ہم خاموش ہیں کہ وہ ان وقت کے حکام کہنے میں ہم نا اہل تھیں کہ کیونکہ ان کو کجالت کا قیصر ظاہر ہر چند وہی کا علم ہے۔ اور ہندو اکثریت سے زیادہ مسلمان کا دشمن ہے۔^۲

لیکن اس کے باوجود آپ کو تحریک سے کوئی تردد نہیں تھی آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی جلی کا پتھر بھی سمجھا دے گا تو سمجھیں کہ اگلا لے سکے بعد تحریک میں سب مل جہاں مل گا۔

۱۔ انکشافات، ایڈیشن، جلد دوم، ۱۳۹

۲۔ انکشافات، ایڈیشن، جلد سوم، ۳۲۸

تحریک خلیفہ مسلمانوں اور مولانا قاضی مولانا قاضی اور مولانا محمود حسن

مولانا محمود حسن اور مولانا قاضی کا آپس میں اشتادہ گروہ کا رشتہ تھا۔ مولانا قاضی نے اپنے استاد گرامی حضرت شیخ الہدیٰ راجہ ترمذی جس کی عظمت کے ہمیں اس سے دونوں کے تعلقات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اگرچہ دونوں مذہبی رہنما ایک ہی کسب خیر سے متعلق رکھتے تھے لیکن تحریک خلافت کے متعلق دونوں کا مسلک خلافت تھا ایک مرتجعہ مولانا قاضی نے فرمایا "سبحان اللہ حضرت دیوبندی و حضرت محمد حسن کی مخالفتی قابل دید ہے یہ (مسلک) حضرت کے مسلک سے ظاہر اختلاف تھا اچھا چھاپا تھا مگر حضرت ذرا بھی دیکھ کر برے"۔^۱

لیکن ان اختلافات نے دونوں کے باہمی تعلقات اور ایک دوسرے کے احترام میں ذرہ بڑھ چکی نہ ہو سکی۔ اس کا اندازہ مولانا قاضی کے مخطوطات پر ایک نظر لگنے سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ تحریک خلافت کے دوران میں دونوں نے یہ شہر کر دیا کہ مولانا قاضی اپنے استاد مولانا محمد حسن کے خلاف برکتے۔ مولانا قاضی کو سب اس افواہ کا علم ہوا تو آپ نے اس کی پردہ زد یہ کہتے ہوئے رسالہ التقریر میں لکھا "انہ تعالیٰ کو علم ہے کہ یہ تمام باتیں غلط ہیں۔ حضرت الدین سے مجھے یاہرے کی متعلق کفایت ہے۔ دین حضرت کا انوارا شرافت ہوں۔ بلکہ جس قدر محبت حضرت حضرت احمد

۱۔ انکشافات، ایڈیشن، جلد دوم، ۱۲۰

کی بیرسے دل میں ہے اس کو خدا پر جانتا ہے مجھ پر حضرت کی مخالفت کا الزام
سراسر پڑتا ہے۔^(۱)

مولانا محمد حسن مہم دور پر شیخ الحدیث کے لقب سے پہچانے جاتے تھے مبین مولانا
تھاوی آپ کو یہ شیخ العالم در شیخ الاسلام کے القاب سے باخبر تھے، ایک
مجلس میں فرمایا: "تم بڑے غور سے کہتے ہو کہ میرا نام ہے تم کہتے ہو کہ میرا نام ہے۔ تم
کہتے ہو کہ شیخ الحدیث تھے ہم کہتے ہیں کہ شیخ العالم تھے، اب بتاؤ مولانا کا زیادہ معنی
کون ہے۔"^(۲)

مولانا تھاوی نے نزدیک شیخ الاسلام کو شیخ الحدیث مولانا کی تعریف کے بارے میں
ایک مجلس میں اس سلسلے میں فرمایا کہ: "جب کوئی حضرت مولانا محمد حسن کو شیخ الحدیث کہتا ہے
تو میرے دل پر پتھر سا لگتا ہے کیونکہ شیخ الاسلام کہتے ہیں، بہت برا معلوم ہوتا
ہے اس میں حضرت کی تیسویں حدیث برقی ہے۔ ان معانی محبت نے ہمارے حضرت کی
شان کو چھپا لیا، میں، ہندوئی اسلامی مسلمان سب کو جس کی وجہ سے شیخ الحدیث کہنے
پر غرور ہے۔"^(۳) ایک اور مجلس میں فرمایا: "میرے شیخ الحدیث حضرت دیرینہ کی فرائض اہل کھیت ہیں۔
مجھ کو اس قدر ناگوار ہوتا ہے کہ شیخ العالم کہتے ہیں۔ میں انہوں سے ان کی کج
پہچان کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کوئی دانشور اسے کوا ٹیل کہے۔ یہ اہانت نہیں ہے؟
یہ تعریف ہے؟ پس مولانا دہی کہتے ہیں۔"

۱۔ خواجہ عزیز الدین مجددی، اشرف السوانح جلد سوم (دلاور)، ص ۳۱۴ تا ۳۱۸

۲۔ الانفاخت العریض جلد چہارم، ص ۱۰۰-۱۰۵

۳۔ الانفاخت العریض جلد اول، ص ۴۶

شاہ راگیدہ کے جلاہر نیست

ان ۲۰ جرح است اور گراہ نیست

اگر ایسا ہی تھا تو شیخ العرب کہتا چاہیے تھا، نسبت بھی کی تو ان کے کاب سے یہ کوئی سے
خبر کی بات ہے! ایک اور مجلس میں فرمایا: "حضرت مولانا کی ذات بڑی عجیب ہے، عین
محبت سے تو ان کو پہچاننا ہی نہیں، ہمارے اہل علموں تو وہ شیخ الحدیث والہ علیہ السلام ہیں۔
مولانا تھاوی اکثر مولانا محمد حسن کی فرائض میں، خلاق اور محبت کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت اسحاق مولانا محمد حسن ممتاز خلاق تھے۔ ایک مجلس میں مولانا
دیرینہ کی کہنے لگے کہ یہ فرمایا: "میں جب کسی دیرینہ کی تو بہت کم ایسا ہوا کہ میں معاذی میں
بہشت کر سکا ہوں۔ در حضرت جو وقت عیثیٰ لائے تھے۔"^(۴)

ایک سال مولانا محمد حسن جی کے لیے تشریف لے گئے تو مولانا تھاوی کے متعلق یہ
مشہور کیا گیا کہ آپ نے حدیث کا قدرہ شروع کر لیا ہے، اس واقعہ سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا
کہ مولانا تھاوی کو اس بات کا افقان تھا کہ مولانا محمد حسن ہندوستان سے جائیں اور ہندوئی کان
چھکے، اس لیے دنیا بہشت تماشائی پر اٹھا، انہوں نے کہہ دئے مولانا تھاوی نے فرمایا کہ اگر میں
مولانا کے سامنے ہی شروع کرتا تو کون سا گناہ تھا مجھ کو حضرت مولانا ہی سب سے زیادہ خوش
ہوتے۔"^(۵)

۱۔ الانفاخت العریض جلد دوم، ص ۲۸

۲۔ الانفاخت العریض جلد چہارم، ص ۵۴

۳۔ الانفاخت العریض جلد دوم، ص ۳۰۲

۴۔ الانفاخت العریض جلد چہارم، ص ۱۶۲

تحرک یہ حالات کے دوران مولانا شبیر احمد عثمانی نے مولانا قاضی کو ایک خط لکھا کہ
 ”حضرت! جی میں ہوں کیا کرواؤ بڑوں کے درمیان ہوں۔ اس پر مولانا قاضی نے آپ
 کو لکھی کہ مولانا محمد حسن اسب کے لئے ہیں مولانا ہی کے فراموش کرنا چاہئے۔ اگر میں
 تنہا ہوتا تو وہ بھی حضرت کا ساتھ دیتا۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ اگر مولانا محمد حسن، مجھ کو تحریر
 رفاقت میں شریک ہونے کا حکم فرماتے تو چونکہ میں چھٹا تھا اس لیے مجھ پر ہوتا تو حضرت
 کو بھی اس کا غور بھی نہیں ہوا۔ بہر حال کیا تو یہ کہ اپنے خاص خادم باقی جی سے فرمایا
 کہ جیانی را اختلاف تھا چھا معلوم نہیں ہوتا لائیں وہی اپنی رائے سے جرح کر لیں۔“
 اگرچہ مولانا محمد حسن تحریر یہ حالات کے درج دواں تھے مگر آپ نے ہمیشہ وفات
 شرح اور امتیاز کرنے پر زور دیا۔ مولانا قاضی اپنے استاد کے اس
 اعزاز کو کی بہت تعریف فرماتے۔ اسی طرز عمل کے متعلق ایک مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ
 ”حضرت محمد حسن کے متعلق نکلان لادی ہیں۔ انہوں نے اپنے کال سے سنی اور انکھوں
 سے دیکھی ہے کہ جس وقت حضرت مالہ تھے شریف لائے تو جی کی ہڈیاں چلتی تھیں تو بہت
 قریب وہ خدا میں موجود تھا۔ حضرت مولانا اور وہ مولوی صاحب ایک میز میں تھے اور میں دوسرے
 میز پر بیٹھ کر جیسے وقت میں چائے کی کاس لایا کہ وہ میز پر ہوا اس کے بعد
 گاہ میں کی ہے۔ محمد علی اور نکوت علی کی ہے اور مولانا محمد حسن کی ہے کے خیر سے دینے ہوئے۔
 حضرت نے شرکت علی کا دہن پکڑ کر کہا کہ کیا اس شرکت علی نے کچھ خیال نہ کیا حضرت
 نے وہ بارہ جی سے فرمایا کہ اس کو چھوڑ۔ اس شرکت علی نے کہا کہ حضرت، جیسے کے معنی

۱۔ الانفاقات البیسیہ جلد چہارم ص: ۵۰۳ - ۵۰۴
 ۲۔ (القول باللیل ص ۷۹

فیس کے ہیں حضرت نے فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو رام رام کہا کرو اور کچھ بھی برسرِ شانِ
 کفر ہے۔ اور اسی طرح حضرت نے دیر بعد اس کے قریب دھڑا میں اپنے اہتمام
 سے قریباً بیس ہجری کو دیکھا۔
 مولانا قاضی اپنے استاد مولانا محمد حسن کی کرامتِ حق پرستی اور بیسی کے بعد
 حاج تھے اور اکثر اپنی مجالس میں آپ ان صفات کا ذکر اور تعریف فرماتے۔ ایک مجلس
 میں فرمایا کہ اپنے حضرات کی چشمان ان کی حق پرستی اور بیسی دیکھی اور کسی کو بھی نہ کیا
 حضرت مولانا محمد حسن رحمہ اللہ یہ سب مالہ تھے تو بیست لائے تو میں بھی میز پر بیٹھ گیا
 حاضر ہوا تھا۔ حضرت نے فری غنفت فرمائی۔ وہ بائیں اس وقت یاد آتی ہیں تو ان سے
 کہیں نکلیں تو صوفی ہیں۔“^(۱)

مذہبِ الانفاقات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ مولانا قاضی اپنے استاد مولانا
 محمد حسن کا اس قدر احترام و محبت کیا کرتے تھے۔ اب شکر کے متعلق استاد کی رائے
 بھی واضح ہو کر دوں گے باقی تعقبات محبت اور ایک دوسرے کے لیے جذبات
 و احساسات کا کیم امانہ ہو سکے کچھ لوگوں نے مولانا محمد حسن سے مولانا قاضی کی تحریک
 خلافت میں عدم وابستہ کی شکایت کی تو اس پر آپ نے فرمایا کہ ”میں اس پہلی تحریک
 کراہی میں صحت کا ادنیٰ بھی ہم ہیں۔ سے ہے کہ جس نے تمام دنیا کی بدنامی دیکھی۔ جو اس کی
 رائے میں حق ہے اس پر اشتغال سے قائم ہے۔ کسی کے دباؤ یا اثر کو ذرا بدعت کے

۱۔ الانفاقات البیسیہ جلد ششم ص ۲۵۵

۲۔ الانفاقات البیسیہ جلد ہفتم ص ۲۲۳

مقلایے میں قبول کیا۔ ایک اور موقع پر مولانا قاضی نے مولانا محمد حسن کا بر قتل دہرایا مکر کیا "تم یہ سمجھتے ہو کہ میں انھوں میں (جو کہ راجہ جوں دی سے کہہ رہا ہوں) میری بھی ایک دلتے ہے۔ اس کی دہولنا قاضی بھی ایک دلتے ہے۔ ایک اور شخص کے اعتراف کے جواب میں مولانا محمد حسن نے فرمایا "ہمیں اس پر پی خوش ہے کہ اس شخص جو ہندوستان پر سے تشریف ہوا جو وہ بھی ہماری طاقت میں سے ہے" (۱)

مختار مولانا محمد حسن جب دہلی کی نظر پڑی کے بعد دوبارہ ہندوستان پر چلے گئے مولانا قاضی بھی آپ سے ملنا تک کے لیے دوبارہ حاضر ہوئے۔ ایک صاحب نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مولانا محمد حسن سے کہا کہ مولانا قاضی یہاں آئے ہوئے ہیں، ان سے گفتگو خلائف کے مسئلے پر کچھ بیان کریں۔ شامزدہ قاضی نے جواب میں اور کچھ میں شریعت اختیار کرلیں۔ اس پر مولانا محمد حسن نے فرمایا "وہ میرا لالہ کرتا ہے اس لیے میری گفتگو سے وہ بے لگاتہ ہیں اس کو بھی ہم کی ہوں۔ میں نے تک نہیں کہا تھا کہ یہ گنگو گنگو سے ملے ہیں بلکہ اس نے دھات سے بے لگاتی ہے باقی اس پر یقین ہے کہ جب دلتے بے لگتی تو اس کا اعلان کر دے گا۔" (۲)

ایک مرتبہ چند لوگوں نے مولانا محمد حسن کی مجلس میں مولانا قاضی کے متعلق تاویلا اظہار استعمال کیے۔ اتفاق سے وہ اٹھا مولانا محمد حسن نے سن لیے۔ اس پر آپ نے سب کو خاموش اور فرمایا کہ "میرے پیش کن شان میں گستاخی کر رہے ہو میں کوئی اپنا لیا کہتا ہوں۔ یہ

۱۔ الانفاخت، المیرسہ، جلد چہارم، ص: ۶۱۱ - ۶۱۲

۲۔ الانفاخت، المیرسہ، جلد چہارم، ص: ۶۱۲

واقعہ نقل کر کے کے بعد مولانا قاضی نے فرمایا کہ "یہ انفاذ میری ذات سے اعلان ہے ہیں۔ محمد حضرت کی شفقت پر مولانا کی جان بکارت ہے۔ یہ حضرت کا اپنے سے چھوٹے سے برادر تھا۔" (۱)

مختار مولانا محمد حسن کی تبلیغ بھی کا یہ عالم تھا کہ مولانا قاضی سے کئی ملاقات سے متعلق فطرتی اختلاف کو بھی پس پشت ڈالتے تھے چنانچہ مولانا قاضی "حضرت دیناری کے ایک خاص تہذیب دار مذہبی مولوی صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ میری اہل بیت کے حضرت دہلی میں تھے اور اہل بیت کی قبروں میں کافروں میں تھے گئے تھے حضرت نے فرمایا "لاؤ میں ہی کچھ اپنی دلتے سے بہت جاؤں۔ یہ اختلاف کچھ معلوم نہیں ہوتا۔"

مولانا محمد حسن کھلے بندوں اس حقیقت کا اعتراف فرماتے تھے کہ میں بہت زیادہ مولانا قاضی سے ہم کی طاقت سے باخبر ہیں۔ رام پور میں ایک صاحب نے اپنے کچھ کے متعلق کہی تقریب میں مولانا قاضی کو دیکھا، اس تقریب میں مولانا غلیل احمد صاحب نے پوری اور مولانا محمد حسن بھی موجود تھے جب مولانا قاضی اس تقریب میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں موت کا وسیع پیمانے پر ہتھم کر لیا گیا ہے۔ یہ بات مولانا قاضی کے مزاج کے خلاف تھی چنانچہ آپ وہاں سے واپس لوٹ آئے۔ اس واقعہ کے متعلق جب ہمیں لوگوں نے مولانا غلیل احمد سے سوال کیا کیا بات ہے کہ آپ تو شریک سہ اور مولانا قاضی (انھوں نے چلے گئے مولانا غلیل احمد نے جواب دیا کہ "بھائی! انہوں نے اتنی چڑھ کر کہا اور جہاں ہمارا ان کا اختلاف ہوتا ہے وہاں میری وجہ ہوتی ہے۔ جب مولانا محمد حسن سے اس واقعہ پر ان کی رائے طبع کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ "ہم ان کی طاقت سے بہت دورہ (مولانا قاضی) آتے ہیں

۱۔ الانفاخت، المیرسہ، جلد چہارم، ص: ۶۲۳ - ۶۲۴

مولا شرف علی قاضی اور مولا محمد اعلیٰ و مفتاح کہے بغیر حضرت علیؑ کیسے تھے۔

جہاں تک مولا محمد اعلیٰ کی تحریک خلافت کے بانی اور اس کے مددگاروں کے دواں دہری

وطن مولا قاضی نے مفتاح کو یہی پاس اس تحریک سے خود اختلاف کیا اور اس سے

میل و پیوستہ سے تحریک خلافت کے مددگار مولا محمد اعلیٰ اور مولا شرف علیؑ کے مدد میں

صرف لکھ کر نہ یہ اور دستاویز کیا تھا مولا محمد شرف علیؑ کیسے کہ مولا مفتاح

تعمیل کیا کہ جسے کہ فرعون کی طرح کھڑے ہوئے مولا قاضی اس کا کامیابی کو میرا خیال

نہیں تھا کہ میرا خیال یہ تھا کہ اگر حضرت علیؑ کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا جائے کہ

کیوں اس کا تعلق نہیں ہے مفتاح نے دواں دہری کے مددگار کے دواں دہری کے کہنے سے

کوئی نہ کیا ہی نہ دے مولا محمد اعلیٰ سے تحریک خلافت کے دوران ہی ایک مرتبہ خود

آپ کی طرف سے خط لکھا کہ مولا قاضی نے آپ کی کار خیر ختم کیا مگر ساتھ ہی اس مسئلے

پر چند لفظ لکھا کہ مولا قاضی اس خط پر جوابی خط لکھ کر آئے تھے پہلے خط لکھ کر اس

سے اسے آپ نے اس کا اعلان کیا تھا کہ یہ خط مولا قاضی نے خود لکھا ہے خود لکھا

ہی کہ اگر مددگار مفتاح اور مولا محمد اعلیٰ کے خلاف خط لکھیں تو میرا حال ہے کہ جو

خداوند تعالیٰ کے حکم سے ہے میرے لیے جہاد ہے مولا محمد اعلیٰ کو دواں دہری کے

القول الحق علیہ السلام

۹۷ - ۹۶

[illegible]

مقدس۔ زمین پر ایک جہنم بادشاہ (شاہ سومر) کے تاج پہنائے ہوئے لانا شرف علی قلی
نظر اعلیٰ کا دل اس قدر باغ باغ ہو کہ وہ مہریت کو شہر بن چکے تھے۔ سلطان ابن
سور کی طعن افشانی کا عین مقام نظر کر کے لگے اور چونکہ وہ شاورہم قی (ادھر کی صحرایی
سے ہمدرد ہوا آسمان دکھا۔ اس لیے دیگر طرح ضرورت کے وقت قرب نہیں کیا
سکتے تھے۔ تاہم ان کے ذہنی نصیر صحرایی سے پہلے ان کی گئی اور فرما کر دیں ان دنوں ہم
قیالیں تو بھیجے مگر یہ لایفہ کے گھٹے چڑھے جو لایان چھٹے ہیں۔ یہ جوں گئے کہ فی
الاعزمت فتکمل علی اللہ۔

ایکے بیٹے پاپے عالم کے حکم سے جب اس کی ماہیں نکلیں تو کس طرح مسلمانوں کی حالت
پر دوا دے آئے۔ تعجب ہے کہ مولانا جو خود لایت کے پڑھے گئے ہوئے نہیں ہیں انہیں
فرنگی ملے تھے بھی مولانا کا خطاب ملتا تھا کہ ہے۔ ان الفاظ کو یاد رکھا۔ مگر یہ جوں گئے
کہ ادا عزیمت نہیں ہے بلکہ ادا عزیمت ہے اور یہ خیال نہیں فرمایا کہ عزیمت کی غیر محال
ابن سور جیسے غیر معصوم نہ تھا طعن بادشاہ کی طرف نہیں پھرتی بلکہ ایک معصوم اور غیر فاعلی نبی
سور کو نہیں اور باعث تکوین وہ عالم کی طرف پھرتی ہے جس کا عزم باخبرم سولے سولے ہوا کہ
کسی کی مدد کا محتاج نہیں تھا۔^(۱)

مولانا محمد علی جوہر کا فتعلیٰ نے ایک خاص کام دکھایا تھا کہ کسی لفظ کے صرف کے
معمولی سے تغیر تبدیل سے اس لفظ کو نئے معنی پہناتے تھے مثلاً لارڈ برکن ہیڈ
Birkenhead لارڈ برکن ہیڈ Lord BROKENHEAD اور ویسٹ مینڈرگولڈ
ہندوستانی کے چیلنڈر راجہ کھڑا لیں۔ یہیوں کر دیکھا تھا کہ طعن ایک مرتبہ اپنے ایک
۱۔ رئیس احمد شہری مکتوبات محمد علی (میدر آباد دکن ۱۹۲۵) ص ۵۲ - ۵۵

دوست کرام اسے ادا علی علی کہہ کے بارے میں لکھا کہ آج کل ہمارے چرچا کی وجہ
(ARCH BISH) ہیں اور سیکرٹری آج کل ایک (ARCH BISH)
ڈائریکٹر، ایکسچو جرنل ڈائریکٹر، ایکسچو جرنل ڈائریکٹر کے نشان تھے، اسی طرح اخبار ڈائریکٹر

(نمایا کے) ایڈیٹر شپ و Shepherd کے بارے میں لکھا کہ
There are many a sheep without a Sheppard
but he is a Sheppard without a Sheep

مولانا محمد علی نے اپنے اس محض ابن کو لانا تھا تو ہی پر بھی استعمال کیا مولانا تھا تو ہی لیتے ہوئے
کی پابندی کرتے اور دوسروں سے کہہ دے کہ ان پر عزم ہل نہت۔ مشہور ہو گئے اور چونکہ
آپ کا ڈن تھا وہ دوسرے تھا لانا مولانا محمد علی جب بھی اپنے رفیق مولانا مولانا مولانا مولانا
سے ملنے قرآن و روئے عارض کی وجہ سے کہتا تھا کہ یہ صاحب کیا حال ہے
لیکن اس تعلقات کے بعد وہ دوسرے کا ایک دوسرے کا بے حد احترام کرتے تھے
مولانا تھا تو ہی سب بھی ہندوؤں کی بدھری کا ذکر کرتے تو مولانا محمد علی کا جواب دیا کرتے
ایک مرتبہ فرمایا کہ اگر وہ ہندو کا مذہبی مسلمان کا ہمدرد وغیرہ تھا جس کا بعض بدھری
اس کو سمجھے ہوئے تھے اس تک سمجھے ہوئے ہیں تو محمد علی تو اس ہیں ان کا فیصلہ دیکھ
لو کہ کس طرح لگ رہے ہیں^(۲)

مولانا محمد علی کو جب ہندو مذہبیت نے اوس کر دیا اور آپ نے ان سے ملنے کی
افتخار کے مسلمانوں کے نفوذ کی مخالفت کا بیڑا اٹھا یا تو مولانا تھا تو ہی نے ان کے اس مذہب کی
بے حد تنقید کی چنانچہ اس میلنگ کے بعد مولانا تھا تو ہی ان کے مولانا محمد علی کی خوش پیشگی

۱۔ رئیس احمد شہری سیرت محمد علی (لاہور ۱۹۵۰) ص ۱۱۸
۲۔ المکتوبات ایڈیٹر محمد علی ص ۹

صفات دیکھتے دالے جاتے ہوں گے میں اس کو روح الصفاست جانتا ہوں۔ (۱)

مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا حسین احمد مدنی

مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا حسین احمد مدنی دو مختلف سیاسی کیمپوں کے متعلق لکھتے تھے اور دونوں بزرگان دین کے سیاسی رجحانات میں زمین آسمان کا فرق تھا مولانا حسین احمد مدنی نے اس امر کے متعلق اعتراض کرتے ہوئے اکیلے خط میں تحریر کیا کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سے ہمارا سیاسی اختلاف ہے اور بہت زیادہ اختلاف (۲)

مولانا تھانوی تحریک خلافت سے علیحدہ رہے جبکہ مولانا مدنی نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا مولانا مدنی مسلمانوں کا ہندوؤں سے اتحاد اور قتل و صورت جان بیکشوری قرار دیتے تھے ماسی بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے آپ نے ایک خط میں تحریر فرمایا کہ "ہندوستان کی آزادی کے بارے میں غیر مسلم جماعتوں سے اشتراک و مشتر جان بیکشوری ہے (۳) ایک اور خط کے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا "آج موقع ہے کہ جسے دشمن (انگریز) سے کرکھوالات کیجئے۔ اس کو کوک دینے کے لیے غیروں (ہندوؤں) کو ساتھ لیجئے اگرچہ انگریز مملوہیت جہالت کا نہیں کرتے مگر اسلام کے چمکیا دشمن ہیں، مملوہت ہندو کے کہہ چا رہے چڑھی ہیں اگرچہ کافر ہیں چڑھی کی جھکا ہے

۱۔ عیلاحدیدیا کہی معمولی کنڈی فارسی کے ہندوؤں کا حکم لکھ ۱۹۵۰ء، جلد دوم ص ۱۵۲

۲۔ نجم الدین مملوکی کمیونٹی شیخ الاسلام (اورنگ آباد) جلد اول ص ۲۰۹

۳۔ مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم ص ۱۲۵

۴۔ مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول ص ۱۳۸

اس کے برعکس مولانا تھانوی ہندو مسلم اتحاد کو سنی علی اور برہمنہ وغیرہ سمجھتے مولانا کی یہ پختہ رائے تھی کہ ہندو گھریلوں سے زیادہ مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ اسی لیے آپ اس بات کے خواہش مند تھے کہ ہندو اور انگریز دونوں کے ساتھ عدم تعاون یا ملے جلے کرکھو دونوں ہیں اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں مولانا تھانوی ہندو مسلم اتحاد کے دل فریب اور کھوکھلے غم سے ہیں بالکل یقین نہیں لکھتے تھے۔ ہندو مسلم اتحاد کے بارے میں آپ کا کہنا تھا کہ اگر حکومت ہندو اور مسلمانوں کے باہمی آجائے اور تیسری قوم کے لیے دخل بھی برعکس کا خیال نہ ہو تب بھی ہندوؤں کی ہولہ ایک تو کیمپ کے لحاظ سے دوسری ان کی اکثریت کی بنا پر تیسرے ان کے مخالف کی حالت کو نظر رکھو۔ اور قتل و بیکشوری سے

علاقہ ہے اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے اشتراک میں یہ احتمال ہی نہیں کہ مدلل ہو گیا کہ ہندو کی کارگزاری سے ظاہر ہے کہ وہ مسلمانوں کو ہندوستان سے شامنا پھینکتے ہیں۔ یہ اپنے ولی فراق سے باز رہیں گے۔ (۴)

کی خاطر انھیں دینی مدارس کے علم کو سیاست میں حصہ لینا چاہیے۔ برہمن بھی دونوں زعماء کے درمیان اختلاف کا منبہ بنا۔ ایک طرف مولانا تھانوی وضوح ظاہر کیا کہ مسلمانوں کے لیے سیاست میں حصہ لینے کے تحت غلات تھے یہی وجہ ہے کہ جب دارالعلوم دیوبند کے علم اور مسلمانوں نے سیاست کے میدان میں قدم رکھا تو مولانا تھانوی نے دارالعلوم دیوبند کی سرپرستی سے سختی دے دیا۔ مولانا تھانوی فراتے تھے کہ "حالیہ میں کے رائلے میں کسی اور شخص میں عقل بہت کم ہو کر رہ گیا ہے۔ حال اب علم کے لیے کیوں اور قومیت قہر بہت ضروری ہے۔ اس کے برابر کرنے سے تعلیم برباد ہو جاتی ہے۔ میں نے نواد

۱۔ الانفاشات الموصیہ جلد چہارم ص ۲۱۹ - ۲۲۱

طالب علی میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے بیعت ہونے کی درخواست کی تھی تو اس نے حضرت نے دریا تھا کہ حبیب کس کن میں مجرم ہر جائیں اس خیال کی شیطانی سمیٹا۔ مولانا تھانوی کہتے ہیں میں نے گنگوہی سیاست میں فوٹ ہوں گے تو اپنے اصل مقصد یعنی تعلیم اور سہل جائیں گے۔

ادھر مولانا حسین احمد علی علیا کے سیاست میں حصہ لینے کے معانی تھے، ایک خط میں لکھتے ہیں "تو جان بھار کر اپنی شہادت کو پرگانہ چاہیئے اور یا طالب علی کی سیاسی سیاست میں حصہ دینا چاہیئے اس کا درجہ اوقات میں حدینہ لگے ہے" اگلا اور خط میں تحریر فرمایا کہ طالب علی نے جسے کئے شکر سبکس کئے اور اچانک نے روکا تو نہیں اس سے زیادہ اور کیا جو تھا؟

گنگوہی کے بارے میں بھی دونوں مآخذ مختلفہ کہتے تھے جہاں ایک طرف مولانا تھانوی گنگوہی میں سناور کی شرکت کو ان کی موت قرار دیتے تھے وہاں دوسری جانب مولانا حسین احمد علی لکھنؤ لکھا ہے آپ گنگوہی کامیابی ہونے کا اعلان فرماتے اور گنگوہی کو ملک کی "مشرق کی جاوید" قرار دیتے تھے؟

گنگوہی رہنما گاندھی کے بارے میں بھی دونوں ایک سلسلے نہیں تھے بلکہ مولانا علی قزوینی گاندھی کو بہانہ گاندھی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔^{۱۵} اور مولانا تھانوی اسی گاندھی کو جان

۱۵۔ انشائات الہدیہ جلد اول ص ۲۱۰، مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول ص ۳۴

۱۶۔ مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول ص ۳۵۳

۱۷۔ ابرار حسن قزوینی مدنی دیار بنگالی ص ۱۴۱، ص ۲۳۰

۱۸۔ حسین احمد علی قزوینی مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول ص ۲۳۸

طاہریت، شیطان "عدو اسلام" بدین "چالاک" مکار کے خطابات سے یاد کرتے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند سے استعفاء

جب کہ اردو بیان لکھا گیا ہے کہ مولانا حسین احمد علی دعویت کا گنگوہی کے معنی یکہ گنگوہی کی حمایت میں کبھی سیاست میں بہت سرگرمی سے حصہ لے رہے تھے۔ مولانا مدنی کا یہ مثل مولانا تھانوی کے خیال میں دارالعلوم دیوبند کے معانی تھا جب مولانا حسین احمد دارالعلوم کے صدر مدرس بن کر گئے گئے کہ آپ نے سیاست میں بہت سرگرمی سے حصہ لینا شروع کر دیا۔ مولانا تھانوی کا گنگوہی سیاست کے زبردست مخالف تھے اس لیے آپ نے بطور احتجاج دارالعلوم دیوبند کی سرچین سے استعفیٰ دے دیا۔

اس واقعے دونوں مآخذ کے تعلقات میں کچھ تبدیلی پیدا کر دی، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے مولانا مولانا بدویا آبادی کو ایک خط میں لکھا کہ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ مولانا حسین احمد گنگوہی کی شرکت کو فرض قرار دیتے ہیں، اس صورت میں معلوم نہیں کہ اپنے خاص متفقین کے لیے یا کسی اور فرض سے خاص تعلق رکھنے والوں کو عقلاً یا شرعاً یا جماعاً نہ کر رہے ہیں یا نہیں، اس لیے خاص حقیقت رکھنے والوں کو اپنے کو مولانا حسین احمد سے اپنے طریقے سے کوئی نا اہل خیال ضرور غلط فہم میں۔ ضرورتاً تحقیق کریں کہ مجھ جیسے تاکہ فرض سے ان ماحول کو ملنا ان کے عقیدہ لطیف پگھلاؤ تو ہو گا؟" (۱)

ادھر ستمبر ۱۹۳۰ میں ایک اور واقعے مولانا تھانوی کے رویہ میں تبدیلی پیدا کر دی۔

۱۔ حکیم اللات ص ۱۶۶

وہ چند ریلے سے پیش ہو دارالعلوم دہلہ کے کچھ طلباء اور امداد دہلے ایک ہندو لڑکے کا پیغمبر
کیا اور کچھ لاکھ بڑے ہندو اس کے پاس جا کر اس سے ملاقات ہوئی کہ مولانا تھانوی کر
جب اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے سب سے پہلے تھانوی کا اظہار فرمایا اور اس نے اپنے
مولانا علی دانا پور دیا اڈی کر جو دونوں سے محبت رکھتے تھے، ایک خط لکھا جس
میں اس واقعہ پر گہر سے رنج اور دکھ کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ "اس واقعہ سے صدم
مساخاؤں پر جو اثر لگتا ہے وہ ظالم سے ہے اس قدر صدمہ ہو کہ اس کی برداشت کے بغیر
کوئی صورت نہیں کر سکتا ہے میں ایسے حضرات کو زیارت و محبت سے محروم کروں
کیونکہ ان عقائد سے اس صدمہ کی تھیر ہوگی جس کا عمل سب سے بدست سے خارج ہے
اسی طرح میں ایسے حضرات کو جو دونوں طرف سے مصیبت کا شوق رکھنا چاہتے ہیں وہ
دو طرفوں کو اس خیال کو دل سے بالکل نکال دیں۔ اہم یہی ہے کہ ایک طرف سے حق
رکھیں، سہل رہے گا کچھ بھڑوں۔

خط خاص :- آپ کو صدمہ ہو گا کہ آپ کی بانی تھو کر پیغام پہنچا یا تھا کہ ہم جلد میں
کاٹھوسی اثر نہیں پہنچا سکتے کیا یہ کانگریس اثر نہیں کیا ان کی شرکت اور طلباء کو حق سے
جڑوانا اس کا سبب قریب و دُور نہیں ہے۔ بھڑوں نے ان میں اتفاق کیاں" (۱)
مولانا شبیر احمد عثمانی کے نام ایک خط میں لکھا کہ "میں قلم نویس سے شکر و تحسین
لکھا ہوں کہ کانگریس مسابک کی مدح مدرسین دانا چاہتے ہیں۔ (۲)

۱۔ شبیر احمد عثمانی ص ۵۰۰ - ۵۰۱
۲۔ اناجی راجپوت ص ۵۵

ایک سب میں دارالعلوم سے متعلق کے متعلق مولانا تھانوی نے خود فرمایا کہ "معاذ
تو اپنے بڑے بھٹے کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ دیکھتے ہیں قدرِ مہمان تو میں اور سیاسی
قلمی لکھنا ان میں بھی تسمیہ مل ہوئی ہے۔ اگر سب ہی ایک طرف اور ایک ہی کام
میں لگ جائیں تو کس کا نظام درہم برہم ہو جائے۔ اس مدرسہ (دہلہ) کی سرپرستی میرے
مرد و پسر ہی کی گردنوں پر ہے۔ اس وقت کا زور ہو گیا اس لیے میں چاہتا تھا کہ کسی طرح سکونت
ہو جائوں۔" (۱)

منشی محمد شفیع نے مولانا تھانوی کے دارالعلوم سے متعلق کے متعلق رقم کے ہتھار
کے خدایوں میں لکھا کہ حضرت قدس سرہ کے متعلق از سرِ سرسی دارالعلوم کی بڑی وجہیں دو
تھیں۔ اول آنحضرت کی تعلیم گاہ کے طلباء اور مدرسین کا ملک کی عمل سیاست میں حصہ
لینا اصولاً پسند تھا خصوصاً کانگریسی سیاست میں اس ملک کی طرف تو روپ کی اتالیقی اور
طرف ہندو مذاہبات اور مسلمانوں کی نفرت کا مظاہرہ تھا جب حضرت مولانا تھانوی
صاحب دہلی دارالعلوم کے صدر مدرس ہوئے وہ قدرت سے عمل سیاست میں حصہ لیتے تھے
نصوص اُن کی سیاست میں جمعیت العلماء ہند نے کانگریس کا حیمہ ہوا قبول کر لیا یہ سیاست
حضرت کے نزدیک مطلقاً اسلام اور مسلمانوں کے حق کے خلاف تھی خصوصاً اُن کی مدارس کی
قواسمیں تباہی کی سبب میران دارالعلوم کا ایک مضمون مولانا دہلی کا ہم خیال ہو گیا اور
حضرت کی فشار کے خلاف کانگریسی سیاست دارالعلوم میں داخل ہوئی تو حضرت نے
استغفر دے دیا۔ اول اول میران نے استغفار قبول کرتے سے انکار کر دیا مگر آخر حضرت

۱۔ اناجی راجپوت ص ۵۵ - ۵۰۱

نے خود اپنے خط کا اعلان دارالعلوم کے دروازے پر چال کر دیا ۔ ۱۶) مولانا غفر محمد عثمانی نے بھی اپنے خط کی بنی وجہ بیان کیں ، آپ نے رقم لکھا ” حضرت حکیم الامت مارٹر میں میرا ملازم میں کسی سیاست میں مشغول نہ رہا کہ اس کے لیے تو خطا آور مدحین کے لیے بھی بلاشبہ بددعا کرتے تھے کہ اس سے تعلیم میں غامی پیدا ہوتی ہے مولانا حسین احمد صاحب دارالعلوم کے طلباء کی سیاست میں مشغول کیا چھتا جیسے تھے کیونکہ ان کے نزدیک یہ بھی جہا تھا مولانا تھاقوی کا ارشاد تھا کہ انگریزوں میں اکثریت ہندوؤں کی ہے جیسا بھی ہندو اکثریت کا سبب کان محض ان کے تالیف میں ہی صورت جہا نہیں ہوتی اس لیے مارٹر میں یہ تحریکات مناسب نہیں ۱۰ اہل دارالعلوم نے حضرت کی اسے چل دیا تو آپ نے مستحق

دے دیا ۴۳

میں ان تمام نظریاتی اختلافات نے دونوں زمرہ اس کے ذاتی تعلقات میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ دونوں نے اختلافات کے باوجود مشائخ اور دہاکے دامن کو افسس دھجھڑا اس کا اندازہ دونوں کے خط و اور مضامینات چھٹکر پھر کی ہو سکتا ہے مولانا عبدالجبار کا بکلی مشاعرہ میں مولانا حسین احمد مدنی کے جو لو تھا دھیرا نہ لیتے تھے مولانا دنیا آبادی کے اپنے الفاظ میں مولانا اشراف علی تھاقوی نے مولانا حسین احمد کا استقبال نیک اور التفات سے کیا ۴۴) مولانا دنیا آبادی اپنی اپنی اور دعائی اصلاح کے لیے ایک مشق کی تلاش میں تھے اور اس سلسلے میں ان کی فکر انتخاب مولانا تھاقوی اور مولانا مدنی پر پڑی

۱۔ مکتوب گزری مشق و تحقیق بنام راقم ، جولائی سنہ ۱۳۳۰ھ

۲۔ مکتوب گزری مولانا تھاقوی بنام راقم ، ربیع الاول سنہ ۱۳۳۰ھ

۳۔ عجم الامت ص ۲۸

بالآخر صلاح و خیرہ کے بعد مولانا دنیا آبادی نے مولانا حسین احمد مدنی کے ہاتھ پر بیعت کر لی ، بیعت کے بعد مولانا مدنی نے مولانا دنیا آبادی کو ایک خط لکھا جہاں پر بتا ہے کہ سیاسی اختلافات کے باوجود دونوں حضرات ایک دوسرے کا اس قدر احترام کیا کرتے تھے مولانا مدنی نے لکھا ” آپ تو اتفاقاً (اشراف علی) پہنچ گئے ہوں گے خداوندوں کی عطا کی کو ہامت غیر مشاہیر کو سنے میں نے سب ارشاد حضرت مولانا تھاقوی دلت کا ہم دار آپ حضرات کے ارشاد پر اس وقت بیعت کر لی تھی کہ بیعت نہ ہے کہ میں اپنی پالی رو سیاسی اور ناگاہی پر بہت زیادہ گریا ہوں اور سخت شرمندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مولانا راست برکا ہم کے دہا میں پہنچا دیا ہے۔ مولانا کو آپ سے اور آپ کو مولانا سے انس پیدا ہو گیا ہے۔ اب ضروری اور مناسب ہے کہ آپ مولانا تھاقوی سے بیعت کر لیں ۴۵

مولانا مدنی کے کلمات پر ایک نظریاتی سرگرمی بھی مولانا تھاقوی کا کارا یا بیٹا آپ کو راست برکا ہم با حق اللہ علیہ کے الفاظ میں تھے مولانا کی اس مشق و تحقیق میں حضرت مولانا راست برکا ہم کی خدمت اقدس میں جس قدر بیٹا سرور و فیض حاصل ۴۶) ایک اور صاحب کو شرمندہ پایا کہ حضرت تھاقوی کے معاملہ کو یہ جیسے بہت مفید ہیں ، ان کا مطالعہ ضرور کریں ۴۷) ایک اور خط میں تحریر کیا کہ جو وہ مشائخ ہیں حضرت مولانا علی گڑ مولانا اشراف علی تھاقوی مولانا عزیز الرحمن اور مولانا بشیر احمد عثمانی یہ جو حضرات ہر قسم کے

۱۔ تجربات صحیح الاسلام جلد اول ص ۱۳۳

۲۔ تجربات صحیح الاسلام جلد اول ص ۱۳۳

۳۔ تجربات صحیح الاسلام جلد دوم ص ۱۱۳

گزارت کے مادی ہیں اور بہتر مسائل میں بہتر حضرت کا خلافت ہونا دوسری بات ہے۔ اس لیے ان بزرگوں سے استحضار منسوخ کر لینے کے بعد تعلق پیدا کرنا ضروری اور مفید ہے۔^(۱) ایک صاحب نے مولانا حسین احمد سے زیر بحث دیوانہ کی کیا یہ درست ہے کہ مولانا تھانوی نے شیخ الہند دروڑا محمود حسن کو قید کر دیا تھا اور کیا مولانا فورڈنٹ کی جبری کرتے تھے اور شرک و دھما کر رکھتے تھے؟ مولانا نے ان تمام اعتراضات پر بنیاد المذاہب کی تردید کر سکتے ہوتے واضح الفاظ میں لکھا کہ ”یہ بالکل غلط ہے کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ کو قید کر دیا تھا۔ وہ حضرت شیخ الہند کے شاگرد اور ہمین میں سے تھے البتہ قریب آداری میں ان کی لسنے خلاف تھی خاتون نے میری کی اور وہ ان کو انگریزوں سے اس قسم کے تشددات رکھنے کی نوبت تھی۔ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب دلائل و دلائل کو قید کر دھما کر رکھتے تھے۔ بہت قریب پرست اور خدا پرست تھے تصوف میں ان کا قدم بہت اونچا تھا پیری مریدی بھی حضرت عقب عالم جامی صاحب اور حضرت گنگوہی کے حکم پر ان کی اجازت سے کرتے تھے مولانا ہر جس بھی ان کا قدم بہت اونچا تھا حضرت تھانوی کے دعوت میں مسلمان ہونے کا مقدمہ ہوں بلکہ ان کو بہت بڑا عالم اور صوفی کا کہتا ہوں۔ ان سیاست میں ان کی لسنے کو غلط سمجھتا ہوں۔ اس بارہ میں یہ کلامی عقین ہے کہ میرے اور حضرت تھانوی کے استاذ حضرت شیخ الہند کی رائے نہایت صحیح اور واجب الاتباع تھی۔ یہ حضرت تھانوی کی اجتہادی عقل تھی جس کی وجہ سے حضرت تھانوی کی کلمی خود گوشتی تھانویوں کو کسی کی استائی کو روکا رکھا ہوں۔“^(۲) مولانا تھانوی سے شدید سیاسی اختلاف رکھنے کے

۱۔ بحثیات شیخ الاسلام جلد دوم ص ۱۹۵ ۲۔ بحثیات شیخ الاسلام جلد دوم ص ۳۴۰-۳۴۱

باجوید فرمایا کہ ”جہزیات اور فروع اور اسلامک لاجس کو سیاست سے کوئی تعلق نہیں ان میں انکار مولانا تھانوی، قرآن قابل اعتبار ہوگا۔ مولانا موصوف کا اسلامی نقطہ اور علوم و فنون میں تمام موصوف بہنا ان کی تعلیم دینا ان میں اعلیٰ سے اعلیٰ نگریاں حاصل کرنا ان میں علیہ شہادہ دہا کا مآب شایعہ الیبت کے عالم اسلامی اور فلاحی و فیشیاب پنا آفتاب کی طرح دنیا میں روشن ہو چکا ہے۔“^(۱)

مولانا تھانوی کی نسبت ایک خط میں مولانا دروڑا آبادی کو لکھا ”آجینب کی حضرت کا شکر ادا کرتا ہوں۔ واقعہ قریب ہے کہ یہ اگر حضرت دامت برکاتہم کو نہایت معتقد ہوں ان کی عظمت و احترام کو نہایت ضروری سمجھتا ہوں۔ ان کی تالیفات اور کلام کے سامنے تھی بھی بہت نہیں لکھا تھی مغل دہستان کو فلاحوں سے بہتر ہے۔“^(۲)

یہ قوی مولانا تھانوی کے متعلق مولانا مدنی کی لسنے مولانا تھانوی کی جانب سے بھی مولانا مدنی کے لیے اسی نوعیت کے عبارات کا اظہار کیا جاتا تھا۔ مولانا تھانوی نے اپنی ایک مجلس میں فرمایا کہ ہم انقلاب چاہتے ہوں کی مخالفت نہیں کرتے بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم لیل لیل جویش الیل دہرا خوس ان حالات کے مشاہدہ کے بعد بھی بعض علماء ان لیلوں کا ساتھ دیتے ہیں اور وہ لیلوں کو زمینی نہیں لگاتے حتیٰ کہ جوہر کے لیلوں ان کے نام ادا کرنا سے خیال دلوں چھتے ہیں اور کوئی صاحب دہجری دامت برکاتہم مدنی صاحب اس قدام کرتے ہیں ان کا میں نام کس نہیں۔“^(۳)

۱۔ بحثیات شیخ الاسلام جلد اول ص ۲۰۶ - ۲۰۷

۲۔ بحثیات شیخ الاسلام جلد اول ص ۱۳۲ - ۱۳۳

۳۔ الانامات الیوم علیہ علیہ ص ۱۳۵

مولانا خیر محمد انصاری نے لکھا کہ مولانا قاضی سید مولانا مدنی کے متعلق فرمایا کرتے تھے
اکابر و برہمن میں مقبول تھا کہ کچھ خصوصیات ہوتی ہیں۔ چنانچہ شیخ مدنی کے وصف اور
کلمات میں جو ان میں درجہ اتم موجود ہیں۔ ایک ترجمان چوبیسویں دور سے ملتا ہے کہ
دوسرے قاضی چنانچہ سب کچھ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے۔^(۱) مولانا
قاضی سید مدنی ایک مجلس میں مولانا حسین احمد مدنی کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ
”حسین احمد صاحب بہت شریف طبیعت کے انسان ہیں۔ باوجود سیاسی مسائل میں
اختلاف رکھنے کے کئی کئی اختلافات موجود ہیں ان سے نہیں ٹاکی۔“^(۲)

دورانِ عمر کے اختلافات کے ضمن میں مولانا سید محمد دیاں نے راقم کو لکھا کہ فرمایا
۱۹۳۲ء کا واقعہ کہ مولانا حسین احمد مدنی گرفتار ہوئے مگر قاضی کی تہذیب حضرت عثمان
کو پہنچی و آپ بہت متاثر ہوئے اور فرمایا کہ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ مولوی حسین احمد سے
مجھ کو اتنی محبت ہے اسی قدر ہی سے سرسبز پریچ شعلہ بنی علیہ السلام پر فرمایا کہ ہم کچھ دیر ملنا چاہتے ہیں
فرمایا کہ ”مجھ کو اپنی موت پہنچی تو تمھارا میرے بعد باقی خدمت کرنے والا کون ہوگا“ مگر
مولوی حسین احمد کو کچھ تسلی ہوئی کہ دنیا ان سے زبردہ رہے گی۔ ایک اور واقعہ یہ مولانا
مدنی کے متعلق فرمایا کہ ”میں حسین احمد کو ان کے سیاسی کاموں میں غلط اور بہترین سمجھتا ہوں
ان سے محبت کے ساتھ ایک اختلاف ہے اگر وہ محبت رتبہ ہوتا تو میں ان کے ساتھ
ایک ادنیٰ پیاری این کے کام کرتے کرتا رہوں۔“

۱۔ حاشیہ کتابت تاریخ الاسلام جلد دوم ص ۱۲

۲۔ معلق مجلہ دہلی ۱۱، نظام الدین دہلی ۱۹۵۵ء، ص ۱۰

مندرجہ بالا خطوط اور مطبوعات میں ظاہر کرتے ہیں کہ مولانا قاضی اور مولانا مدنی
سیاسی معاملات میں ایک دوسرے سے اختلاف رائے رکھنے کے باوجود ایک دوسرے
کا کس قدر احترام و محبت کیا کرتے تھے۔ مندرجہ بالا اشعار اس بات کو بھی ثابت کرتی
ہیں کہ مولانا قاضی کا تحریر کیہ مخالفت سے اختلاف اصولوں پر مبنی تھا اور اس سلسلے میں
شخصی رجحانات و نظریات اس کا سبب نہیں بنے۔

۱۱۔ مکتوب مولانا سید محمد دیاں بنام راقم، ۲۳ اپریل ۱۹۵۹ء

مولانا تھانوی اور کانگریس

۱۸۵۷ء کی جنگ کے آزادی مسلمانان پاک و ہند کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ جنگ آزادی کے ختم ہوتے ہی دار و گیر کا وہ بازار گرم ہوا جس میں جم و اضافت کا کوئی نام نہ تھا۔ اگرچہ اس جنگ میں ہندو اور مسلمان دونوں ہی شامل تھے لیکن جنگ کے بعد صرف مسلمان ہی انگریزوں کا ہدف بنے۔ اسی ہدف اشارہ کرتے ہوئے سر سید احمد خان نے کہا تھا کہ "کوئی آفت ایسی نہیں جو اس زمانے میں نہ ہوتی ہو گروہ نادان اور ایم نہیں لے سکتی ہی ہو۔ یہ دکھایا ہو کہ مسلمانوں سے کہ۔ ان دنوں جو اخبارات میری آنکھ سے گزرے اور چونکہ میں شخصیت، جو میں وہ بھی ہیں۔ لکھیں اور میرا کس ہیں دیکھا کہ ہندوستان میں فساد، بد فہمت کوئی نہیں مگر مسلمان۔ کوئی فتنہ دار و فساد اس زمانے میں نہیں آگا ہو رہا دکھایا ہو کہ اس کا بیج مسلمانوں نے لیا تھا" ۱

۱۸۸۴ء میں انڈین مسلم سوسائٹی کے ایک رٹائرڈ ممبر اسے او بیچ کر یہ خیال پیدا ہوا کہ ہندوستان میں ایک جماعت کا قیام اس لیے نہایت ضروری ہے کہ ہندوستانیوں کے دل کا فراق نکال دے۔ یہی محرک پہلا آزادی حکومت کا زبردست خیر خواہ تھا۔ پہلا آزادی حکومت کے مخالفوں کو نظر رکھتے ہوئے اس بات کا غور میں منہ تھا کہ صرف علماء کے واقعات نہ ہوں گے

جائیں۔ یہ امر بھی نہایت دلچسپ ہے کہ مذہب کو یہ خیال سرینہ کی کتاب "الکلام" میں بطور حجت پیش کرتے ہوئے پیدا ہوا اور اس بات کا تذکرہ اس نے خود صاحب زادہ آئی ب اصفان سے کیا تھا۔ یہ مذہب و اصل کوئی سیاسی جماعت بنا کر نہ گئے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ اس کے ذہن میں ایک سماجی تنظیم کا نقشہ تھا۔ اس کی یہ بھی خواہش تھی کہ جو عوام ہیں اس مجرہ جماعت کا اجلاس ہوا ان کا گزراں کی حدایت کیا کیسے۔ لیکن جب یہ تجاویز دیگر راجپوتوں اور ڈفرن کے پیش کی گئیں تو اس نے ان سے انکسار کر دیا۔

ہوئے مجرہ تنظیم کو سیاسی بنیادوں پر قائم کرنے کا مشورہ دیا۔ ڈفرن کا یہ چونکہ ہندوستان میں کوئی ایسی سیاسی جماعت نہیں جو حکومت کو اس کی فائزوں سے آگاہ کئے اس لیے ہندوستان میں کوئی ایسی سیاسی جماعت ہونی چاہیے جو حکومت کو محرم کی طرف اشارہ اور کالیف سے آگاہ کر دے۔ لہذا یہ مذہب نے ڈفرن کے مشوروں کو قبول کیا اور مشورہ پیش پیش کانگریس کے نام سے ایک سیاسی جماعت قائم کر دی گئی۔

مسلمانوں میں سر سید احمد خان پہلے رہتا تھا جنہوں نے کانگریس کی اطلاع بطور برصغیر

کی اور مسلمانوں کو روشنی دیا کہ وہ اس کی سرگرمیوں میں حصہ لیتے سے اجتناب کریں اپنے

آپ کے صرف ہم کے لیے دھت کر دیں۔ کانگریس نے اہتمام ہی سے یہ اطلاع شروع کر دیا کہ

ہندوستان میں کل باؤڑ اور دوسرے اداروں میں اقتساب کا طریقہ رائج کیا جائے سر سید

اصولان نے اس دور کے حالات کے پیش نظر کانگریس کے اس مطالبہ کی سختی سے

مخالفت کی۔

سرینہ کی مقررہ ان تھانوی نے بھی مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ کانگریس کی سرگرمیوں

کے کوئی کردار نہ لیں۔ مولانا تھانوی کی لکھی ہوئی کانگریس کے ارکان کی اکثریت غیر مسلموں

پیشتر تھی اور تمام اعلیٰ و اہم عہدے بھی انہی کے قبضے میں تھے اس لیے اگر مسلمان چاہتے تھے کہ وہ اس کی اصلاح میں نہ کر سکتے تھے۔ اس لیے کانگریس میں مسلمانوں کی شرکت ان کو دو قسم کی کمزوری کا فائدہ پہنچا سکتی تھی اور دوسرا اپنے مفاد کے خلاف پیش کی گئی کسی تجویز یا قرارداد کو مسترد کرنے کی پوزیشن میں تھے۔ دوسری جانب آپ کے خیال میں اگر مسلم لیگ بھی انھیں سے پاک نہیں ہو سکتی تو اس کی شرکت کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل تھی اس لیے اس کی اصلاح کے بہت زیادہ امکانات موجود تھے۔ اس لیے مولانا کا اپنا خیال اس صورت حال میں مسلمانوں کا کانگریس سے علیحدہ رہنا اور مسلم لیگ میں ان کی اصلاح کی غرض سے شامل ہونا مسلمانوں کے مفاد کے میں خلاف تھا۔

مولانا قادی کا کانگریس کے بارے میں واضح رویہ سہلان پور کے ایک ایکشن کے دوران سامنے آیا۔ اس انتخاب میں مسلم لیگ اور کانگریس دونوں نے حصہ لیا۔ انتخابی کم کے دوران ان کا کانگریس مقبول نے ریپبلکنیڈ شریعہ کر دیا کہ مسلم لیگ کو ووٹ دینا ہونا ہے۔ مسلم لیگ کے ایک ورکر نے مولانا سے اس صورت حال کے شرعی پیروکاروں کی وضاحت چاہی کہ کیا آپ کے نزدیک کانگریس کو ووٹ دینا جائز ہے۔ اس سلسلہ پر رنجی ڈالنے جوئے مولانا قادی نے کانگریس میں مسلمانوں کی شمولیت کو ناجائز اور اس کے لیے کام کرنے کو اہل اسلام کے لیے معزز قرار دیا۔ اس سلسلے میں آپ نے قرآن مجید کی ایک کسرت کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ کانگریس کے حالات کا معلوم ہوتا ہے کہ جو اس آیت کے فہم میں داخل ہے۔ "یا ایھا الذین امنوا تمحذوا لیجانۃ من دوزخ" یا فوجکم خیالاً و دوداً ما غنم قلیلہ دامت البقضاء عن اھولھنجر دما تخلفن حدود و دھسرا کہیں" (اے ایمان والو! تم بھڑکڑ بھیدری اپنے غیر کرو۔ دوزخ کی بیڑیں

لہے تہادی غزالی میں۔ ان کو خوشی ہے کہ کہیں قدر کیفیت پہنچے۔ ان کی رشتہ کی ہے کوئی ان کی زبان سے اور چھپا ہے ان کے گلی میں سو اس سے زیادہ ہے) یا بہت پیش کرنے کے بعد مولانا قادی نے لکھا کہ "موجودہ حالات میں مردم بلیق کے ساتھ میری یہ رائے ہے کہ جو شخص کانگریس کی واقفیت میں میری کامیابی پر وہ مسلمانوں کا غیر خواہ نہیں ہو سکتا اور اس کی واقفیت اور اس کے لیے کسی کرنے کو اہل اسلام کے لیے منفر سمجھتا ہوں" (۱)

۱۹۳۵ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سیکرٹری احسان الحق نے مولانا قادی سے دریافت کیا کہ کیا مسلمانوں کے لیے مسلم لیگ میں شرکت کرنا مناسب ہے یا کانگریس میں۔ اس کے جواب میں مولانا قادی نے فرمایا کہ "میری رائے یہ ہے کہ مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیے۔ باقی کانگریس کے حالات جو معلوم ہوتے ہیں ان کی بنا پر تو اس میں ہرگز شامل نہ ہونا چاہیے" (۲)

۱۹۳۵ء میں جمعیت العلماء ہند کا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں مولانا قادی کو بھی مدعو کیا گیا۔ مولانا نے اجلاس میں شرکت نہ ہونے پر اپنی خودی کا اظہار کرتے ہوئے اسس دعوت نامے کے جواب میں جو پبلشر کانگریس کے متعلق آپ کے خیالات کے بارے میں کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی مسافت پر ہی اس سے کانگریس کے متعلق آپ کے منہ نہ لگنے کا بھی اظہار کرتا ہے۔ آپ نے لکھا "اب تو واقعات کانگریس کے دوسرا دور وارتقار

۱۔ "مفت محمد شفیع" انکوارٹری درس آئی پاسیہ دہلی، ۱۵/۱۲/۱۹۳۵ء، ص ۲۵-۲۶

۲۔ "روزنامہ انقلاب" دلاہور، ۲۰ دسمبر، ۱۹۳۰ء، ص ۲

۱۹۴۹-۱۹۴۹ء کے دوران مسلمانوں پر کئے جانے والے مظالم کی طرف اشارہ ہے، جسے
 کچھ لوگ اس وقت پر نہایت پیش کر دیا ہے کہ مسلمانوں خصوصاً علماء کا کانگریس میں شریک ہونا
 وصوت دینا جہاں تک سے یہ کانگریس سے بڑا ہی کا اعلان کر دینا بہت ضروری ہے۔
 علماء کو صرف مسلمانوں کی تنظیم کرنی چاہیے اور مسلمانوں کا کانگریس میں داخل ہونا اور اس کو لڑنا
 میرے نزدیک ان کی اپنی صورت کے سزاوت سے ہے، یہاں پر اس میں تامل دیکریے
 کہ علماء اقبال اور مولانا قاضی محمد طویل دونوں مسلمانوں کی کانگریس میں شمولیت کے بارے
 میں ہم خیال تھے، مولانا قاضی کی ماخذ علامہ اقبال کی بھی اپنی رائے تھی کہ کانگریس میں مسلمانوں
 کی غیر شمولیت اسلام اور مسلمانوں دونوں کے لیے ضرر ہے؟^۱

یا ایک مسئلہ تاریخی حقیقت ہے کہ جب تک کہ مسلمانوں نے کانگریس میں شمولیت اختیار
 نہیں کی تھی اس وقت تک یہ جامعہ مصلح ایک کاغذی جامعیت کی حیثیت رکھتی تھی
 تحریک کے دوران جب مسلمان اس کی کاروائیوں میں شریک ہوتے تو اس جامعیت کو
 عوام میں مقبولیت حاصل ہوتی، ملاحظہ قاضی نے اپنی تجاویز میں اس جامعیت کا
 تجربہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کانگریس کی مقبولیت کی وجہ مصلح کی شمولیت نے اس میں
 شرکت کی تھی، بہرہ وہوں کی یہاں سالہ وہ کانگریس کو مسلمانوں نے زندہ کیا، جب تک
 مسلمانوں نے اس میں شرکت کی تھی کسی نے کانگریس کا نام نہ سنی دس لاکھ ۲۵ ہزار
 اچھوت راہنماؤں کا پیہر کرتے تھے، اس حیثیت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا کہ کانگریس

۱۔ انکوائری ریسرچ سوسائٹی، ص ۸۸

۲۔ ریشہ و مصلح، انوار اقبال و اقبال، لاہور، ۱۹۶۰ء، ص ۲۱۳۔

۳۔ انکوائری ریسرچ، جلد پنجم، ص ۸۸۔

کو عظیم اور طاقتور بنانے والے چند نہیں تھے۔^۲ (۱)
 کانگریس میں پنڈت نہرو کو بڑا زور مسلح حاصل تھا وہ کوئی دیکھی چیز نہیں تھی اور
 جو اشخاص کی خیالات کو پھیلانا چاہتے تھے وہاں تک پہنچتے تھے۔ مولانا قاضی کے نزدیک یہی
 امر سب سے خطرناک تھا کہ کانگریس میں مذہب کے حامی نہیں ماسی بنا کر آپ کانگریس
 یا شریک کے نام سے یاد کرتے تھے، ایک مرتبہ اپنی ایک مجلس میں مولانا گفتگو فرمایا
 کہ جو آدمی بھی حدود شریعت سے گزر کر کام کرے گا اس کا اپنی مشر ہوگا، اس بنا پر ہم
 کانگریس کی مدد نہیں کر سکتے، کیونکہ ہم اسے خیال میں کانگریس اصل میں یا شریک ہیں۔
 یہی طرح بھی مذہب کی حامی جامعیت نہیں کر سکتے، سیاسی جامعیت ہے، اگر نہ خود بہت
 یہ جامعیت برسرِ اقتدار آگئی اور خدا دکرے وہ دن بھی آئے تو یہ بھی ہندوستان میں وہی
 کریں گے جو یا شریک کر رہے ہیں۔^۳

مولانا قاضی کی تجاویز میں جب بھی کانگریس کا ذکر ہوا آپ نے مسلمانوں کو یہی
 مشورہ دیا کہ وہ اس میں شمولیت سے گریز کریں، ایک مجلس میں فرمایا کہ کانگریس میں
 مسلمانوں کی شرکت کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنا ہے، مسلمانوں کی کانگریس میں
 شرکت بہرہ وہوں کے ساتھ ہو کر کام کرنا یا ان کو ساتھ دینا کام کرنا اسلام اور مسلمانوں کو
 کے لیے نہایت خطرناک ہے۔ مولانا قاضی کی یہ پختہ رائے تھی کہ کانگریس اگر فردوں
 کے ہندوستان سے انکسار میں غرض نہیں بلکہ اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ انگریزوں سے مل
 کر اپنی قوم کو پران پر لٹائی رہے، اسی مسئلے میں مولانا گفتگو فرمایا کہ کانگریس

۱۔ انکوائری ریسرچ، جلد پنجم، ص ۸۸۔

۲۔ انکوائری ریسرچ، جلد پنجم، ص ۱۲۱۔

ہندوستان سے انگریزوں کو لکھا کہ انہیں چاہی اور درحقیقت ان کی عاقبت بھی اسی میں ہے کہ انگریز ہندوستان میں نہیں اور دوسرے ہندو اہلینان سے ہرگز کھڑے نہیں کر سکتے۔ اسی لیے انگریزوں کے زیر سایہ دہلائی قوم کو ہریان چڑھا بیٹھتے ہیں۔ ایک اور غلبہ میں کاغذی غلام کے متون میں لکھو گرتے ہوئے فرمایا کہ "ہندو انگریزوں کو ہندوستان سے نکال نہیں جاتے ان کا نفع تو انگریزوں کے قیام ہی میں ہے۔" (۱)

کاگرسی غلام

میر کا پہلے بیان کیا گیا ہے کہ مولانا تھانوی کے نزدیک کاگرسی کی مقبولیت کا واحد سبب اس میں غلاموں کی شرکت تھی اور غلام کی شرکت نے تو اس کو اور بھی مقبول بنا دیا تھا۔ مولانا تھانوی نے کاغذی غلام کو دھڑلے میں تسلیم کر رکھا تھا غلام کی ایک مہمت توہنجی کوئی آثار مرادھنون لگا رہی کی وجہ سے غلام میں مولانا کے نام سے شہر ہوئی اگرچہ یہ لوگ باقاعدہ طور پر عالم نہیں تھے۔ غلام کی دوسری جماعت دھنجی جو بالادھنون کا علم کچھ تھی اور دھنجی سے کاگرسی کا ساتھ دے رہی تھی۔ مولانا تھانوی کو غلام کی اسی جماعت سے کو تھا کہ وہ دنیا کا غریب ہو کر دودھ شربت سے نمناؤ کر رہے تھے مولانا تھانوی کو اس گروہ سے ہنکوہ تھا کہ وہ انگریزوں کے غلبہ کی وجہ سے کاگرسی کے ساتھ جوچہ منافقت کر رہے تھے اور اس سلسلے میں شرعی حدود کو بھی نظر انداز کر رہے تھے۔ ایک غلبہ میں کاغذی غلام کے اس طبقے کے بڑے بڑے کاگرسی میں اہلدار افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ "یہ دوسری قسم کے لوگ صاف کہتے ہیں کہ گرجستان

۱۔ اہلدار افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ "یہ دوسری قسم کے لوگ صاف کہتے ہیں کہ گرجستان

سے گریز کل جائے تو تمام عالم کو سکون ہوگا۔ اس لیے ہم کو جان بزرگ کوشش کرنی چاہیے خود ہندوستان کے مسلمانوں کا ایمان ہی کہ بڑا دھڑلے سے لگا لگا کر میں اپنی قومیت کے چوڑیا کہتے تھے کہ اس طرح کاگرسی ہندوستان کا قبضہ اور غلبہ ہو جائے گا۔ مولانا تھانوی ان کی اس دلیل سے نفی نہیں تھے اور بڑا بڑا فائدہ تھے کہ اگر واقعی مقصود یہی ہے تو اس شخص کا حصول مسلم ملک میں زیادہ آسان ہے کیونکہ مسلم ایک واسطے اپنا مسکن کے لیے آمادہ ہیں۔ چنانچہ مسلم ملک کے بڑے بڑے اہلکاران نے مجھ پرستیا کہ جمہوریت غلام کی راستے کے اتباع کے لیے تیار ہیں اور کاغذی قوم کو اپنا اپنا لینے دیتے ہیں۔ ان پر غلبہ پانا مشکل ہے۔" (۱)

غلام اقبال بھی مولانا تھانوی کی اس راستے سے متفق تھے کہ غلام کو کاگرسی اور ہندوؤں کا ساتھ نہیں دینا چاہیے کیونکہ مسلمانوں کو خود اپنی تنظیم کو مضبوط کرنا چاہیے۔ ایک گفتگو کے دوران غلام اقبال نے فرمایا کہ "کاغذی غلام کے ساتھ ہندوؤں کا ساتھ دینا غریبوں کی طرح ہے جس وہ نہیں سمجھتے کہ اگر تو نے ان کا ساتھ دیا تو اس کا نتیجہ قیامت ہوگا۔" (۲)

کاگرسی کا دو سالہ دور استیلا ۱۹۳۷-۱۹۳۹

مولانا تھانوی کی فلسفہ میں

دسمبر ۱۹۳۷ء میں اسکی انجیل ایک کتب خانہ کے قریب پڑ کر تھکے ہوئے ارباب قلم و لکھ نے فرمایا تھا کہ اس وقت اپنی قوم پر وہ قوم کنوں ہوئی جو لکھ دھیم سے چا کران بیٹھنے والے صاحبزادوں سے غلبہ کا پانیہ کو لپٹنے والی ہیں اس بات پر تو کہہ سکتے کہ اس وقت ہماری کیا حالت ہوگی۔ اس وقت ہمارا دھرب "ہمارے جان، ہمارا مال، ہمارا ہی" کہہ

۱۔ اہلدار افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ "یہ دوسری قسم کے لوگ صاف کہتے ہیں کہ گرجستان

۲۔ اہلدار افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ "یہ دوسری قسم کے لوگ صاف کہتے ہیں کہ گرجستان

منہجہ سے جس پر آج صوبہ کے پرنسپل کی زیر دست مصلحت اپنی رعایا کی مخالفت میں
 قسم کی مصلحت رسا اوقات میں کر رہے ہوں (پرنسپل) سے پیش آتی رہتی ہیں۔ اس
 کے علاوہ کہ پیش ہر صوبہ میں موجود اس وقت پر صوبہ کے لوگوں کو لایا
 محکمہ میں پڑنے کا جو رنگ نہایت بدلاؤ ہے صوبہ میں بعد میں چاہتے ہیں۔^(۱)
 دکانوں کی پیش رفت کی گائیڈ کے اسی دوسلہ دور اختیار ۱۹۲۵-۱۹۲۶ میں
 ثابت ہوئی ہے اس لئے اس قدر ہے میں مسلمانوں کی تہذیب و تمدن ثقافت زبان اور مذہب
 کو سچا اہتمام و برقرار رکھنے میں کوئی کوتاہی نہ ہو۔
 ۱۹۲۵ء کے قانون حکومت ہند کے تحت ۱۹۲۵ء میں منظور شدہ اختیارات میں گائیڈ میں
 میں واضح اکثریت حاصل کرنے کا یہابی ہوئی۔ ان میں میں حکومت ہند کے بعد
 گائیڈ میں اور زبان کو ملنے دیا نہ سیکر اور یہاں سے صوبہ میں سکریٹریوں
 کو لایا گیا۔ اس دوران میں مسلمانوں پر جو پابندی پڑی ہوئی تھی، شریعت، مذہب، سی لائن
 گائیڈ میں لایا گیا، نہ صرف تھا تو یہ میں ان دوسلوں میں مسلمانوں کو گائیڈ میں
 سے ملے تھے۔ اس ۱۹۲۵ء میں اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ گائیڈ میں
 اپنے پرنسپلوں نے قانون کی زیر بار میں اپنے تمام اختیارات ۱۹۲۵ء میں اس جابر
 حکومت کے خلاف پابندی کا سامنا کیا۔
 اور وزیر اعلیٰ نے پرنسپل کی گائیڈ میں اس نے ہندوؤں کے بارے میں
 اور وزیر اعلیٰ: کھانا گاہ ہر اس سرکے ماحول میں جو ان میں مسلمانوں کے بعد
 کی یاد دلائے۔ کم از کم اردو زبان کے حق کو ہندوؤں کا یہی مدد تھا۔ یہ ایک مسلمانی
 ۱۔ اگرچہ شریعت و مصلحت و پرنسپل کی گائیڈ میں ۱۹۲۵ء میں ۶۵۰-۶۵۵۔

حقیقت ہے کہ اردو زبان ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترک زبان تھی۔ دونوں قوموں نے اس کی
 تشویش میں بڑا حصہ لیا لیکن ہندوؤں کی گائیڈ میں کی یہ پراسرار تشویش مسلمانوں کی زبان قرار
 دیتے ہیں۔ انہوں نے ۱۹۲۵ء سے ہی اردو کی بجائے ہندی زبان اور گائیڈ میں ہندوؤں کے اس غیر
 دفاع اور مخالفت میں لایا کہ نہ ملے کے بعد وہ پرنسپل کی گائیڈ میں ہندی زبان اور گائیڈ میں ہندوؤں کے اس غیر
 عمل سے ہندو مسلم اتحاد کے الی سربراہان کو سخت صدمہ پہنچایا اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے
 کہ "مجموعی ہو گیا ہے کہ دونوں قومیں اس کام میں مل سے شریعت و مذہب کی۔ ابھی تو
 ہیئت کم ہے، آگے آگے اس سے زیادہ مخالفت اور مخالفت ان لوگوں کے ساتھ ہے جو ہندو
 کہلاتے ہیں پرنسپل کو آگے ہے جو ہندو دہشت گردی کے لایا گیا۔"^(۲)
 ۱۹۰۰ء میں ایک سربراہ ہندوؤں نے اردو زبان کی بجائے ہندی زبان کو ہندوؤں
 اور مسلمانوں کی مخالفت میں لایا کہ نہ ملے کی ہندوؤں کی اس ہم میں انہیں ہندی کے پرنسپل
 گزشتہ ماضی میں لایا کہ آئندہ اور سرکے ماحول میں۔ چنانچہ اس نے اپریل ۱۹۰۰ء
 میں سرکے دفاع اور مخالفت میں ہندی زبان لایا کہ نہ ملے کا حکم دیا۔ اس موقع پر اس
 میں انکسار نے اردو زبان کی مخالفت کی طرف سے اردو پرنسپل کی لائن کے نام سے
 ایک جماعت قائم کر کے ایک ہیئت ہندوؤں میں مسلمانوں کو حکومت کے اس خلاف
 مخالفت، مخالفت اور مخالفت میں پرنسپل ہندوؤں کے نام سے اردو پرنسپل کی لائن کے نام سے
 ہندوؤں کی مخالفت کر رہے تھے۔ اسی پہلے میں مسلمانوں کی ایک اجتماعی مصلحت ہندوؤں
 میں فرانس میں انکسار نے نہایت مہربانی امداد میں تقریر کی۔ سربراہان ہندوؤں اس
 موجود تھے۔ فرانس میں انکسار کی اس تقریر کے حق میں تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرانس
 ۱۔ اعلیٰ ترین عدالت میں ۱۹۲۵ء میں ۶۵۰-۶۵۵۔

”عمن الملک نے اس چلے میں جس جوش و خروش سے تقریر کی اس کی نظیر پہلے میں نے نہیں دیکھی تھی۔ یوں سمجھیے کہ افغان کا ایک لاداکھا جواہل اہل کرپھاڑ میں سے نکل رہا تھا آخر میں قلاب بمن الملک نے کہا کہ اگر حکومت اردو زبان کرنا نہ چاہی گئی ہے تو ہمیں بچا ہم اردو کی لاش کو گڑتی میں بہا کر خود بھی ساتھ ہی مٹ جائیں گے اور ایک والہانہ انداز میں یہ شعر پڑھا۔“

چل ساتھ کہ حسرت دل محروم سے نکلے

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھڑم سے نکلے (۱)

قالب بمن الملک اور دیگر زعماء کی کوششوں سے ہندوؤں کو اپنے پیش میں ناکامی ہوئی لیکن کانگریس کے اس دوسلہ دور اقتدار میں کانگریس اور ہندوؤں کو یہ پہری موقع ہاتھ آیا کہ وہ اردو کے خلاف نفعت صدی سے جاری شدہ ہم کرپائیہ تکمیل تک پہنچا دیں۔ یہ سانی سلاب سراسر سیاسی نوعیت اختیار کر چکا تھا۔ چنانچہ کانگریس نے اردو زبان کی طرف نظر عنایت شروع کی اور ایک مردہ زبان میں دوبارہ جان ڈالنے کے ارادے ہو گئے۔

اردو زبان کا مشہد نہ صرف ایک سانی اور سیاسی مشہد تھا بلکہ اب اس کی مذہبی اہمیت اپنی جگہ مسلم برہمنی تھی جس کو کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ دینی لٹریچر کا ایک عظیم حصہ عربی اور فارسی سے ترجمہ ہو کر اردو زبان میں منتقل ہو چکا تھا۔ اس لیے اردو زبان کو نقصان پہنچنے کی صورت میں دینی لٹریچر پر بھی دوپڑہ پڑتی تھی، اسی امکان کے پیش نظر مولانا اشرف علی تھانوی نے اردو زبان کی حمایت میں ایک فتویٰ جاری کیا۔ مولانا تھانوی نے اپنے اس فتویٰ میں اس حدیث کا اظہار کیا کہ ”اگر خدا نخواستہ یہ زبان (اردو) ضائع ہو گئی

۱۔ عاشق حسین بٹاری چندیان چیتا افرات و آئینہ ادب لاہور ۱۹۶۹ء ص ۴۳-۴۴۔

تو مسلمانوں نے تمام اسلامی ذخیرہ ضائع ہو جائے گا۔ وہ تمام دینی کتابیں جو فارسی یا عربی میں تھیں اب ان کا اردو میں ترجمہ ہو گیا ہے اس لیے اگر یہ زبان ضائع ہو گئی تو مسلمانوں خاص طور پر عجم مسلمین کے لیے قلم دین کا کوئی ذریعہ ہی باقی نہ رہے گا۔ تو کیا کوئی مسلمان یہ برداشت کر سکتا ہے کہ یہ ذخیرہ ضائع ہو جائے؟“ مولانا نے اپنے فتویٰ میں اردو زبان کی حفاظت کو دین کی حفاظت کے مترادف قرار دیا اور مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ اردو زبان کی حفاظت حسب استطاعت واجب ہوگی اور باوجود قدرت کے اس میں غفلت اور سستی کرنا موجب مواخذہ آخرت ہوگا۔“ (۲)

۱۹۳۸ء میں مولانا تھانوی نے اہل انڈیا مسلم لیگ کے مشترکہ اجلاس میں مسلمانان ہند کے نام ایک پیغام لکھ کر بھیجا تھا۔ اس پیغام میں بھی آپ نے مسلمانوں اور بالخصوص مسلم لیگ پر زور دیا کہ وہ اردو زبان کے تحفظ کے لیے ہجرہ کو کوشش کریں۔ مولانا کے نزدیک کانگریس کا مقصد اردو زبان کو خاک کے تھنڈے میں ڈال کر اردو زبان کو راج کرنا تھا اور اس کی ترمیم دینی جذبہ پر کام کرنا تھا جس کی بنا پر انگریزوں نے ہندوستان میں انگریزی زبان کو راج کرنا چاہا تھا۔“ مولانا کی رائے میں کانگریس کی یہ چال مسلمانوں میں ”ذہنی انقلاب“ پیدا کرنے کے لیے چلی گئی تھی تاکہ ان کو قہر و قوت کے سانچے میں ڈھالنے کی راہ ہموار ہو سکے۔ اپنے بیان میں مولانا نے مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ ”اردو ہندی کا جھگڑا محض مسلمانوں کو فتن کرنے اور ان میں ذہنی انقلاب پیدا کرنے کے لیے اٹھایا گیا ہے۔“ (۳)

اس طرح کانگریس کی اس سرکوش پالیسی کے خلاف مولانا کے فتوے مسلمانوں کو

۱۔ مولانا اشرف علی تھانوی امداد الفتاویٰ (ادارہ اشرفیہ العلوم کراچی) جلد چہارم ص ۶۰-۶۱۔

۲۔ مولانا اشرف علی تھانوی خطاب بر مسلم لیگ (جھارت ایکڑک پرسیں سماران پورہ ۱۹۳۵ء) ص ۱۳۔

نہی ملے پر میدان کرے میں بہت مشارت ہوئے۔

یہ ارتقا اور دیگر اسلامی رسومات

کاگرس نے پھر صوبوں میں حکومت سنبھالنے کے بعد یہ کہا کہ چند دلچ کام کرنے کا وقت آگیا ہے اس لیے اس نے بہت سے ایسے اقدامات کیے جن کا مقصد مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت کو نشاں پہنچانا تھا۔ جس سے ان کا مزاج و رسوم و عادات کی علامت اور مسلمانوں کے عقائد و عقائد کا گروہ کا قومی مزاج قرار پایا۔ اسمیلوں اور دیگر گروہوں کی کاروائی کا ان کا اس رسوائے کا ذکر لکھنے سے کیا جائے گا۔ مسلمان پچھلے کے لیے کامیابی کی تعمیر کے سامنے پراختیا کرنا لازمی قرار پایا چونکہ یہ حالات براہ راست نہیں کے تھے وہی تھا جس سے ملے تھے اس لیے ان میں سے مسلمانوں نے مولانا قاضی کی طرف رجوع کیا اور آپ سے ان سال پشچی رسلط کی۔ نیزہم کے چند مسلمانوں نے ۱۸۴۰ء کو مولانا قاضی کی ایک تحویلی میں پراختیا کی شرعی حیثیت کے متعلق آپ کی رائے دریافت کی اس میں ان کے جواب میں ۱۸۴۰ء کو پندرہ مہر ماہ میں ہر وقت سے یہ تحریر پیش کی کہ مولانا کا راجہ ہر وقت پر امتداد و ترقی کی ترغیب دینا اور ان کے مدارس کے شروع کیے جانے کی جائے اس پر مسلمانوں نے اصرار کیا کہ ہمارا مذہب اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ سوائے خدا و کرم کے کسی دوسرے شخص کے دوبرہ پراختیا کی جائے اور اگر وہ نہ کرتا اسے سب پر فتنہ کرنی ضرورت تھی اس لیے یہ مسئلہ پر اس کے متعلق سمجھا ہے اس پر پندرہ روزہ کی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ اس مسئلہ پر آپ کی رائے لی جائے۔ لہذا آپ ہر باری فرما اس مسئلے پر علما و محدثین سے متعلق فرما

کہ کیا جیسے کے سامنے پراختیا کرنی جائز ہے یا نہیں؟ مولانا قاضی نے جاہل و اشیاء اور دیگر اہل علم اس مسئلے سے متعلق شرعی رائے کا اظہار کرتے ہوئے ان مسلمان برادران کے اعتراض کو صحیح اور قرار دیا۔ مولانا نے فتویٰ جاری کیا کہ ”وہی مذہب اسلام اس قسم کی اجازت نہیں دیتا۔ دوسرے مسئلے کی ہم شرعاً جائز ہے اور اس امر کی اور ذیلے مسئلوں میں شرکت کی اجازت ہے“

واردہا کی

کاگرس شروع ہی سے اس بات پر زور دیتی آئی تھی کہ ہندوستان میں صرف قوم اکاوسہ اور دوسری تمام ہندوستان کی ناعدنی کرتی ہے۔ اور مسلمانوں نے ہمیشہ کاگرس کے اس سہ فیہ دعویٰ کو صحیح کیا اور عقائد و افکار میں اپنے ایک مملوہ قوم ہونے کا ثمرت فراہم کرتے رہے۔ سیاسی میدان میں شکست کھانے کے بعد کاگرس نے تعلیم کے ادارے میں مسلمانوں کو توجہ و توجہ کے احاطہ میں ڈالنے کی چال لی۔ چنانچہ اس نے حکومت ہندوستان کے بعد ایک تعلیمی کمیشن کا نام دیا کہ ”کارنامہ دہلی۔ یہ کمیشن کی رپورٹ دست اور ذیلہ جاہل و اشیاء کی گئی تھی۔ یہ کمیشن کاگرس کے سیاسی پروگرام کا ایک حصہ تھی۔ مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت کو تہہ نہ جس کے حق میں سے جان کر گئی تھی۔ کاگرس کا مدعا تھا کہ اس کمیشن کے ذیلے مسلمانوں کی ایک ایسی سہیاد کی جائے جو اسلامی تہذیب و تمدن کی ثقافت، مذہب اور اپنے مذہبی شعار سے بالکل

(۱) احوال القادری جلد چہارم ص ۶۱۱ - ۶۱۲

(۲) غرضید مصطفیٰ رضوی حیات و سرگرمی رکتہ برطانوی ۱۹۴۴ء ص ۸۸

یگانہ زور ہو کر کچل کے نہ ہوں پس اپنی بات کہی جائے کہ سرتسلیم سے پیوستہ
 ثقافت کے گائے گھسے۔ اسی خند کے تیشیں خنک لڑی خنک لڑی تھک چکا کہ تیشیں
 میں سرتسلیم کو کھنک کھنک نہیں کیا گیا۔ یہ تیشیں اس لطافت کے مٹا کر خنک
 ہو رہی تھیں۔ ان کی جڑی اور پیچھے سے خنک ہونے سے یہ تیشیں خنک ہو رہی تھیں۔
 اور اس کے ساتھ کہ زندگی اور لطافت کو ان کی جڑوں میں ان کے خنک ہونے کا
 کھیلنے کے دولے سے ان کی خلعتوں، دکھار اور حرم سے ہوجائے۔ سرتسلیم کو ان
 کو کھنک کھنک لڑی میں کیا گیا کہ جتنے کی تیشیں کھنک کھنک کھنک کھنک کھنک کھنک
 کو کھنک کھنک کھنک کے حال میں کہ ان کے خنک ہونے کو کھنک کھنک کھنک کھنک کھنک
 کھنک کھنک کھنک۔

[illegible]

Liaquat Ali Khan Resolutions of the All India Muslim League Dec. 1938-March 1940 pp. 14-15

[illegible]

۱. ہندی اردو تنازعہ ص: ۳۸۲

۲۰ روزنامه انقلاب لاہور، ۹ مارچ ۱۹۳۹ء، ص ۵

گوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اس اصولی بحث کے بعد مولانا تھانوی نے اس سکیم کے چند اہم نکات پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ہم تشدد یا ہم اس سکیم کا بنیادی اصول تھا۔ مولانا نے ہم تشدد کے فلسفہ کو ”گاندھی فلسفہ“ قرار دیتے ہوئے اس طرز فکر کی سخت مذمت کی اور کہا کہ اس سے زیادہ فخر پرستی کیا ہو سکتی ہے کہ ہم ملک کے بچوں کو گاندھیوی فلسفہ پر مجبور کیا جائے۔

اس سکیم کے تحت تعلیمی کتب اس پنج پر تیار کی گئی تھیں کہ طلباء کے ذہن پر یہ بات نقش ہو جائے کہ تمام آسمانی مذاہب سچے ہیں۔ مولانا کے خیال میں ایسا کرنا خود کو کلام اللہ کے گڑھے میں گرانے کے مترادف ہوگا۔ اس لیے کہ انسان تمام مذاہب کی عزت اسی وقت کر سکتا ہے جب تک کہ سب کو سچا سمجھے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ بالکل لامذہب ہو جائے گا۔ مولانا نے اس طرز فکر کی مذمت کی اور ساتھ ہی اس بات کی سفارش کی کہ ملک کی اجتماعی زندگی کو خوشگوار اور پرامن بنانے کے لیے باہمی رواداری، ہمسایہ قومیوں کے حقوق اور انسانی حقوق کی تعلیم دی جائے لیکن ساتھ ہی ایسے غلط قیوموں کو تائب کیا جائے جس میں مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کے جذبات کو بھڑکایا گیا ہو۔ آخر میں برہمنوں کی تعلیم پر تنقید کرتے ہوئے مولانا نے اس کو مذہب کے منافی قرار دیا اور مسلمانوں کے بچوں کو برہمنوں کی عبرتی تعلیم کو ان کے مذہبی معاملات میں مداخلت قرار دیا۔

بندہ سے ماترم کا تواد ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف گویا ایک تم کا اعلان جنگ تھا۔ دوسری طرف ہندو ”شرکیات“ پر مشتمل تھا اس لیے مسلمانوں کی جانب سے اس کو ہمداشت کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ مولانا تھانوی نے اس ترانہ پر بھی کڑی مکتہ چینی کی۔^(۱۰)

(۱۰) روزنامہ عصر ص ۱۶، ۲۶ دسمبر ۱۹۳۸ء۔ ص ۱

مسلم لیگ کے نام پر پیغام میں بھی مولانا تھانوی نے واردات تعلیمی سکیم کو اسلام اور مسلمانوں کے لیے خطرہ قرار دیتے ہوئے مسلم لیگ کے زعماء کو متنبہ کیا کہ وہ اس سکیم کی جناب سے غفلت نہ کریں۔ مولانا کی رائے میں یہ سکیم اپنی ظاہری صورت میں جس قدر بے ضرر نظر آتی تھی۔ اندرونی طور پر اسی قدر مسموم اور زہر آلود تھی۔ مولانا کے نزدیک یہ سکیم متحدہ قومیت کے علمبرداروں کی ایک چال تھی جس کے ذریعے وہ مسلمانوں میں سے مذہبی روح کا فنا چاہتے تھے۔

اس سکیم کی تیاری کے وقت اس کے مزین کے ذہنوں پر ایک بات سوار تھی کہ یہ ثابت کیا جائے کہ سچائی تمام سماوی مذاہب میں موجود ہے اور اصولی اعتبار سے ہر مذہب سچا ہے اور کسی کو کسی پر کوئی ذمیت حاصل نہیں۔ مولانا نے اپنے بیان میں اس نظریہ پر کڑی مکتہ چینی کی کہ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوگا کہ چونکہ سچائی تمام مذاہب میں موجود ہے اور یہی درحقیقت حیات ہے اور سخاوت ہی کے واسطے مذہب کو اختیار کیا جاتا ہے تو اس کے لیے خاص مذہب کی ضرورت نہیں مسلمان رہو یا ہندو ہو جیسا کہ مولانا نے مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہوئے اس خدشے کا اظہار کیا کہ اگر وارہا سکیم ہندوستان میں رائج کر دی گئی تو مسلمانوں کا مذہب باقی نہیں رہے گا۔ مولانا نے تادمین لیگ سے اس سکیم کی پُروردہ مخالفت کی اپیل کی^(۱۱)

۱۸ ستمبر ۱۹۳۸ء کو مولانا نے کانگریس کی فلیمنگ کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک مجلس میں فرمایا کہ ”انگریزوں کو حکومت کرتے ہوئے مدت گزر گئی ہے۔ تھل اور دور اندیشی کی عادت ہو گئی ہے وہ جوش سے کام لیتے ہیں اور چونکہ کانگریس کی حکومت نئی نئی بنی ہے اس لیے جوش زائد ہے اور تشدد اور سختی سے کام لے رہے ہیں۔ ان کی وہی حالت ہے جو

اس آیت میں بیان کی گئی ہے۔ وَاِذَا قُلُوْا سَمْعٰی فِی الْاَرْضِ لِیَغْسَدَ فِیْهَا وَیَهْلِكَ
الْحَرِثُ وَالتَّمَلُّ وَالتَّمَلُّ وَاللَّهْ لَا یَحِیْبُكَ الْغَسَادُ“ یعنی یہ سنائی کو حکومت مل جائی ہے
تو وہ اس دور و صوب میں لگا رہتا ہے کہ دنیا میں فساد کرے اور زراعت اور مویشی ہلاک کئے
قوتی کے دو معنی ہیں ایک پیٹھ پھیرنے کے اور دوسرے حاکم بننے کے۔ میں نے دوسرے
ہی معنی کے لحاظ سے تفسیر دی ہے۔ کانگریس کو چاہیے تھا کہ اتفاق سے جو موقع ہاتھ آگیا تھا
اس کو غنیمت سمجھتی اور دول جوئی اور مراعات سے حکومت کرتی مگر اس سے ایسا نہ ہو سکا جی
خود اس کے حمایتی بھی اس کی موجودہ روش کو پسندیدہ نہ کہیں سے نہیں دیکھ رہے ہیں لہٰذا
مولانا تھانوی نے کانگریس کے دور حکومت کے بارے میں جو رائے قائم کی خود
گاندھی نے حرفت بھرت اس کی تائید کرتے ہوئے اخبار ہیرکن (۸ دسمبر ۱۹۳۸ء) میں لکھا
کہ ہمیں کانگریس کے موجودہ دور حکومت میں سوائے طرانت، الملوکی اور انقلابی تباہی کے
کچھ نہیں دیکھتا۔“ (۵)

۱۔ اسلام لاہور ص ۱۲۹

۲۔ نواب صدیق علی خاں بے تیغ سپاہی (الائیز یک کارپوریشن کراچی ۱۹۶۱ء) ص ۱۳۵

باب

مولانا تھانوی اور آل انڈیا مسلم لیگ

مسلمانانِ پاک و ہند نے سرسید احمد خان کے مناسب سیاسی نظریات کو قبول کرتے
ہوئے سیاست سے علیحدگی اختیار کر لی تھی مگر ان کی وفات کے بعد چند ایک واقعات نے
مسلمانوں کو مجبور کیا کہ وہ سرسید کے راستے کو خیر باد کہہ کر اپنے حقوق کے تحفظ کی خاطر سیاسی
میدان میں اتریں۔ چنانچہ ۲۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو مسلمانوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے نام سے
ایک سیاسی تنظیم قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس سیاسی جماعت کے اہم مقاصد میں مسلمانوں
کے سیاسی و دیگر حقوق کا تحفظ، انگریزوں کی دغا داری اور ہمسایہ قوموں سے اچھے تعلقات
قائم کرنا شامل تھے۔

آل انڈیا مسلم لیگ ابتدائی دور میں کوئی عوامی جماعت نہیں تھی اور اس کا کام محض
سال میں ایک مرتبہ ایک جلسہ کی کارروائی تک محدود تھا۔ ۱۹۳۵ء کے بعد جب قائد اعظم
محمدا علی جناح نے مسلم لیگ کی تنظیم کو کام شروع کیا تو مسلمانوں نے لیگ کی طرف رجوع کیا
چونکہ اب عام مسلمان بھی لیگ کی کارروائیوں میں دلچسپی لے رہے تھے اس لیے لیگ
میں شمولیت یا عدم شمولیت کے بارے میں شرعی نقطہ نظر کا سوال زیر بحث آیا۔ چونکہ
مسلمان لیگ اور کانگریس کے متعلق علما کی رائے جاننے کے خواہش مند تھے اور مولانا
تھانوی کی طرف بھی رجوع کر رہے تھے اس لیے مولانا تھانوی نے صورت حال سے

آگاہی کی خاطر آل انڈیا مسلم لیگ اور جمعیتہ العلماء ہند کو کچھ سوالات لکھ کر بھیجے تاکہ کسی بھی جماعت کے حق میں فتویٰ دینے سے قبل صحیح صورت حال معلوم ہو سکے۔ یہ سوالات مولانا ظفر احمد عثمانی نے مرتب کیے تھے اور مولانا تھانوی کی اصلاح کے بعد دو سوالات ان کو بھیجے گئے تھے۔

سوالات از جمعیتہ العلماء ہند

- ۱۔ جمعیتہ العلماء ہند کے نزدیک مذہبی حیثیت سے کانگریس میں شرکت کیوں ضروری ہے اور کانگریس سے علیحدگی میں کیا ضرر ہے۔
- ۲۔ کانگریس میں مسلمانوں کا داخلہ جس صورت، انفرادی، غیر منظم اور غیر مشروط طریقہ پر اس وقت ہو رہا ہے اور مسلم نشستوں کے لیے کانگریس خود براہ راست امیدوار تجویز کرتی ہے کیا اس سے اسلام اور مسلمانوں کو خطرہ نہیں۔ اگر ہے تو اس خطرہ سے بچنے کی کیا صورت ہے۔
- ۳۔ مسلم لیگ سے جمعیتہ العلماء کو کیوں اختلاف ہے جبکہ وہ مسلمانوں کو منظم کر رہی ہے اور اس کا مقصد بھی آزادی کا ل کی تحصیل ہے جیسا کہ اس سال کھنڈو کے اجلاس میں اس نے اعلان کر دیا ہے۔
- ۴۔ اگر مسلم لیگ میں کچھ مفاسد اور منکرات شرعہ موجود ہیں تو کیا یہ صورت ممکن نہیں کہ جمعیتہ العلماء مسلم لیگ میں شریک ہو کر اس کو مخلص اور فعال لوگوں سے بھر دے اور مسلمانوں کی تنظیم کو مکمل مفاسد اور منکرات سے پاک کر دے۔
- ۵۔ کیا مسلم لیگ اور جمعیتہ العلماء ہند کے تھام سے مسلمانوں میں تشدد و افتراق پیدا نہیں ہوتا اور کیا یہ تشدد معزز نہیں۔ اگر ہے تو جمعیتہ العلماء نے اس معزز کے

امداد کی کوئی صورت اختیار کی ہے یا نہیں۔

دوسروں کے شبہات اور اعتراضات

- ۱۔ کانگریس کے ساتھ مل کر جو آزادی ہندوستان کو حاصل ہوگی اس کا انجام ایک مشترکہ حکومت کا قیام ہے جس میں حنفیہ کفر غالب اور عنصر اسلام مغلوب ہوگا۔ ایسی حکومت یقیناً اسلامی حکومت نہ ہوگی تو اس کے لیے حدود و حدیث کرنا مسلمانوں کے ذمے کس دلیل سے واجب ہے۔ نیز اس کی ضمانت کیا ہے کہ ہندو انگریزوں کو ہندوستان سے بے دخل کرنا چاہتے ہیں اور ان کے ساتھ میں مسلمانوں پر حکومت کرنا نہیں چاہتے۔ کانگریس کے اقتدار سے اس وقت ہندوؤں کے جوٹھے جس قدر بڑھنے لگے ہیں اور وہ مسلمانوں پر بازاروں، دیہاتوں، ملازمتوں اور سرکاری محکموں میں جو مظالم برپا کرنے لگے ہیں۔ جمعیتہ نے ان کے امداد کی کیا تدبیر سچی ہے اور اس کے لیے کوئی عملی قدم اٹھایا ہے یا نہیں۔
- ۲۔ کانگریسی وزارتوں نے زمینداروں کی الٹھی کاشت کاروں کی محکوم بنا دی ہے۔ جمعیتہ نے اس سلسلے میں کیا کیا ہے۔
- ۳۔ کانگریس میں ہندسے ماتم کا ترازو گایا جاتا ہے جو حقوق شرکاء پر مشتمل ہے اور قوی چھینڈ کو اسلامی دی جاتی ہے جو قریب پر شرک ہے۔ کانگریسی مسلمان بھی ہندسے ماتم کے عیسیت کے وقت کھڑے ہو جاتے ہیں اور قوی چھینڈے کو اسلامی دیتے ہیں کیا ان افعال میں شرکت گناہ نہیں ہے۔ اگر ہے تو جمعیتہ نے مسلمانوں کو اس کے متعلق کیا ہدایات کی ہیں اور اس پر اور اسی قسم کی دوسری منکرات پر پھسلنے احتجاج بلند کیا ہے

یا نہیں۔

۳۔ صدر کانگریس اور اس کی ہم خیال جماعت براہ شریعت کی حامی اور مذہب اور خدا کی دشمن ہے ان کی تقاریر خدا اور مذہب کے خلاف شائع ہوتی رہتی ہیں۔ جمعیت نے ان کے خلاف کوئی عدائے اجتماع بلند کی ہے کہ نہیں اور مسلمانوں کو ایسے کافروں کی تنظیم و تحریک سے روکا ہے کہ نہیں۔

۵۔ کانگریس کے ساتھ مل کر جو آزادی حاصل ہوگی اس کی کیا ضمانت ہے کہ اس میں مسلمانوں کے مذہبی و سیاسی حقوق کی پوری حفاظت ہوگی جبکہ کانگریس اور اس کے ذمہ داران مذہب اور حقوق کا نام لینا بھی جرم سمجھتے ہیں اور اس کو فرقی پرستی قرار دیتے ہیں نیز جمعیت نے کانگریس کے ساتھ تعاون کر کے مسلمانوں کے مذہبی اور سیاسی حقوق کے تحفظ میں اس وقت تک کام کیا ہے۔

۶۔ جمعیت نے اچھوت قوموں میں تبلیغ اسلام کیلئے کوئی قدم اٹھایا ہے کہ نہیں جس کی بنیاد سیاسی سخت ضرورت ہے۔

مولانا تھانوی کے مندرجہ بالا سوالات کے جوابات متعدد یاد دہانیوں کے بعد جمعیت العلماء کی طرف سے موصول نہ ہوئے۔^(۱)

سوالات از مسلم لیگ

۱۔ آپ کے نزدیک کانگریس میں مسلمانوں کی شرکت سیاسی حیثیت سے کیوں معزز ہے اور اس سے علیحدگی کیوں ضروری ہے اکثر لوگ پوچھتے ہیں تو ہم نادانیت کی وجہ

(۱) افادات اشرف در سائل سیاسی ص: ۵۳ - ۵۶

سے جو انہیں ملے سکتے۔

۲۔ کیا بدون کانگریس کے تعاون کے ہندوستان کو آزادی مل سکتی ہے۔ اگر مل سکتی ہے تو اس کی صورت جو آپ کے ذہن میں ہو اس کو واضح فرمایا جائے۔

۳۔ کیا کانگریس سے مسلمانوں کی علیحدگی آزادی ہندوستان کے مسئلے میں باعث تعویق و تاخیر نہ ہوگی۔

۴۔ کیا مسلم لیگ تمام مسلمانوں کو یا ان کی زیادہ تعداد کو کانگریس میں شریک ہونے سے روک سکتی ہے۔ بظاہر یہ امر مستبعد ہے۔ کانگریس میں پہلے ہی سے مسلمان موجود ہیں اور جب سے وہ وزارت قبول کر کے برسر اقتدار آئے ہیں وہ زیادہ تعداد میں شریک ہو رہے ہیں۔ پس اگر مسلم لیگ نے حقوڑے سے مسلمانوں کو روک بھی لیا تو کیا نفع کی امید ہے جبکہ زیادہ حصہ اس میں شریک ہوگا۔

۵۔ کیا مسلم لیگ کے زیادہ تر ارکان کانگریسوں کے حامی اور اندرونی طور پر ان کے بھی خواہ نہیں ہیں اور کیا بھٹل سرکار جیوری مسلم لیگ ایک بھٹائی زہر ہے (دینیہ مجلہ ۱۲ دسمبر ۱۹۳۷ء) اگر نہیں تو اس کا اطمینان بخش جواب دیا جائے۔

۶۔ مخالفین کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ مسلم لیگ ایک بے عمل جماعت ہے کانگریس کی طرح اس نے اب تک کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا ہے نہ مسلمانوں کے فائدہ کے لیے کوئی کام کیا ہے۔ اور اس وقت کانگریس کے مقابلے میں جو جدوجہد لکیشن لٹنے میں صرف کر رہی ہے مسلمانوں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ انگریزوں کا نفع ہے کہ کانگریس کی قوت کمزور ہو کر آزادی ہندوستان کا مسئلہ تعویق میں پڑ جائے۔ اس اعتراض کا کیا جواب ہے۔

- ۷۔ مسلم لیگ نے اب تک مسلمانوں کی تعلیم اور ان کی مذہبی، تمدنی اور اقتصادی ترقی کے لیے کیا طریق عمل اختیار کیا اور اس کے لیے کونسا عملی قدم اٹھایا۔
- ۸۔ اگر کسی وقت ہر طرح اطمینان کر کے مسلم لیگ کو کانگریس میں شامل کرنے کی ضرورت ہوتی تو کیا مسلم لیگ کو نوکر اس میں شامل کر لیا جائے گا یا مسلم لیگ کو قائم رکھ جائے گا۔
- ۹۔ اگر علماء مسلم لیگ کے ممبر بننا چاہیں تو کیا ان کو بھی الیکشن ہی کے ذریعے مسلم لیگ کا کوئی درجہ حاصل ہوگا جس سے ان کو مسلم لیگ کے اجلاس اور مجلس عاملہ وغیرہ میں اپنی ریلے پیش کرنے کا حق حاصل ہو؟ مسلم لیگ میں علماء کی وقعت کس درجہ ہوگی اور ضرورت اختلاف علماء کسی مسئلہ مختلف فکر کو کس طرح طے کیا جائے گا۔
- ۱۰۔ جمیعت العلماء ہند اور مسلم لیگ کے تھام سے مسلمانوں میں جو محبت و اخوت پیدا ہوگا آیا لیگ نے اس کے ضروری گوشوں کیلئے کیا ہے یا نہیں۔ اگر کیا ہے تو اس کے نفاذ کی کوئی صورت باہمی اتفاق کی سوچی ہے۔
- ۱۱۔ مسلم لیگ نے اچھوت قوموں میں تبلیغ اسلام کی ضرورت کو محسوس کیا ہے کہ نہیں جو ضرورت مذہباً بلکہ سیاستاً بھی نہایت اہم ہے۔ اگر کیا ہے تو اس کے لیے کوئی عملی قدم بھی اٹھایا ہے کہ نہیں۔
- آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے نواب محمد اسماعیل خان ایم ایل اے صدر مسلم لیگ پاکستانی بورڈ یونیورسٹی ریاض نے باہمی مشورہ کے بعد ان سوالات کے جوابات تیار کیے اور سید ذاکر علی جوائنٹ سیکرٹری یونیورسٹی مسلم لیگ پاکستانی بورڈ نے ۲۵ دسمبر ۱۹۳۳ء کو ملوث تھانوی کو ارسال کر دیے۔

سیکریٹری ریاض سابق میرٹھ بورڈ یونیورسٹی نے جوابات مرتب کر کے میں اہم کردار ادا کیا رقم کو ایک خط میں ان سوالات کے متعلق لکھا کہ ”مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم نے ۱۹۳۲ء میں صدر یونیورسٹی مسلم لیگ کو جو کہ اس وقت نواب محمد اسماعیل خان مرحوم تھے، ایک خط لکھا جس میں گیارہ بابا رہ سوالات تھے۔ یہ سب سوالات مسلم لیگ کے اعضاء و قضاہ اور دین کے معاملہ میں مسلم لیگ کی روش کے متعلق تھے میں غالباً مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کے جلسے کے سلسلے میں لکھ لکھا ہوا تھا۔ نواب اسماعیل خان بھی اسی غرض کے لیے لکھتے آئے ہوتے تھے اور مسلم بورڈس میں قائم تھے۔ نواب صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ مولانا کے خط کا جواب دے دیں۔ سید ذاکر علی مرحوم نے جو یونیورسٹی مسلم لیگ کے سیکرٹری تھے وہ خط مجھے دیا اور میں نے وہیں مولانا کے سوالات کا جواب لکھ کر نواب صاحب کو دے دیا۔ انہوں نے میرے جواب سے اتفاق کر کے وہ خط مولانا مرحوم کو بھیج دیا۔ اس کے جواب میں مولانا نے صد لکھ پتی مسلم لیگ کو ایک اور خط لکھا جس میں ان جوابات پر اپنے اطمینان کا اظہار فرمایا اور مسلم لیگ کی تائید کا وعدہ کیا“ (۱)

مرحوم سید حسن یاسین نے اپنی کتاب میں بھی اس معاملے پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ”علامہ اتبلا سے مسلم لیگ کے ساتھ تھے اور ہر کتب خیال کے عمار۔ یہ خیال صحیح نہیں کہ جمیعت العلماء ہند جو کانگریس کے ساتھ تھی تو ہندوستان کے تمام علماء کانگریس کے ساتھ تھے جمیعت العلماء ان تھوڑے سے مولویوں کے گروہ کا نام تھا جس کو خلافتِ کبریٰ میں سیاست سے لگا دیا ہوا اور بعد کانگریس کے رویے سے سیاسی سرگرمیاں جاری رکھنا ان کو پہل معلوم ہوا۔ وگرنہ ان کے علاوہ بھی ہندوستان میں بہت سے علماء تھے اور بڑے مرتبہ کے علماء۔ مسلم لیگ کی تحریک کے آغاز ہی میں مولانا اشرف علی تھانوی نے صدر مسلم لیگ

۱۔ مکتوب سید محمد ریاض بنام رقم ۱۵/۱۰/۱۹۳۸ء

یہی کے صدر کو جو ذواب اسماعیل خاں حرم تھے۔ ایک استغناء بھیجا جس میں غالباً عجیب و سوا تھے۔ یہی مسلم لیگ کی طرف سے اس کا جواب دیا گیا۔ حضرت مولانا مرحوم کو بالکل اطمینان ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے دائرہ اثر کے لوگوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ مسلم لیگ میں شریک ہوں جس میں بہت سے صاحب تر تر علماء بھی تھے۔^(۱)

جواب از جانب زعمائے مسلم لیگ

جواب نمبر ۱، بحث یہ ہے کہ مسلمان اجتماعی حیثیت سے کاغرس کے ساتھ تعاون کریں یا انفرادی حیثیت سے کاغرس میں داخل ہو جائیں۔ ہمارے خیال میں سیاسی حیثیت سے مسلمانوں کی انفرادی شرکت اس لیے مضرب ہے کہ مسلمان اقلیت میں ہونے کی وجہ سے کاغرس میں ہمیشہ اس قدر کم تعداد میں رہیں گے کہ کاغرس کے مسلک اور عمل پر ان کی رٹنے کا کوئی اثر نہیں پڑے۔ لہذا نیز مسلمان ارکان کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے مسلمان آل انڈیا کاغرس کمیٹی اور ورکنگ کمیٹی میں جو کاغرس کے واقعی یا اختیار ادارے ہیں شاندار ناوہی منتخب ہو سکیں گے۔ کاغرس کی ان دونوں با اختیار کمیٹیوں میں اس وقت تک مسلمان کا جو تناسب رہا ہے اس سے کبھی طرح یہ ثابت ہو رہا ہے کہ یہ اندیشہ بالکل صحیح ہے۔ غالباً آل انڈیا کاغرس ورکنگ کمیٹی کے اکیس ارکان میں سے صرف دو ارکان انڈیا کاغرس کمیٹی کے صرف تین سوا ارکان میں سے صرف سات یا آٹھ مسلمان ہیں۔ انتخاب غلط، نشستوں کا تعین نہیں، کاغرس میں ہندو ووٹروں کی تعداد زیادہ ایسی صورت میں کبھی قریح نہیں کی جاسکتی کہ مسلمان با اختیار کمیٹیوں میں اتنے ہو سکیں گے کہ وہ کاغرس کے فیصلوں

اور طرز عمل پر کوئی اثر ڈال سکیں۔ اس سلسلے میں کاغرس خیال کے مسلمان یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ غیر تعداد میں کاغرس کے ممبر بنیں اور اس طرح کاغرس پر قبضہ کر لیں۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ ہندو مسلمانوں کے مقابلہ میں با اعتبار تعداد زیادہ ہیں اور ہندو عورتیں بھی کاغرس کی ممبر بنی ہیں اور اس میں شریک ہوئی ہیں۔ مسلمان عورتیں اگر ممبر بن سکیں تو پردے کی وجہ سے شریک نہیں ہو سکتیں۔ مسلمان زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہیں کہ اپنی سماجی آبادی کو کاغرس کا ممبر بنوائیں۔ ہندو بھی یہی کریں گے۔ اس صورت میں ہندو مرد اور عورتیں مل کر مسلمان مرد و عورتوں سے تقریباً پانچ گنا زیادہ ہو جائیں گے اور کاغرس کی ہر کمیٹی کا فیصلہ انہی کی رائے پر منحصر ہوگا۔ مسلمان کبھی یہ قریح نہیں کر سکتے کہ ان کی کوئی تجویز کاغرس میں منظور ہو سکے گی۔ ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ ان چاروںوں کی کاغرس میں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں یعنی صوبہ سرحد، پنجاب، سندھ اور بنگال کی ہر کمیٹی میں مسلمانوں کی اکثریت رہے گی۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔ مگر دشواری یہ ہے کہ کاغرس کے نظام میں دونوں کو موجودہ انگریزی نظام کی طرح صوبائی خود اختیاری حاصل نہیں ہے۔ کاغرس ایسی وجہ سے چاروںوں میں مسلمانوں کو با اختیار اکثریت حاصل نہ ہو، صوبائی خود اختیاری کے خلاف ہے۔ اور مرکزی و صوبائی حکومت پر مضر ہے۔ مسلمانوں اور کاغرس کے درمیان یہ مسلسل اختلاف رہا ہے۔ مسلمان اپنی اکثریت کے ممبروں میں جو بات طے کریں گے وہ مرکزی و صوبائی حکومت ہونے کی صورت میں کاغرس یعنی آل انڈیا کاغرس کے اجلاس کاغرس کمیٹی اور ورکنگ کمیٹی میں نامنظور ہو جائیں گی جہاں مسلمان ارکان کا تناسب ایک چوتھائی سے زیادہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر مسلمان اس طرح کاغرس میں شریک ہو گئے تو ان کی حیثیت یہ ہوگی کہ ان کی موجودگی میں ان کے مفاد کے خلاف فیصلے ہوں گے اور آئینی اصول کے مطابق ان کو اکثریت کے

فیصلوں کو قبول کرنا پڑے گا اور اس کے باوجود کہ وہ سکوت کریں یا اختلاف کریں وہ ان مخالفت فیصلوں کے ذمہ دار تصور کئے جائیں گے اور کانگریس کے باہر بھی ان کو اختلاف کا کوئی حق نہ رہے گا لیکن اگر مسلمان مسلم لیگ کے ماتحت اپنی علیحدہ تنظیم کریں تو وہ ہندوستان میں دوسری طاقت ہوں گے جو اتحاد کے اعتبار سے کم مگر دوسری حیثیتوں سے اکثریت کے مقابلے میں زیادہ طاقتور ہو سکتی ہے۔

یقیناً ہندوؤں اور مسلمانوں کے اشتراک اور اتحاد کے بغیر ہندوستان کا آزاد ہونا بظاہر ممکن نہیں لیکن یہ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کا مشترکہ مفاد اور مقصد ہے لہذا اگر کانگریس اخلاص کے ساتھ آزادی ہندوستان کی طالب ہے تو اس کو مسلم لیگ کے جائز مطالبات طے کرنے پڑیں گے اور وہ معاملہ میں مسلمانوں سے سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہوگی۔ انفرادی حیثیت سے کانگریس میں شرکت سے مسلم اقلیت ہندو اکثریت میں گم ہونے والی ہے اور جداگانہ تنظیم کی صورت میں مسلمانوں کی اجتماعی قومی انفرادیت قائم رہتی ہے۔ کانگریس میں شریک ہو کر مسلمان جو بات کہیں گے وہ اکثریت کی طاقتور آواز سے دب جائے گی اور جو بات وہ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے کہیں گے وہ جداگانہ ہونے کی وجہ سے ساری دنیا میں سنی جائے گی۔ کانگریس میں شریک ہو کر مسلمان اپنے خاص مفاد کے لیے کوئی جداگانہ عمل نہ کر سکیں گے اور جداگانہ اسلامی تنظیم کے ماتحت ہر مل ان کے اختیار میں ہوگا۔

جواب نمبر ۲ : کانگریس کے تعاون کے بغیر یا دوسرے الفاظ میں ہندوؤں کے تعاون کے بغیر مسلمان یقیناً ہندوستان کو آزاد نہیں کر سکتے۔ لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ کانگریس کا تعاون انہی شرائط پر حاصل کیا جائے جو کانگریس پیش کرے یعنی ہر مسلمان چار آٹے کا تہائی ممبر بنے اور انفرادی حیثیت سے بلا مسلم مفاد کے تحفظ کی شرائط منسلک

ہوئے کانگریس میں داخل ہو کر اپنی اسلامی حیثیت کو کم کر دے اور محض ہندوستانی رہ جائے اس طرح کیوں نہ ہو کہ مسلمان مسلم لیگ کے ماتحت اپنی تنظیم کریں اور مسلمانوں کی اپنی مسلم لیگ اور ہندوؤں کی اپنی کانگریس کے درمیان تمام مشترکہ مفاد کے حصول کے لیے اور نیز آزادی حاصل کرنے کے لیے بشرط اس قسم کا معاہدہ اتحاد و جیسا دو طبیعت قوموں کے درمیان ہوتا ہے اہم معاملات کے تعلق سے کانگریس کی مجلس عاملہ اور مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے اجلاس ہوں اور ان اجلاس میں جو فیصلے ہوں ان پر دونوں اکٹھے اور دونوں قومی کاربند ہوں۔ کیا اگر دونوں اور فرسیدیں نے اپنی اپنی قومی انفرادیت کو منائے بغیر جرمینل کے خلاف جنگ نہیں کی۔ کانگریس کا تعاون حاصل کرنے کی دوسری صورت مسلمانوں کے حق میں بہتر صورت ہے۔ اگر مسلمان مسلم لیگ کو مضبوط اور مستحکم کر لیں اور کانگریس میں شریک نہ ہوں تو یقیناً کانگریس اس طریقہ پر مسلمانوں سے اتحاد کرنے پر مجبور ہوگی۔

جواب نمبر ۳ : کانگریس میں غم ہونے کے بعد حسب مسلمان دیکھیں گے کہ ان کی رائے اور آواز بے اثر ہے اور وہ اپنے قومی مفاد کے خلاف ہندوؤں کے پیچھے پیچھے چلنے پر مجبور ہیں تو ان کا آزادی حاصل کرنے کا جذبہ ان کے دلوں میں سرورٹجائے گا اور آزادی کی تحریک اور جنگ مسلمانوں کی ہمت اور عمل سے اسی طرح محروم ہو جائے گی جس طرح کہ انگریزی حکومت ہندوستان کے تحفظ کے لیے جنگوں میں ہندوستانیوں کے طبیعت، جوش، مہارت، وطن اور جوش تک گہری سے محروم ہے اور صرف روپیہ دے کر ان کو لڑنے پر آمادہ کرتی ہے۔ لہذا اس طرح حصول آزادی میں تعویذ ذناخیز زیادہ ہوں گی لیکن اگر مسلمان مسلم لیگ میں رہے اور ہندو کانگریس میں رہے اور دونوں قوموں کے درمیان اس طرح اتحاد قائم ہوا جیسا کہ دو قوموں کے درمیان ہوتا ہے اور اگر مسلمانوں کو اطمینان

ہو گیا کہ ان کی اسلامییت اور قومی انفرادیت محفوظ ہے اور آزاد ہندوستان میں وہ بھی آزاد قوم کی حیثیت سے رہیں گے تو مسلمان اپنے مفاد کے لیے اور ہندو اپنے مفاد کے لیے عیسائیوں کی حیثیت سے خالص قومی آزادی کے جذبہ سے جنگ کریں گے۔ یہ جنگ جس قسم کی بھی ہوگی۔ زیادہ طاقتور ہوگی اور اس سے آزادی جلد حاصل ہو سکے گی۔

جواب نمبر ۴ : یقیناً مسلم لیگ مسلمانوں کو کانگریس میں شریک ہونے سے روک سکتی ہے اور باوجود اس کے کہ کانگریس رہبر اقتدار ہے اور اس کی وزارت قائم ہے۔ تجربہ سے ظاہر ہو گیا ہے کہ کانگریس کی حکومت قائم تھی۔ مسلم لیگ نے کانگریس کے مقابلے میں بالکل لکھنؤ لڑے ان میں سے چار میں مسلم لیگ کامیاب ہوئی اور صرف ایک بھارت میں ناکامی ہوئی۔ اس ناکامی کی وجہ بھی مافظا ابراہیم صاحب کا ذاتی اثر اور مسلم لیگ کو کام کرنے کی کم مہلت تھی نیز یہ بھی کہ ابھی تک مسلم لیگ کی تنظیم مکمل اور طاقتور نہیں ہے پھر تاریخی تجربہ یہ بھی بتاتا رہا ہے کہ اقوام کی اکثریت اپنے مفاد اور وجود کے تحفظ کے حق میں رہتی ہے حکومت کے موافقت وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے مفاد براہ راست حکومت سے وابستہ ہوں۔ مثال کے طور پر کانگریس کی سابقہ تحریکات کو لے لیجئے۔ انگریزوں کی حکومت قائم تھی۔ ہزار ہا ہندو سرکاری ملازم تھے۔ زمیندار خطاب یافتہ اور ٹیکس دار اور اجارہ دار وغیرہ تھے مگر قوم کی آواز دی گئی تو کانگریس کے پلیٹ فارم سے بلند ہوئی۔ لہذا جو لوگ ذاتی اغراض کے لیے یا کانگریس کے اقتدار سے مرعوب ہو کر مسلم مفاد کے خلاف کانگریس میں شریک ہوں گے وہ بھی انگریزی حکومت کے پرستار ہندوؤں کی طرح بلے اثر ہو کر رہ جائیں گے۔ نیز یہ کہ جب مسلم لیگ کا نظام مضبوط ہو جائے گا اور یہ ناممکن ہو جائیگا کہ کوئی مسلمان انفرادی حیثیت سے یا کانگریس کی طرف سے کھڑا ہو کر مجالس و اجتماعات

قائمین کا میرٹھ ہو سکے اور مسلم ریلوے عام کانگریس کا ممبر ہونا محسوس اور مسلم لیگ کا ممبر ہونا اچھا سمجھنے کے لیے تو کوئی مسلمان کانگریس کا ممبر بننا پسند نہ کرے گا اور اس طرح مسلم لیگ مسلمانوں کو کانگریس میں جانے سے روک دے گی اور بالآخر انگریزوں کی چھوٹی سی بے اثر جماعت کانگریس میں رہی بھی تو کانگریس کی نظر میں اس کی کوئی وقعت نہ ہوگی۔ چنانچہ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۳۵ء تک یہی ہوا۔ کانگریس ہندوؤں اور مسلمانوں کے فرقہ وارانہ معاملات کے متعلق کانگریسی مسلمانوں سے کوئی گفتگو نہیں کرتی تھی بلکہ ہر معاملہ میں ان کو نظر انداز کر کے کانگریس کو مسلم لیگ اور مسلم کانفرنس سے رجوع کرنا پڑتا تھا۔ آخر میں یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ کانگریس میں مسلمانوں کی بڑی تعداد سرگزشتاں نہیں۔ اس قسم کے تمام اعلانات سمجھنے اور سنبھالنے میں۔ یعنی ہندو افراد میں جو کانگریس میں شریک ہیں۔

جواب نمبر ۵ : ۱۹۳۷ء سے مسلم لیگ میں مکمل انقلاب ہوا۔ کامل ذمہ دار حکومت کی بجائے پورا استقلال باپوری خود مختاری ملح نظر قرار پا ہے۔ محدود روک تھام کی جگہ دھڑوں کی شرط پر روک تھام کی گئی ہے۔ گریبا اب مسلم لیگ کانگریس سے زیادہ چوکری انجن ہے۔ ابتداء سے انتہائی کم مہلت بن گیا ہے اور جتنے وعدے دیے جائیں گے وہ انتخابات کے ذریعے ہوں گے۔ اس صورت میں انگریزوں کے خوشامدیوں کے مسلم لیگ میں دخل کا کوئی امکان نہیں لیکن بالآخر اگر عام مسلمان انگریزوں کے حامی ہیں تو ان کو کوئی روک سکتا ہے مگر یہ واقع کے خلاف ہے۔ مسلم لیگ کے تمام موجودہ ارکان کی بنیاد روک تھام کے اصول پر قائم ہو رہی ہے۔ نئے انتخابات میں ہر امیر اور غریب کو عام ممبر بننے کے وقت اس ممبر نامہ پر دستخط کرنے پڑیں گے کہ وہ کامل آزادی کا طالب ہے اس کے بعد وہ انتخاب میں آئے گا اس کے بعد بھی اگر وہ منافقت کرے اور دل میں انگریزوں کا حامی

رہے تو اس پر کسی کوتاہی نہیں۔ جیسے کوئی شخص توحید و رسالت وغیرہ کا اقرار کرے ہم اس کو مسلمان ماننے پر مجبور ہیں۔ اس کے دل میں کیسا ہے اس پر سوال کرنے کا ہمیں کوئی حق نہیں۔ اس طرح کے منافق لوگ خود کا گرس میں بھی موجود ہیں اور کا گرس انکی اندر لگانے سے نہیں روک سکتی۔ سرکارِ حیدری نے مسلم لیگ کو جو برطانوی زیرِ کہا ہے اس کے معنی بالکل اور ہیں۔ کیا اکبر حیدری نے حیدر آباد میں کا گرس قائم کرنے کی اجازت دے دی ہے اور کیا وہ کا گرس کو ترقیاتی سمجھتے ہیں۔ ہر ہندوستانی ریاست سیاسی تحریکات کو اپنی حدود کے اندر داخل ہونے سے روکتی ہے عوام وہ قومی ہوا تو دارا زہد صاف بات ہے کہ حیدر آباد میں مسلمانوں کو سیاسی استیلا حاصل ہے۔ وہاں مسلمانوں کے حقوق منہوا اور آزادی خط نہیں ہیں حکومت انجمن سے کہیں زیادہ طاقتور واقع ہوئی ہے۔ حیدر آباد میں مسلم حکومت وجود ہے۔ اس صورت میں یقیناً وہاں مسلم لیگ کی ضرورت نہیں۔ اور اگر حیدر آباد میں مسلم لیگ قائم کی جائے گی تو وہ بحالہ سیاسی انجمن کے خاص فرقہ دارانہ انجمن بن کر رہ جائے گی جو حکومت اور ہندوؤں کے درمیان تصادم کا باعث ہوگی۔

جواب نمبر ۶: یہ غلط ہے کہ مسلم لیگ بے عمل جماعت ہے۔ مسلم لیگ ابتداء یعنی ۱۹۰۶ء میں اس غرض سے قائم ہوئی تھی کہ برطانیہ سے ہندوستان کو جو امتیازات ہیں ان میں سے مسلمانوں کو برابر حصہ دلانے اور نیز مزید امتیازات حاصل کرنے میں اکثریت کے ساتھ تعاون کرے چنانچہ اس نے یہ کیا کہ کا گرس نے ہندوستان کے لیے سیاسی اختیار حاصل کرنے کے لیے جب کوئی تحریک شروع کی تو مسلم لیگ نے اس کی تائید کی۔ مسلم لیگ اور کا گرس کے متحدہ مطالبہ پر جو چھوڑا امتیازات ہندوستان کو دی گئیں اور مسلم لیگ کے ذریعے مسلمانوں کی اجتماعی قوت کو محسوس کر کے کا گرس ۱۹۴۸ء میں فرقہ دارانہ معاملات

میں مسلم لیگ سے مجھوتہ کرنے پر مجبور ہوئی جو ۱۹۳۵ء تک بلا تغیر جاری رہا۔ چونکہ مسلم لیگ کے اغراض و مقاصد ابتداً محض ہندوستان کے اندرونی سیاسی امور تک محدود تھے اس لیے جب جنگ عظیم ہوئی اور خلافت اور امانتِ مقدسہ کا مسئلہ سامنے آیا تو اپنی مسلمانوں نے جو مسلم لیگ کے بانی اور رکن تھے خلافت کی بیٹی قائم کی۔ خلافت کی بیٹی نے جو کچھ کیا دنیا اس سے واقف ہے۔ عملاً اگر غور سے دیکھا جائے تو خلافت کی بیٹی مسلم لیگ کا شعبہ امور خارجہ تھا۔ ۱۹۲۸ء سے جب نہرو رپورٹ کا فتنہ اٹھانے و دستورِ سومر قانونِ حکومت ہند ۱۹۳۵ء کے بننے تک مسلم لیگ نے ہندوستان کی سیاسی اقتدار کی ترقی اور اس میں مسلمانوں کے حقوق کے تعین میں جو کچھ کیا اس قانون کے اندر موجود ہے البتہ یہ سمجھ سبے کہ مسلم لیگ نے کا گرس کے ساتھ مل کر سول نافرمانی کی تحریک نہیں چلائی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے بارے میں کا گرس نے مسلم لیگ کو اطمینان نہیں دلایا تھا بلکہ مسلمانوں کے علی الرغم سول نافرمانی شروع کر دی۔ کا گرس کی یہ سول نافرمانی کس مقصد کے لیے تھی۔ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ ہندو کہتے ہیں کہ یہ کال آزادی حاصل کرنے کے لیے کی گئی ہے مگر یہ غلط ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب دائرے نے نہرو رپورٹ منظور کرنے سے انکار کر دیا تو مسلمانوں کے مفاد کے لیے سخت مضرت تھی تو کا گرس نے اس میں سول نافرمانی شروع کر دی مسلمان اس نافرمانی کو اپنے خلاف ہندوؤں کی طرف سے اس بات کا مظاہرہ دیکھتے تھے کہ ہندوستان میں اصل طاقت ہندوؤں کی ہے اور مسلمان قابلِ اعتبار بھی نہیں ہیں اور مسلمانوں کا یہ خیال صحیح تھا چنانچہ ثبوت میں پنڈت جواہر لعل نہرو کا یہ بھیجہ راز قبول نہیں کیا جاسکتا ہے کہ ہندوستان میں صرف دو طاقتیں ہیں ایک کا گرس دوسری حکومت۔ یہ کہ مسلم لیگ جو کا گرس سے انکسین لڑ رہی ہے اس سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ مخالفین کی

طرف سے ایک بے مغز الزام ہے اگر یہ عہدے لے کر مجلس و اصناف تانوں کا مہر شرب کرنا مسلمانوں کے لیے مفید نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کے حقوق و مفاد کا تحفظ کرے گا جن کے وہ مروجہ آئین کی رو سے مستحق ہیں تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ مسلمانوں کو مجلس وضع تانوں میں بھیجا ہی مسلمانوں کے حق میں مفید نہیں۔ مسلم لیگ صرف اسی غرض کے لیے ایکشن میں جدوجہد کر رہی ہے کہ صرف ان لوگوں کو بھیجے جو ہندوستان کے سیاسی اختیار کی ترقی کے ساتھ مسلمانوں کے مذہبی، تمدنی اور سیاسی حقوق کی پوری حفاظت کریں۔ اس کے بخلاف کانگریس ان مسلمانوں کو کونسل میں بھیجنا چاہتی ہے جو خاص مسلم حقوق کے تحفظ کے خلاف کانگریس کی مخالفت کریں۔ اگر یہ بات کہ مسلمان کسی عہد کے ساتھ مجلس و اصناف قوانین میں جائیں اس قدر غیر راہم ہے کہ اس سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تو کانگریس اپنے قدیم دستور کے خلاف اس مرتبہ ایکشن اٹھانے پر اس قدر کیوں مصر ہے کہ اس کو کڑو ہونا منظور اور کمزور ہو کر آزادی ہندوستان کی تحریک کو تعویق میں ڈالنا منظور کر مسلم لیگ کے مقابلہ میں ایکشن اٹھانا ضرور۔ واضح رہے کہ اس معاملہ میں کانگریس کا عمل جارحانہ ہے۔

جواب نمبر ۷ : مسلم لیگ نے اکتوبر ۱۹۴۷ء سے قبل ہندو اکثریت کے جارحانہ اقدامات کے مقابلہ میں مداخلت کر کے مسلمانوں کے دینی، مذہبی، سیاسی، اجتماعی اور اقتصادی تنظیم کی حفاظت کی ہے۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء سے اس کا نیا دور شروع ہوا ہے اور اب وہ عام مسلمانوں کو مسلم لیگ کی تنظیم میں داخل کر کے مسلمانوں کے اجتماعی اور سیاسی خلف کو ختم کرنا چاہتی ہے۔ ریلے عام کی تربیت کر کے ہندوستان کے مسلمانوں کو آزادی کا ل اور آزاد ہندوستان میں مسلم اور دوسری اقلیتوں کے لیے جمہوری تنظیم یعنی اکثریت کے فرد دارانہ جوڑ استبداد کے امکان کے انہاد کے مقصد پر ہم خیال کرنا چاہتی ہیں۔ اسی غرض کے لیے ہر شہر

قبضے اور ضلع میں مسلم لیگ قائم کی جا رہی ہے۔ ہر عام مسلمان اس کا کرن بنایا جا رہا ہے اور ان لوگوں کی ایک بہت بڑی جمیعت چھوٹی کی جا رہی ہے۔ اقتصادی خوشحالی کے لیے مسلمان تنکاؤں کے ہاتھ کی بنی ہوئی چیزوں کے رواج کی کوشش کی ہے۔ سود منسوخ کرنا، منظر ہے اور مسلم لیگ کا جو ارادہ ہے وہ اس کے سالانہ اجلاسوں کی قراردادوں سے مفصل معلوم ہوگا۔

جواب نمبر ۸ : اگر کانگریس سے سمجھوتہ ہو گیا اور اکثریت کے جبر و استبداد کو کوئی خطرہ نہ رہا تو مسلم لیگ اس وقت بھی قائم رہے گی اور اکثریت کا عمل مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان ہوگا مسلمان متشرف ہو کر کانگریس میں بھی شریک نہ ہوں گے۔ مسلم لیگ کی قطعاً رائے ہے۔

جواب نمبر ۹ : اگر مسلم لیگ کے جبر بننا چاہیں تو ان کو ایکشن کے ذریعہ مسلم لیگ کی بااختیار کمیٹیوں میں آنے سے گریز کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ یہ تو بہترین صورت ہے لیکن خاص حالات میں بہت سی ہتھ مرعلاہ کے لیے جمیعتوں کے ذریعہ آئیں گے۔ ایک صورت اور بھی ہے جس کو کانگریسیوں نے آپشن کہتے ہیں یعنی وہ بطریق اضافہ آسکتے ہیں۔

جواب نمبر ۱۰ : مسلم لیگ میں دینی امور کے متعلق علماء کی ریلے کو وہی دھت حاصل ہوگی جو اب تک مسلمانوں میں ان کی ریلے کو حاصل رہی ہے۔ ان معاملات میں اگر علماء کے درمیان کوئی اختلاف ہو تو اس کے لیے وہی طریق اختیار کیا جائے گا جو حدیث قرآن کی رو سے صحیح ہوگا۔

جواب نمبر ۱۱ : یقیناً مسلم لیگ نے جمیعت العلماء اور مسلم لیگ کے تضام کے ضرر کو محسوس کیا ہے اور اس کے انہاد کی اس کے ذہن میں یہ صورت ہے کہ جمیعت العلماء اور مسلم لیگ کے درمیان تقسیم عمل نہ ہو جائے یعنی خالص دینی امور کا انصرام جمیعت اپنے ذمے لے لے اور مذہبی، تمدنی، سیاسی اور دوسرے شعبہ ہائے حیات کے انصرام میں شرکت

کے لیے حضرات علماء مسلم لیگ میں بحیثیت مسلمان شریک رہیں۔

جواب نمبر ۱۲: بے شک راجپوتوں اور غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام مسلم لیگ کے نزدیک ایک اہم فریضہ ہے اور سیاسی حیثیت سے بھی یہ بہت ضروری ہے مگر اس اہم اسلامی خدمت کے اہل صرف حضرات علماء ہیں۔ نصیبی سے مسلم لیگ کو ان کا پورا تعاون حاصل نہیں رہا ہے اس لیے وہ اس خدمت سے قاصر رہی ہے۔ اگر علماء اس کام کو شروع کریں تو مسلم لیگ ان کے ساتھ پورا تعاون کرے گی۔ (۱)

سہارن پور ایکشن

رمضان ۱۳۵۶ھ میں یو پی آئی کے لیے سہارن پور کے ایک حلقے میں مسلم لیگ اور کانگریس میں مقابلہ ہوا۔ لیگ کے ٹکٹ پر مولانا منہفعت علی اور کانگریس کی طرف سے چودھری نضر احمد امیدوار تھے۔ چونکہ اس حلقے میں علماء کا بہت اثر و رسوخ تھا اس لیے ایکشن میں علماء نے بہت اہم کردار ادا کیا۔ کانگریسی حلقے یہ پراپیگنڈہ کرنے میں مصروف تھے کہ مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دینا ناجائز اور موجب عذاب ہے۔ اس سلسلے میں مولانا تھانوی کی طرف رجوع کیا گیا اور ان سے اس مسئلے کی شرعی حیثیت دریافت کی گئی سید ریاض الحسن نے مولانا تھانوی سے دریافت کیا کہ آیا مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دینا ناجائز اور موجب عذاب ہے۔ مولانا تھانوی نے ۴ رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ کو اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس سوال کے دو مجموعی ہیں ایک عام یہ کہ مسلم لیگ اور کانگریس میں سے کس کو ووٹ دینا جائز ہے اور دوسرا ایک خاص صاحب کے متعلق۔ تو کانگریس

(۱) اقادات اشرافیہ درمآئی سیاسی ص ۵۳، ۶۴

کے حالات کا معلوم ہونا کافی ہے جو اس آیت کے بموجب میں داخل ہے کہ اے ایمان لو! تمہارا دُشمن وہی ہے جسے تم نے دشمن قرار دیا۔ ان کی خوشی ہے تمہیں قتل و کشتی پاد ان کی برکتی ہے دشمنی ان کی زبان سے اور جو چھپا ہے ان کے جی میں سو اس سے زیادہ ہے۔ اس لیے موجودہ حالات میں حزم و تقیہ کے ساتھ میری یہ رائے ہے کہ جو شخص کانگریس کی موافقت میں میری کامیابی کا خواہشمند نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی موافقت اور اس کے لیے سعی کر کے میں اہل اسلام کے لیے معز محبتا ہوں رہی مسلم لیگ۔ تو اس میں کوئی وجہ محضت و عدم حوا و عدم نہیں ہوتی۔ اگر کوئی شخص دیندار، تجرہ کار، مسلمانوں کا غیر خواہ مسلم لیگ کی طرف سے امیدوار ہو تو بلاشبہ اس کو ووٹ دینا جائز و مکمل ہے۔^(۱)

مولانا منہفعت علی کا خط اور

مولانا تھانوی کا جواب

۵ فروری ۱۹۳۷ء کو مولوی منہفعت علی نے جو کہ یو پی آئی کے غیر منتخب ہیں۔ چکے تھے مولانا تھانوی کو ایک طویل خط لکھا جس میں آپ نے کانگریس اور مسلم لیگ کے بارے میں آپ کے خیالات اور رائے دریافت کی۔ مولوی صاحب نے اپنے خط میں لکھا ”حضرت سیدی مولائی دام مجید السلام علیہ و آلہ و سلم رحمۃ اللہ۔ آج کل ہندوستان میں سیاسی جماعتیں ہیں ایک کانگریس اور دوسری مسلم لیگ؛۔ کانگریس کا دعویٰ ہے کہ وہ ملک کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور ہر شخص کو بلا تفریق و تیز فریب و ملت اس جماعت کا

۱۔ ”انصاف اشرافیہ درمآئی سیاسی“ ۶۶، ۶۷ نیز دیکھو روزنامہ انقلاب دلاہن، ۱۰ اگست ۱۹۳۷ء

ممبر ہونا چاہیئے اور اس جماعت کے برستے ہوئے کسی دوسری جماعت میں شریک نہیں ہونا چاہیئے۔ مسلم لیگ خالص مسلمانوں کی جماعت ہے اور اس کا مقصد اعلیٰ میں ملک کو آزاد کرانا ہے مگر اس کا دعویٰ ہے کہ مسلمانوں کے کچھ حقوق ایسے ہیں جن کے تحفظ کے لیے اس جماعت کا علیحدہ نظام و قیام ضروری ہے اور واقعہ یہ ہے کہ دونوں سیاسی جماعتیں سیاسی ترقی میں ایک دوسرے کی شرکت میں کام کر سکتی ہیں مگر کانگریس میں مضم بکر وہ خالص حقوق محفوظ نہیں رہ سکتے۔ کانگریس کا مسلمانوں کے ساتھ شروع سے کیا رویہ رہا ہے اس کے متعلق تو مفصل بحث کتاب وسومہ آزادی کی جنگ

مؤلفہ عبدالوہید خاں صاحب میں درج ہے جو غالباً حضرت والہ کی نظر سے بھی گزری ہے۔ بعد کے بھی کچھ واقعات یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ کانگریس کی اصل غرض یہ ہے کہ ہندوستان کا محاذ انگریز ہے اور زیریں برطانیہ حکومت ہندوؤں کے ہاتھ آجائے۔

کانگریس اس وقت ہندی زبان اور لباس کے رواج دینے میں بے حد کوشاں ہے ملک میں اس وقت آئینی جنگ ہے جس میں جملہ معاملات کثرت رٹنے سے طے ہوتے ہیں۔ اس وقت کانگریس کی مرکزی جماعت اور مجلس عاملہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے ان کانگریسی مسلمانوں کی کیفیت یہ ہے کہ مسلمانوں کے خاص حقوق کے تحفظ کو ذریعہ سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کے احتجاج پر یہ جھٹ پش کر رہے ہیں کہ اگر مسلمان کثرت کے ساتھ کانگریس میں شریک ہوجائیں تو ہندوؤں کی ذہنیت میں تبدیلی پے۔ اگر کہتے ہیں دوسری چیز جو وہ پیش کر رہے ہیں وہ غلط انتخاب ہے۔ ان کی محنت یہ ہے کہ جب تک جو لگاؤ انتخاب سے ایک مذہب والا دوسرے مذہب سے بے نیاز ہے جس میں اتحاد کی امید نہیں۔

اگر انتخاب غلط ہو جائے تو ہندو مسلمان ایک دوسرے کے جذبات کے احترام پر مجبور ہونگے لیکن اس کی تردید میں چند واقعات ہیں۔ ہندو مسلمانوں کی آبادی کا تناسب ایسا ہے کہ مسلمان تو مجبور ہو سکتا ہے مگر ہندو کو ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ دو چار جگہ ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپلٹی کے انتخابات غلط ہوتے اور مسلمان ان نشستوں سے بھی محروم ہو سکتے ہیں پر وہ پہلے سے منتخب چلے آتے تھے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ہندوؤں کی اکثریت ہے اور غلط انتخاب میں مسلمانوں کا صحیح نمائندہ بھی منتخب نہیں ہو سکتا۔ اور اکثریت کی بنا پر ایسے قانون بھی پاس ہو سکتے ہیں جو مسلمانوں کے حقوق کے خلاف ہوں۔

مسلم لیگ کی قیادت اس وقت مسٹر محمد علی جناح کے ہاتھ میں ہے۔ مسٹر محمد علی جناح آبائی شیعہ ہیں مگر غیر تنصیب ہیں اور کوئی تنفیض نہیں لیکن سیاست میں ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ اس کے کانگریس واسطے بھی معترف ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ سرکاری آدمی نہیں ہیں بلکہ قوم کی آزادی کے لیے ان کے دل میں درد موجود ہے۔ اس لیے گورنمنٹ کے مقابلہ میں اور کانگریس میں بھی انہوں نے ہمیشہ مسلمانوں کے لیے آواز بلند کی۔ مسٹر علی جناح کے خلاف یہ بھی غلط پراپیگنڈہ ہے کہ وہ جاہ پسندی کے لیے سب کام کر رہے ہیں اگر وہ جاہ پسند ہوتے تو کسی کی خطاب یا عہدہ کی اپنے لیے کوشش کرتے جس کا ملنا بہت آسان تھا مگر انہوں نے کبھی بھی اس کی خواہش نہیں کی۔ بہر حال کانگریس۔

اہم سوال اس وقت علامہ کی رٹنے کا ہے۔ بعض حضرات کانگریس میں شرکت کو نتیجہ دیتے ہیں۔ دوسرے حضرات مسلم لیگ میں شامل ہونے پر زور دیتے ہیں۔ حضرات علامہ کے اس اختلاف سے محو کر دینے کا نام کرنا مشکل ہے۔ اس لیے یہ امر دریافت طلب ہے کہ حضرت اقدس کے نزدیک دونوں مذکورہ بالا جماعتوں میں سے مسلمانوں کو کونسی جگہ

میں شریک ہونا چاہیئے“ (۱)

اس خط کے جواب میں مولانا تھانوی نے تحریر فرمایا کہ دونوں جماعتوں میں شرکت کے بارہ میں مختلف اوقات میں مختلف جگہوں سے سوالات پوچھے جاتے تھے مگر چونکہ مسلم لیگ کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہیں تھیں اس لیے مسلم لیگ کو سوالات بھیجے گئے ہیں تاکہ حالات کا صحیح اندازہ ہو سکے۔ ”مسلم لیگ کے بارے میں آپ نے فرمایا“ اس میں کوئی شک نہیں کہ فضا حاضرہ میں مسلمانوں کو شدید استحکام کے ساتھ منظم ہونے کی ضرورت ہے اور ان کے تمام منافع و مصالح کی حفاظت اور تمام مفاسد و مضار سے حیانت ایسی تنظیم پر وقوف ہے۔ مولانا کی رائے میں اس وقت کوئی بھی سیاسی جماعت ایسی نہیں تھی جس کو صحیح معنوں میں اسلامی کہا جاسکے۔ اس لیے ان حالات میں مسلمان اس جماعت میں شریک ہو سکتے تھے جس کی کم از کم اصلاح کی گنجائش تو موجود ہو۔ مسلم لیگ بھی اسی مرے میں آتی تھی۔ اس لیے مسلم لیگ کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے آپ نے لکھا ”حالات کی تحقیق کے بعد یہی کم از کم مسلم لیگ کے تقاضے ہیں۔ اس لیے اور کانگریس کی اصلاح ناممکن ہے۔ پس اس اصل کی بنیاد پر شرح صدر کے ساتھ میری یہ رائے قائم ہوئی ہے کہ مسلمانوں کو توکل اور اطمینان کے ساتھ مسلم لیگ میں داخل ہونا چاہیئے اور بعد میں حتی الوسع اس کی اصلاح میں لگ جانا چاہیئے۔“ (۲)

ایک صاحب نے مولانا تھانوی سے مندرجہ بالا مضمون کے متعلق فرمایا کہ آپ کا یہ مضمون بہت ہی گھٹا ہوا اور سب پہلوؤں کا جامع تھا۔ اس پر مولانا نے فرمایا ”میں کوئی

۱۔ امداد الفتاویٰ جلد چہارم ص ۵۸۰-۵۸۱

۲۔ الانفاخت الیومیرہ جلد ہفتم ص ۲۴۳

تو نہیں کرتا کیونکہ یہ میرا مسئلہ کہاں لکھ کر ہی بات تو یہ ہے کہ وہ تو وہی عبارت ہے کیونکہ راست کے درجے دفعہ بلا کسی داعیہ کے خود طلب میں اتفاقاً پیدا ہوا کہ اس وقت بیچہ کر لکھ۔ اور میں اسی وقت بیچہ کر بلا ساختہ جو عبارت ذہن میں آتی گئی بلا تاویل ظہر برداشتہ لکھتا چلا گیا۔ (۱)

مولانا تھانوی نے بعد میں بے شمار موقعوں پر اس بات کی وضاحت کی کہ مسلم لیگ کی حمایت میں نے اس بنیاد پر کی چونکہ اس جماعت میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اس لیے کانگریس کی نسبت اس جماعت کی اصلاح ممکن اور آسان ہے۔ ۱۵ ستمبر ۱۹۴۶ء کو لکھنؤ میں اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ”میں نے براہِ اعلان کیا ہے اس میں مسلم لیگ کی حمایت کی ہے مگر صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں جماعتیں قابل اصلاح ہونے کے ہیں۔ بال مسلم لیگ نسبتاً کانگریس سے اچھی اور بہتر لکھی ہے۔ لہذا اس میں اصلاح اور درستی کی نسبت سے شریک ہونا چاہیئے۔ میں کانگریس کو اندر سے کے شائبہ بھٹتا ہوں اور مسلم لیگ کو کانے کے شائبہ اور ظاہر ہے کہ اندر سے پر کانے کو تزیج ہوگی مثلاً کسی کو نوکڑے کے کی ضرورت ہو اور اتفاقاً نوکڑے میں ایک انڈھا ایک کانٹا تو وہ کس کو نوکڑے کا ٹھیکہ کھانے کو۔ میں اسی بنیاد پر مسلم لیگ کا حامی ہوں۔“ (۲)

مولانا تھانوی مسلم لیگ کی حمایت کے اعلان کے بعد اس کی ہر ممکن اصلاح میں مصروف ہو گئے۔ ایک مجلس میں قدسان گفتگو فرمایا خود بھی اس کی مسلم لیگ کی اصلاح کا برابر سلسلہ رکھتا ہوں۔ چنانچہ عام رسائل بھی اور خاص ذمہ داروں کے نام خطوط بھی جاتے رہتے ہیں

۱۔ امداد الفتاویٰ جلد چہارم ص ۵۸۱

۲۔ ”اسعد الابرار“ ص ۱۳۰، ۱۳۱

ابھی لیگ کے سالانہ اجلاس پٹنہ میں اپنے عزیزوں اور دوستوں کا وفد روانہ کیا۔ غرض مجھ سے جتنا ہو سکتا ہے لیگ کے ذمہ دار حضرات کو دین کی بار تبلیغ کر رہا ہوں۔^(۱)

اب مولانا تھانوی مسلم لیگ کی ترقی اور اصلاح کے کس قدر خواہاں تھے اس کا اندازہ مولانا کے اس بیان سے ہو سکتا ہے جو انہوں نے کانپور میں مسلمانوں کے دو گروہوں میں جوئے بیز خداد کے سلسلے میں جاری کیا۔ مولانا کا یہ بیان روزنامہ ”عصر جدید“ نکلنے میں شائع ہوا۔ مولانا نے اس بیان میں اس حادثہ پر گہرے رنج اور دکھ کا اظہار کیا۔

مولانا نے مسلم لیگ کو تمام مسلمانوں کی نمائندہ جماعت قرار دیتے ہوئے اس حقیقت کا اظہار کیا کہ مسلم لیگ کا مقصد مسلمانوں کی تنظیم اتحاد و اتفاق اور ان کے حقوق کی نگہداشت کرنا ہے۔ مولانا نے مسلم لیگ کے دشمنوں کو ”ہمارے دشمن“ کے نام سے یاد کرتے ہوئے فرمایا کہ ”وہ مسلم لیگ کی سرسبزی اور کامیابی کو کسی طرح بھی برداشت نہیں کر سکتے“ اس موقع پر خانہ کا پرنسپل مسلم لیگ کے چند ارکان نے مسلم لیگ سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ مولانا نے ان حضرات کے طرز عمل پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا کہ ایسے حضرات کو لیگ چھوڑنے کی بجائے چاہیے تھا کہ مسلم لیگ سے اپنی شکایات رفع کرنے کا مطالبہ کرتے اور ان کے نزدیک اس میں جو کوہروی ہوا اس کی اصلاح کی کوشش کرتے۔ مولانا نے مسلم لیگ کو چند دشمنی مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت قرار دیتے ہوئے مسلمانوں سے اسے حق الامکان اور مزید مضبوط اور طاقت ور بنانے کی اپیل کی تاکہ مسلمانوں کے حقوق ان کے جان و مال اور مذہب و اختیار کی دستبرد سے محفوظ رہیں۔ مولانا نے تمام مسلمانوں کو ”مخلصانہ اور صریحاً“ مشورہ دیا کہ وہ جماعت مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کا یہی حکم ہے کہ مسلمان ایک ہی جماعت میں شامل رہیں۔^(۲)

(۱) روزنامہ ”عصر جدید“ دہلی، ۲۰، جنوری ۱۹۲۳ء

اب مولانا نے کھل کر مسلم لیگ کی حمایت کرنا شروع کی۔ مولانا کا مسلمانوں کو مشورہ تھا کہ وہ کانگریس سے علیحدگی اختیار کریں اور مسلم لیگ میں شامل ہو کر اس کی اصلاح کریں۔ مولانا نے تھا: بھون میں مسلم لیگ کی شراعت کو سننے کی اجازت دے کر مسلم لیگ میں اپنی گہری دل چسپی کا واضح ثبوت فراہم کیا۔^(۱)

بھانسی لیکشن

کانگریس اور مسلم لیگ کا پہلا مقابلہ ۱۹۲۲ء میں بھانسی کے مقام پر ہوا۔ یہ بیڑ موقع تھا کہ مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان باقاعدہ مقابلہ کی صورت پیدا ہوئی تھی۔ جوں جوں ایکشن کے دن نزدیک آ رہے تھے بھانسی کے مسلمان مسلم لیگ کے باجے میں مولانا تھانوی کی رائے جاننے کے لیے بہت مضطرب تھے۔ ایکشن کی تاریخ نزدیک آنے پر بھانسی کے مسلمانوں نے مولانا تھانوی سے بذریعہ تاریر دریافت کیا کہ آیا مسلم لیگ کو ورٹ دینا جائز ہے۔ اس مرحلہ پر مولانا تھانوی نے مولانا شبیر علی اور مولانا فخر احمد عثمانی کو مشورہ کے لیے طلب فرمایا۔ مولانا تھانوی نے ان دونوں اصحاب کو کہا کہ مسلم لیگ بٹے لوگوں اور زمینداروں کی جماعت ہے، مجھے معلوم نہیں کہ اگر جماعت غالب آگئی تو یہ اسلامی نظام رائج کریں گے یا نہیں۔ اگرچہ میں مسلم لیگ کو کانگریس سے بہتر جماعت سمجھتا ہوں لیکن پھر بھی میرے دل میں شبہ ہے۔ اس پر مولانا فخر احمد عثمانی نے فرمایا کہ آپ اس نوع کا تاریریں کہ کانگریس کو ورٹ دودے۔ مولانا تھانوی کو یہ مشورہ پسند آیا اور آپ نے اسی مضمون کا تار بھانسی بھیجا دیا۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے مسلم لیگ کو کامیابی ہوئی اور کانگریس

(۱) ہفتہ وار انقلاب (لاہور) ۵ اپریل ۱۹۲۸ء ص ۱۱

کو اس معرکہ میں شکست اٹھانی پڑی۔ مولانا ظفر علی خان نے اسی راستے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا۔^(۱)

جیسے کو دی خدا نے فتح ہمیں

کھا گرس کو شکست فاکش ہوئی

مولانا شرکت علی اور مولانا مظہر الدین یہ خوشخبری سناتے مولانا کے پاس تھانہ بھرن حاضر ہوئے اور آپ سے فرمایا ”گو ہمارے پاس نہ لارباں تھیں نہ ہی دوسرا ساز و سامان لیکن آپ کے تارنے ایکشن کا پانسہ پلٹ دیا۔ ان دونوں حضرات نے کامیابی کی خوشی میں تھانہ بھرن میں جلسہ کرنے کی اجازت چاہی۔ مولانا نے صرف جلسہ کی اجازت ہی بلکہ مولانا ظفر احمد عثمانی کو فرمایا کہ آپ میری طرف سے تقریر کریں۔“^(۲)

یہ جلسہ یکم اپریل ۱۹۴۸ء کو منعقد ہوا اور اس میں تقریباً دس ہزار مسلمانوں نے شرکت کی۔ مولانا ظفر احمد نے مولانا تھانوی کا بیان پڑھ کر سنایا۔ اس بیان میں مولانا تھانوی نے جلسے میں خود نہ شامل ہونے پر معذرت چاہی لیکن ساتھ ہی یہ کہہ کر اس بات کی تلافی کر دی کہ ”میں دل سے آپ کے ساتھ ہوں اور مسلم لیگ کے قاعدہ سے متفق اور اس کی ترقی و بہبود کے لیے دعا گو ہوں۔“ مولانا نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اپنی ہمت کے موافق مسلم لیگ کی ترقی اور شرعی حیثیت سے اس میں جو خامیاں ہیں اس کی ملاح کے لیے بھرپور کوشش کریں۔ ساتھ ہی مولانا نے مسلمانوں کو یہ بھی مشورہ دیا کہ انجیل اس حقیقہ سے پرچو کہ ایمان رکھنا چاہیے کہ مسلمانوں کی ترقی کا لازماً صرف اور صرف شریعت کی

۱۔ غفر علی خان چغتائی (مکتبہ کاروان لاہور)، ۱۹۹۷ء/۸۱

۲۔ مکتوب گرامی مولانا ظفر احمد تھانوی بنام رقم ۱۲، تاریخ الاول ۱۳۸۷ھ

اتباع میں منہر ہے اور اتباع شریعت کے بغیر مسلمانوں کی حقیقی فلاح و بہبود ناممکن ہے مولانا نے مذہب اور سیاست میں تفریق کے یورپی نظریہ پر کڑی نگاہیں کرتے ہوئے اس نظریہ کو ”سراسر باطل“ اور ”یورپ کی دھڑکتے ہوئے کاشرہ قرار دیا۔ مولانا کا کہنا تھا کہ اس وقت ہر قوم نے ترقی کی ہے۔ دراصل انہوں نے اسلامی تعلیمات پر عمل کر کے ہی اس منزل کو حاصل کیا ہے۔ مولانا نے اس امر پر انہوں کا اظہار کیا کہ دوسری اقوام نے تو مسلمانوں کے شعاع اختیار کر کے ہر میدان میں اپنی کامیابی کے جھنڈے گاڑ دیے اور مسلمانوں نے ان شعار کو ترک کر کے اپنی بربادی کا سامان خود ہی پیدا کر لیا۔ مولانا نے دریافت کیا کہ آیا تنہم و دیانت، امانت، اتحاد و ایثار، عدل، وفائے عہد، مہادگی، کفایت شعاری، انتظام، جفاکشی، محنت اور خدمت، قوم اور قومی نشان کی حفاظت، ان تمام چیزوں کا نام پرلپام اور مسلمانوں سے پہلے کسی نے سنا تھا۔ یہ صرف مسلمانوں کے گھر کی دولت تھی جس سے وہ آج کو قوموں کو رہیں اور دوسری قومیں ان اصولوں کو مضبوطی سے تھامے ہوئی ہیں۔“

مولانا نے مسلمانوں کی اس روش پر سخت افسوس کا اظہار کیا کہ وہ اپنے قومی اور مذہبی نشانات کو فراموش کرتے جا رہے ہیں اور دوسری قوموں کی تقلید اور ان کی جیسی وضع قطع اختیار کرنے میں ذرا براہ بھی بیچک اور شرم محسوس نہیں کرتے۔ مولانا کے نزدیک اتحاد و ظاہری کا باطنی اتحاد پر بہت گہرا اثر ہوتا ہے۔ اس لیے جو قوم ظاہر میں یکجہت نہیں رکھتی وہ باطن میں بھی متحد نہیں ہو سکتی۔ مولانا نے مسلم لیگ کے عہدہ داران اور وزراء و کان پر زور دیا کہ وہ اسلامی تعلیمات پر عمل کریں تاکہ قوم کی اصلاح کا کام آسان ہو سکے۔ مولانا نے ان کانگریسی مسلمانوں کے طرز عمل پر بھی کڑی نگاہیں کی جو ہندوؤں کی تقلید میں اپنے مذہبی اصولوں تک کو قربان کرنے کو تیار تھے۔ مولانا نے انہیں یاد دلایا کہ وہ ہندوؤں

کی قربانیاں میں تقلید کرنے کو تیار رہتے ہیں مگر اس معاملے میں اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں کہ مہدو اپنی ”قوی وضع“ اور قوی نشان کے کس درجہ پابند ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ”عاشقی مذہب“ کے معمولی شمار کر بھی کسی کی خاطر نہیں چھوڑتے اور مسلمان اپنے آسمانی مذہب کے بڑے سے بڑے شمار کو محض ہندوؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے چھوڑنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔

مولانا نے مسلمانوں کو یہ اصول ذہن نشین کر لیا کہ جنگ خواہ آئینی ہو یا غیر آئینی مسلمانوں کو خدا کے علاوہ کسی اور امداد کی ضرورت نہیں اور امداد الہی کی شرط احکام الہی کی پابندی ہے۔ مولانا نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ خدا کے فرماں پر وار نہ رہے بن جائیں وہ خدا کے فرمانبردار بندے بن جائیں۔ اسی صورت میں تائیدِ قیامی ان کا ساتھ دے گی۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے ماضی کی طرف لوٹیں اور ہر شخص پر حکم الہی کی پابندی کو اپنے ذمہ لازم سمجھ لے۔^(۱)

تبلیغی وفد بابت آل انڈیا مسلم لیگ

مولانا تھانوی کی آل انڈیا مسلم لیگ میں دلچسپی کا اعلازہ اس امر سے لگنا چاہیے کہ آپ نے نہ صرف مسلمانوں کی اس واحد نمائندہ جماعت کے حق میں فتاویٰ جاری کیے بلکہ مسلم لیگ کی افواج کی غرض سے ایک نئی وفد اس کے اجلاسوں میں روانہ کئے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا وفد ۴ جون ۱۹۳۸ء کو ترتیب دیا گیا۔ ۴ جون ۱۹۳۸ء کو کوئٹہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا اجلاس ہونا طے پایا تھا۔ مولانا تھانوی نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانی کی زیر قیادت ایک وفد بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ اس وفد کے دوسرے اراکان

۱۔ روزنامہ ”موجودہ“، دہلی، ۱۱ اپریل ۱۹۳۸ء/۲۰

میں مولانا شبیر علی تھانوی اور مولانا عبدالحکیم گھسولی شامل تھے۔ مولانا تھانوی نے مندرجہ ذیل خط کے ذریعے نواب اسماعیل خان کو وفد کی روانگی سے مطلع کیا۔

”محکم و محترم نواب محمد اسماعیل خان صاحب صدر یو پی مسلم لیگ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وکرمہ اللہ نامہ بدست وصل بگڑی موصول ہوا۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ الحمد للہ آپ نے بھی شرکتِ عمار کی اہمیت کو محسوس کیا۔ حسب مشورہ ایک خط آج مولانا شوکت علی کی شرکت میں اس وفد کے قیام وغیرہ کے انتظام کی بابت لکھ دیا گیا ہے اور یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ یہ حضرات کھانے کا انتظام خود کریں گے۔ قصہ یہ ہے کہ یہ وفد انشاء اللہ یکم جون کو یہاں سے روانہ ہو کر یمن جون کو ممبئی کی ایکسپریس سے ممبئی پہنچیں گے۔ امید ہے کہ جناب والا اس وفد کی شرکت کے لیے مشر محمد علی جناح اور دیگر اراکین مسلم لیگ سے اس درمیان قیام معاملات ضرور طے فرمائیں گے۔“ (۱)

اس موقع پر مولانا تھانوی نے مولانا شبیر علی تھانوی کو چند ہدایات بھی دیں۔ مولانا نے فرمایا کہ جناح صاحب سے جو باتیں کرنی ہیں وہ میں نے لکھ کر مولانا شبیر احمد عثمانی کو دے دی ہیں وہ امیر الوعد بھی ہیں اور گفتگو کا سلیب بھی ان کو پہنچا لیا ہے۔ لیکن اگر تم کو بھی کسی سے گفتگو کا موقع مل جائے تو گفتگو میں اس بات کا لحاظ رکھنا کہ گفتگو نرم ہو۔ اختلافی مسائل درمیان میں نہ آئیں۔ اگر مخالفت اختلافی مسائل درمیان میں لانا چاہے تو بہ لطافت اہل اس سے گریز کرنا اور دوسری گفتگو شروع کر دینا اگر مخالفت کے کسی عمل کے متعلق تنقید کرنا ہرگز وہ تنقیدی نہ ہو بلکہ ہمدردانہ اور تبلیغی ہو، الفاظ بھی نرم ہوں۔ جواب ایسا دینا چاہیے کہ مخالف سمجھ سکے جس کی میں ایک مثال دیتا ہوں کہ ایک مرتبہ میں فتح پور سے ہمدہ آ رہا تھا۔

۱۔ فنی حوالہ: ”تیسرے پاکستان اور طے رائی ریشہ کیڈی لاہور ۱۹۷۵ء/۶۶-۶۷۔“

ریں میں ملی گڑھ کے کچھ فرحان سوار ہوئے۔ مجھے وہ پچھلے تھے مگر شکل سے مولوی بھ
کر کہتے تھے کہ مولوی صاحب شریعت میں کتابا کیوں منع ہے۔ حالانکہ اس میں بہت سی
محفوظات موجود ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ علی گڑھ میں قوی ہمدردی کا بہت زور تھا۔
اب اگر میں ان کے سامنے شرعی مسائل بیان کرتا اور وہ تصدق کر ان کے دل میں کتابت کی برائی پڑ
جائے حاصل نہ ہوتا۔ اس لیے میں نے ان سے کہا کہ کتے پالنے کی ساری صفات ہم
مگر ایک عیب ایسا ہے کہ ساری صفات پر پانی پھیر دیتا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ کون سا
وہ کیا ہے۔ میں نے کہا کہ اس میں قوی ہمدردی نہیں ہے۔ اپنی قوم کے کسی فرد کو دیکھتا
ہے تو فوراً لڑنے لگتا ہے۔ اس پر بہت خوش ہوئے تو اس کا لحاظ ہے کہ تصدق ہاتھ سے
دے جائے پائے لیکن خطاب کے فم کا بھی منور خیال رکھا جائے۔ اتفاق سے مولانا
شبیر احمد عثمانی کی والدہ صفت بیمار ہو گئیں اور یوں اس وفد کی روانگی کا معاملہ مشکوک ہو گیا
چنانچہ مولانا عثمانی نے مندرجہ ذیل خط میں نواب اعلیٰ خان کو لکھا کہ ”جناب کو اس سے
قبل اطلاع دی گئی تھی کہ مسلم لیگ کی مجلس عاملہ میں ہم جن کو عہدہ کا وفد شامل ہو گا اور
جناب نے اس کے لیے سرت کا اظہار فرمایا تھا اور شیلڈ و مہاری قبول فرمائی تھی مگر
اتفاق سے مولانا شبیر احمد عثمانی کی والدہ کی حالات نے خطرناک صورت اختیار کر لی
ہے۔ اس لیے مولانا موصوف کی روانگی بھی ممکن ہو گئی ہے جس کی اطلاع جناب کو دینی
مزوری ہے۔ وقت پر تیار دے دیا جائے گا کہ وفد روانہ ہوا یا نہیں۔ چونکہ وفد کی
روانگی قطعی طور پر طے نہیں کی گئی۔ اس لیے احتیاطاً آپ جملہ انتظامات درست
فرمانے میں دریغ نہ کریں۔

۱۔ معبر پاکستان اور ملت اسلامیہ ۶۹/۱

بہر حال یہ وفد مجلس عاملہ کے اجلاس میں شریک نہ ہو سکا۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس پٹنہ اور مولانا تھانوی کا تاریخی بیان

آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ۲۷، ۲۸، ۲۹ دسمبر ۱۹۳۵ء کو پٹنہ میں منعقد ہوا۔
چونکہ اس سے قبل بھی ایک بار ملکا کا وفد بھیجا تجویز ہوا تھا مگر اسے عملی جامہ نہ پہنایا جاسکا
اس لیے اس مرتبہ مولانا تھانوی نے مولانا تھانی صاحب کی زیر قیادت ایک وفد ترتیب
دے کر آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس پٹنہ میں شرکت کے لیے روانہ کیا۔ وفد کے
دیگر ارکان میں مولانا شبیر علی تھانوی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا عبد الجبار، مولانا عبد الغنی
مولانا معظم حسین شامل تھے۔ اس وفد نے پٹنہ سیشن میں شرکت کی اور قائد اعظم کو مولانا
تھانوی کا پیغام پہنچایا۔ مولانا شبیر علی تھانوی نے اس سلسلے میں لکھا کہ ”جب ہم پٹنہ پہنچے
تو ہمارے بعض ساتھیوں نے جلسہ میں شرکت ہونا چاہا مگر میں نے کہا کہ ہم اس وقت آزاد
ہیں بلکہ حضرت کے فرزند ہیں۔ جب تک جناح صاحب سے گفتگو نہ ہو اور ہم دیکھ
نہیں کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں ہم جلسہ میں شرکت نہیں کر سکتے۔ میں ابھی نواب زادہ
لیاقت علی صاحب کے پاس جاتا ہوں اور ان کی معرفت مسٹر جناح سے وقت گفتگو
مقرر کرتا ہوں۔ لہذا میں نے واپس آکر جناح صاحب سے وقت لیا اور اسی روز
پانچ بجے ملاقات کی۔ ہم سب جناح صاحب کے پاس ٹھیک پانچ بجے پہنچے۔ اوپر
پہنچے جناح صاحب کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے ہم کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ سب سے
مصافحہ فرمایا ایک گھنٹہ کی گفتگو میں بہت سے مسائل زیر بحث آئے۔ تبلیغ سے قانع

ہو کر اگلے روز دفتر نے مولانا تھانوی کے نمائندوں کی حیثیت سے مسلم لیگ کے اجلاس میں شرکت کی۔ اس اجلاس میں مولانا تھانوی کا تاریخی بیان پڑھ کر سنایا گیا ۱۵۔

مولانا ظفر احمد عثمانی جو اس وفد کے ممبر اور جنہوں نے اس تاریخی اجلاس میں مولانا تھانوی کا پیغام پڑھ کر سنایا تھا۔ اس واقعہ کے متعلق راقم کو تحریر فرمایا ۱۶ اس وفد نے اجلاس سے ایک دن پہلے عصر کے بعد قائد اعظم سے ملاقات کی اور ان سے فہمائش کی تھی کہ مسلمان مذہبی قوم ہیں جب تک سیاست کے ساتھ مذہب کو شامل نہیں کیا جائے گا کامیابی نہیں ہوگی۔ مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی جب تک نمبر سیاسی رہے۔

قوم پر اثر نہ ہوا اور جب مذہبی رنگ میں رنگے گئے قوم پر اثر ہوا۔ آپ بھی مسلم لیگ میں مذہب کو شامل کر لیں تو کہنے لگے کہ میرا خیال ہے کہ سیاست کو مذہب سے علیحدہ کیا

جائے۔ ہم سب کو یہ تویر پ کی سیاست ہے۔ اسلامی سیاست یہ ہے کہ خلیفہ اسلام اور قائد حزب نماز کا بھی امام تھا۔ اور جنگ میں بھی فاتح ہوتا تھا۔ جب تک مسلمان اچھے رہے یہی صورت رہی جب سے اہل سیاست نے مذہب کو چھوڑا تو نزل ہو گیا۔ مصطفیٰ کمال نے مذہب کو چھوڑا تو ترکی سلطنت مختصر

رہ گئی۔ جب تک مذہبی شان تھی خلیفہ اسلام کی بڑی سلطنت تھی اور بڑا عجب تھا۔

امان اللہ خان نے مذہب کو چھوڑا تو قوم نے علیحدہ کر دیا۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مولانا اقبال نے سفر افغانستان سے واپسی پر یہی بات ارشاد فرمائی کہ "امان اللہ نے جیسے مذہب کو چھوڑا تو تخت بھی ہاتھ سے گیا۔ اس گٹھ جو قائد اعظم پر اثر ہوا اور اگلے روز انہوں نے

کھلے اجلاس میں اپنی تحریر میں کہا کہ اسلام حقانہ عبادات۔ معاملات اور سیاسیات کا

محبوب ہے۔ اس تقریر کو مولانا مظہر الدین میر اللہ خان نے اپنے اخبار میں اس نوع کی سرخی کے ساتھ شائع کیا تھا۔ مولانا حکیم الامت تھانوی کی روحانیت کی تاثیر اور قائد اعظم کی تقریر۔ قائد اعظم سے ہم نے یہ بھی کہا کہ ہم یہ مطالبہ نہیں کرتے کہ اہل سیاست بڑے قوی اور پرہیزگار بن جائیں مگر یہ درخواست ضرور کریں گے کہ مسلم لیگ کے ذمہ دار ارکان نازی ضرور بن جائیں اور کل نماز جماعت کے ساتھ دعا کریں۔ قائد اعظم نے کہا کہ اس پر ٹھیکرا ہوگا کہ امام دیوبندی جو یاسنی یا شیعہ۔ ہم نے کہا آپ صرف یہ اعلان کر دیں کہ ہم نماز باجماعت پڑھیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا مسلم لیگ کا اجلاس دو بجے یہ اعلان کر کے ملتوی ہو گیا کہ نماز ظہر کے لیے اجلاس ملتوی ہوتا ہے۔ چنانچہ قاضی شہباز امام بنے

قائد اعظم نے تقریر کیا ایک لاکھ مسلمانوں کے ساتھ نماز ادا کی ۱۷

اگلے روز خلیفہ مسلم لیگ کے اجلاس میں شرکت کی جہاں مولانا ظفر احمد عثمانی نے مولانا تھانوی کا پیغام پڑھ کر سنایا۔ جمیل الدین احمد صاحب جو کہ تحریک پاکستان کے سرکردہ کارکن۔ قائد اعظم اور تحریک پاکستان کے متعلق کتابوں کے مصنف اور آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے ممبر رہ چکے ہیں اور جنہیں ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۶ء تک مسلم لیگ کے تمام سالانہ

اجلاسوں اور اکثر جلسے جلسوں میں شرکت کا اعزاز حاصل ہے۔ مولانا تھانوی کے اس

پیغام کے بارے میں تصدیق کرتے ہوئے راقم کو لکھا کہ "جہاں تک مجھے یاد ہے پٹنہ کے

مسلم لیگ کے اجلاس میں مولانا اشرف علی تھانوی کا ایک تحریری بیان بتائیے مسلم لیگ

تقسیم ہوا تھا۔ مجھے یہ یاد نہیں رہا کہ وہ پڑھ کر سنایا گیا تھا یا نہیں" (۱۲)

۱۲۔ مکتوب ظفر احمد عثمانی نام راقم مورخ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

۱۳۔ مکتوب جمیل الدین احمد نام راقم ۵ دسمبر ۱۹۶۶ء

مولانا تھانوی کا تاریخی بیان

مولانا تھانوی کا یہ تاریخی بیان پڑھا جس میں مولانا اظہار احمد عثمانی نے پڑھ کر سنایا۔
 اظہار احمد اپنی برزخ کی نا اہلیت کے محض محبت و غیر غراہی سے سب مسلمانوں کی خدمت
 میں عموماً اور حضرات اہل ایک کی خدمت میں خصوصاً عرض کرتا ہے کہ اس وقت بوجہ
 خاص انقلاب کے جس چیز کی مسلمانوں کو سخت ضرورت ہے وہ اجتماع اور تنظیم ہے۔
 اللہ تعالیٰ سے حضرات اہل ایک کے لیے دعا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس کا احساس کر
 کے اس کا انتظام دل و جان سے شروع کیا اور میں نے اس کے قبل بھی اس کا احسان
 و اہمیت ظاہر کرنے کے لیے تنظیم اہلین کے نام سے ایک نئے شائع کیا ہے اور اس پر
 جہاں تک معلوم ہوا ہے بے غرضتہ تعالیٰ شرعاً و طبعاً بھی ایک کافی درجہ میں مرتب ہوا لیکن
 جس بنیاد پر جی چاہتا تھا ابھی اس کا انتظار ہے۔

حضرات اس وقت مسلمانان ہندوستان جس دور سے گزر رہے ہیں اور جن مشکلات
 کا ان کو سامنا ہو رہا ہے باخبر طریقہ اس سے بخوبی واقف ہے اور خدا کا شکر ہے کہ عام
 مسلمانوں کے احساسات اس وقت بیدار ہو چکے ہیں۔ ان مشکلات کا مقابلہ کرنے کے
 لیے اپنی فہم و فراست کے موافق مدبران ایک نے کچھ اسباب بھی اختیار کئے ہیں اور
 مقام مسرت ہے کہ وہ ان اسباب میں کامیاب بھی ہو رہے ہیں جو اس کی دلیل ہے
 کہ ان کا پہلا قدم صحیح رہا ہے غلط راستہ پر نہیں چلا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ کا
 پہلا قدم اتفاقاً صحیح راستہ پر لگایا ہے یا آپ نے قرآن کریم اور سنت نبویہ کی روشنی میں
 اس کو اختیار کیا ہے۔ بہر حال جو صورت بھی ہو اس کے لیے آپ تسخیرِ صوابک باد ہیں۔

پہلا قدم مسلمانوں کی جداگانہ تنظیم

آپ کا یہ پہلا قدم مسلمانوں کی جداگانہ تنظیم
 ہے جس کی سخت ضرورت تھی اور اس کی
 ضرورت سے کسی عاقل کو انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ عقلاً و نقلاً یہ مسئلہ اپنی جگہ پر ثابت
 ہو چکا ہے کہ جو قوم اپنی مستقل تنظیم نہ رکھتی ہو وہ دنیا میں باقی نہیں رہ سکتی بلکہ دوسری
 اقوام میں منقسم اور خرب ہو کر کالعدم ہو جاتی ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کہ مسلمانوں
 کی مستقل تنظیم کی یہی صورت ہے کہ تمام مسلمان اسلامی جھنڈے کے نیچے جمع ہجائیں
 کیونکہ غیر اسلامی جھنڈے کے نیچے صرف مشترک تنظیم ہی ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں کی
 مستقل تنظیم نہیں ہو سکتی۔ اور مشترک تنظیم کا نفع ہمیشہ اکثریت کو پہنچتا ہے۔ اقلیت
 کو اس سے کچھ نفع نہیں ہو سکتا اگر وہ اپنی مستقل تنظیم سے محروم ہو۔ پس مدبران ایک
 نے بڑی دانش مندی سے کام لیا کہ مسلمانوں کی جداگانہ تنظیم کا اہتمام کیا کہ اس کے
 بعد ہی مشترک تنظیم سے ان کو نفع ہو سکتا ہے ورنہ وہ ہمیشہ دوسروں کے حاشیہ بر دار
 ہو کر ان کے دم کو دم پر رہ جاتے اور کچھ دنوں بعد ان کی ہستی فنا ہو جاتی۔

یہی وہ چیز ہے جس کی طرف آیت کریمہ میں لفظ جندنا سے اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ
 جند لٹکر کر کہتے ہیں اور لشکر اجتماعی شان سے بنتا ہے۔ انفرادی حالت میں کسی قوم
 کی خواہ وہ کتنی ہی شمار کھتی ہو لشکر نہیں کہا جاسکتا اور اللہ کا لشکر وہی ہو سکتا ہے
 جو اللہ کے نام پر منظم ہو ورنہ پستی یا قوم پرستی کے نام پر منظم نہ ہوا ہو۔

یہ پہلا قدم تھا جو علم ایک نے صحیح اختیار کیا۔ اس کے بعد ایک قدم آگے بڑھانے
 کی اور ضرورت ہے جس کے بعد کامیابی اور غلبہ کا سہرا آپ کے سر ہو گا۔ خدا کرے کہ آپ کا
 یہ دوسرا قدم بھی صحیح راستہ پر ہو اور اگر آپ نے قرآن کریم کی ہدایات اور سیدنا رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ اپنے سامنے رکھا اور اسی کو مشعل راہ بنایا تو کوئی دشمنیں
 کہ آپ دوسرے قدم پر غلطی سے دوچار ہوں۔ مسلمانوں کو کسی کے اتباع یا تقلید کی
 ضرورت نہیں ان کے گھر میں وہ سب دولتیں جمع ہیں جن کو فلاح اور کامیابی میں
 دخل ہے۔ مگر انہوں نے اپنے مسلمان دوسری قوموں کی تقلید کر کے ترقی کرنا چاہتے
 ہیں۔ قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید کر کے ترقی کرنا نہیں چاہتے ہیں حالانکہ
 دوسری قوموں کے ذرائع ترقی سے کفار کراؤ کر رہی تو ترقی ہو سکتی ہے مسلمانوں اور اسلام
 کو ترقی نہیں ہو سکتی۔ اگر مسلمان مسلمان رہ کر اسلامی ترقی چاہتے ہیں تو ان کو اپنے ماضی کی
 طرف لوٹنا چاہیئے اور قرآن کریم اور اسوہ حسنہ کو مشعل راہ بنانا چاہیئے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ
 فرماتے ہیں وَ اِنْ جُنَدُ نَا لَھُمُ الْعَلَبُوْنَ یعنی ہمارا لشکر بھی ہمیشہ غالب رہتا ہے۔ یہ
 اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور نہایت محکم وعدہ ہے جو کبھی خلاف نہیں ہو سکتا۔ تاریخ شاہد ہے
 کہ اللہ تعالیٰ کا لشکر بھی ہمیشہ غالب رہا ہے وہ کسی سے کبھی مغلوب نہیں ہوا اور کبھی اگر کسی
 خلاف ہوا تو اس کا سبب صرف یہی تھا کہ اس لشکر کے خلاف ہونے میں کچھ کسر تھی۔

دوسرا قدم یہ ہے کہ مسلم لیگ اللہ کا لشکر بن جائے | پس مسلم لیگ کو دوسرا قدم
 اس طرح اٹھانا چاہیئے کہ

اس لشکر کو جسے اس نے اللہ کے نام پر منظم کیا ہے صحیح معنوں میں اللہ کا لشکر بنادے اس
 کے بعد یقیناً وہی غالب اور وہی فتح مند ہوگی اور اس کے سرکار کامیابی کا سہرا ہوگا۔ حضرات
 آپ نے ترقی کے بہت سے اسباب سنے ہوں گے۔ بہت ذرائع سوچے ہوں گے۔
 بہت سے راستے اختیار کئے ہوں گے۔ ذرا اس راستہ کو بھی آزمایئے جس کا تجربہ آپ
 کے اسلاف نے ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک کیا ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ جب تک

وہ اس راستہ پر قائم رہے ہمیشہ غالب و کامیاب رہے اور جس دن اس راہ سے ہٹے
 اسی وقت سے زوال اور پستی ان کے سامنے آگئی یہاں تک کہ قربت اس حال کو پہنچ گئی
 جو ہمارے اور آپ کے سامنے ہے۔ تو کیا اب بھی ہم کو اپنے ماضی کی طرف لوٹنے میں کسی
 دوسری حالت کا انتظار ہے۔ بلکہ اپنے حال پر رحم کریں اور اس سے زیادہ اپنے کو توجہ مشق
 نہ بنائیے۔

اللہ کا لشکر کیوں کر بنتا ہے | اس کے بعد مجھے کہنے دیجئے کہ صحیح معنوں میں
 اللہ کا لشکر کیوں کر بنتا ہے۔ حضرات اس کے

لیے سب سے پہلے اس بات کی ضرورت ہے کہ اس لشکر کا ہر فرد جس طرح زبان سے
 اللہ اکبر کہتا ہے دل میں بھی اللہ تعالیٰ کو سب سے بڑا جانتا ہو۔ اللہ کا بول بالا کرے اور
 اس کو راضی کرنے کے سوا کسی دوسری چیز کا طالب نہ ہو۔ خود پسندی، جاہ پسندی، نام اور
 عزت کا طالب نہ ہو نہ کسی عہدہ کا خواہش مند ہو۔ ہر شخص خواہ وہ صدر ہو یا نائب صدر
 قائد ہو یا سائق اپنے کو اللہ کے لشکر کا سپاہی سمجھتا ہو اور جو کام اس کے سپرد دیا جائے
 اس پر راضی ہو۔ حضرت خالد بن ولید کو ایک وقت تمام حکام اسلام کا قائد مقرر کیا گیا
 جاتا ہے تو اس عہدہ کے فرائض بخوبی انجام دیتے ہیں۔ دوسرے وقت اس منصب سے
 معزول کر کے سپاہی بنا دیے جاتے ہیں تو پہلے سے زیادہ اسلام کی خدمت کا حق ادا
 کرتے ہیں۔

دوسری شرط | یہ ہے کہ ہر لشکر آئندہ اَدْعٰی الْکُفٰلِ رُجْحًا کَبِیْرًا کَھْذُوْکَا
 مصداق ہو۔ آپس میں ہمہ زبان ہمدرد ہوں اور کافروں کے

مقابلہ میں محنت ہوں۔ اس لشکر کا کوئی فرد اگر زیر پرست ہو نہ ہندو پرست، نہ ہوا پرست

بلکہ سب خدا پرست ہوں۔

صحیح معنی میں اللہ کا لٹکر بننے کی تعمیری شرط یہ ہے کہ اس لٹکر کی وضع اور شان ایسی ہو جس کو دیکھ کر ہر شخص پہچان لے کہ یہ اللہ کا لٹکر ہے اس کی وضع دشمنانِ جنت کی وضع سے ممتاز ہو۔ اس کی شان اللہ کے باغیوں کی شان سے الگ ہو۔ اس کا شان اللہ کے نافرمانوں کے شان سے جدا ہو۔

تعمیری شرط کی اہمیت حضرات یہ مسئلہ محض مذہبی نہیں بلکہ سیاسی مسئلہ بھی ہے۔ ہر نظامِ سلطنت میں ہر شعبہ کے لیے کوئی نہ کوئی خاص نشان (یونیفارم) مقرر ہے۔ ہر سلطنت کا خاص نشان رکھتی سلطنت کے نشان سے جدا ہے اور جس قوم نے جب کبھی ترقی کی ہے اس کی کوشش رہی ہے کہ اس کا نشان (یونیفارم) اس کا کلچر اس کا مذہب، اس کی زبان دوسروں سے ممتاز رہے۔ جو قوم اپنے نشان (یونیفارم) کی محافظ نہیں رہی وہ بہت جلد دوسری قوم میں منجذب ہو کر فنا ہو گئی۔ مجھے اس مسئلہ کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ سیاست دان طبقہ اس سے بھولی واقع ہے۔ اس معاملہ میں کانگریسی لیڈروں کی فہم و فراست کی داد دینی چاہیے کہ انہوں نے مسلمانوں میں کانگریس کی طرف دعوت دینے اور بائیس کلکٹ کے کام کے لیے ایسے مبلغ تجویز کیے ہیں جن کی شکل و صورت بالکل اسلام کے مطابق ہوتی ہے اور شان کے پابندی بھی ہوتے ہیں تو کیا مسلم لیگ جو مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتی کہ اس کے مبلغ بھی وضع اسلامی اور شان کے پورے پابند ہوں کیونکہ مسلمانوں کا عام طبقہ سیاست کو بغیر میں سمجھتا ہے۔ صورت کو پہلے دیکھتا ہے۔ مجھے اس مقام پر آپ سے یہ کہنا ہے کہ اسلام نے اور اسلام کے مکمل اور کامل کرنے والے خدا

نے اسلام کے بادی میں نامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لیے ایک خاص نشان تھوکر کیا ہے جس کی حفاظت اس کے ذمہ ضروری ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ کوشش کی حفاظت کرنا، فاروقی بڑھاؤ کو نہیں کرتا اور جس نے کوئیں نہ ترشوائیں وہ ہم میں سے نہیں، اور اس میں تو کسی مسلمان کو بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروہ مبارک پر داؤد بھی جتنی رحمت کی بیش مبارک کے تبرک بالی تو آج بھی تبرکاتِ نبویہ میں بعض جگہ محفظ ہیں۔ پس ایک مسلمان کو فطرت اور عقل کے اعتبار سے لازم ہونا چاہیے کہ وہ اپنے آقا اپنے محبوب اپنے باری جیسا رنگ ڈھنگ چال چلن سیرت نمیشن وغیرہ بنا لے اور اپنے آقا کو پیروہ کے دشمنوں کے فیشن اور طرز سے پرچیز کرے عقل و فطرت کا ہمیشہ ہی اتفاق رہا ہے۔

چوتھی شرط اللہ کے لٹکر کے لیے اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ سب کے سب ناز کے پورے پابند ہوں۔ حضرات جنگ آزمینی ہر یا غیر آزمینی مسلمان کو بجز خدا کے کسی کی اعلیٰ کی ضرورت نہیں اور تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمانوں کا ہر فرد اللہ کے لٹکر کا سپا سپاہی بنا رہا مسلمان ہمیشہ غالب رہے کیونکہ خدا کی امداد ان کے ساتھ تھی اور جس کے ساتھ خدا ہوا کسی کی ضرورت نہیں ہوتی اور امداد الہی کی شرط احکام الہی کا اتباع ہے۔ مسلمانوں کی ناکامی کا اصل سبب حب دنیا اور قلتِ تقویٰ ہے اللہ کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔

حضرات مسلمان ہمیشہ اقلیت میں رہے۔ دنیوی اسباب و ساز و سامان میں نرل سے ہر زمانہ میں کم رہے مگر تاریخ شاہد ہے کہ باوجود قلت کے وہ ہمیشہ اکثریت پر بھاری رہے اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ اللہ کی مدد ان کے ساتھ تھی خدا ان کا تھا وہ خدا

کے تھے۔

حضرات میں آپ کو ترکی یا مصری یا افغانی و ایرانی اسلام کی طرف نہیں بلارہا اس لیے کسی کو ان ممالک کی نظائری پیش کرنے کا کوئی حق نہیں۔ میں تو آپ کو اس ترقی کی طرف بلارہا ہوں جو ساڑھے تیرہ سو برس پہلے مسلمانوں کو نصیب تھی جس نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی اور اس کے لیے ترک دنیا کی ضرورت نہیں بلکہ اس کی ضرورت ہے کہ مسلمان دنیا کا غلام نہ ہو اللہ کا غلام ہو۔ جب مسلمان اللہ کا غلام ہو جائے تو دنیا کی تمام طاقتیں اس کی غلام ہو جاتی ہیں۔ آپ اس راستہ پر چل کر تو دیکھیں انشا اللہ آپ ہی غالب اور بلند و بالا کیاب ہوں گے کیونکہ یہ وہ حربہ ہے جس کا توڑ مخالفت کے پاس نہیں وہ آپ کے ہر حربہ کو توڑ سکتا ہے مگر اس کے پاس اس کا کچھ جواب نہیں کہ اطمینان خداوندی کے بعد خدا کی مدد آپ کے ساتھ ہوگی اور اس کے ساتھ نہ ہوگی۔

حضرات آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا دین جامع اور مکمل ہے۔ اس میں سیاست، عبادت اور معاملات سب داخل ہیں۔ جہاں آپ معاملات میں اقتصادی و تجارتی و صنعتی ترقی کی طرف توجہ فرماتے ہیں۔ سیاسی مسائل میں تجاویز منظور فرماتے ہیں وہاں صرف تجاویز میں نہیں بلکہ عمل میں عبادت کا لحاظ بھی فرماتے اور اس کے ساتھ ایک ایسی مجلس شوریٰ کو تسلیم کیا گیا ہے جس میں شامل فرمائے جو فعال دینی مسائل میں آپ کو مشورہ دے سیاسی اقتصادی مسائل میں وہ اور اس کا حلقہ اثر جبریت و تبع ہے آپ کی منظور شدہ تجاویز پر دل و جان سے عمل کرے گا۔

حضرات یہ ظاہر ہے کہ آپ کو تمام مسلمانوں کی تنظیم کرنی ہے اور بہت زیادہ مسلمان توجہ ہیں جن پر اب بھی ظلم کا اثر زیادہ ہے۔ جب وہ یہ دیکھیں گے کہ ملکی مجلس شوریٰ آپ

کے دوش بدوش کام کر رہی ہے۔ آپ کے نظام کے اندر داخل ہے۔ آپ کے اجتماعات میں شامل ہو رہی ہے وہ آپ کی تجاویز پر عمل پیرا ہے اور آپ اس کے مذہبی شعروں پر عمل ہیں تو اس سے محرم و خواص میں وہ عدم انظیر اتحاد پیدا ہوگا جس کی مثال ہندوستان میں صدیوں سے تاجید ہے اور کم لگ ایک ایسا ایسی تحقیقی طاقت و تنظیم حاصل کرے گی جو ہم میں سے ہر مسلمان کا دلی مقصد ہے۔

اس کے ساتھ مجھے امید ہے کہ آپ عمل کے درجہ میں مندرجہ ذیل امور کا بھی خاص لحاظ فرمائیں گے میرا خیال ہے کہ جس قدر جلد خواص ان امور پر عمل کریں گے۔ اسی قدر عوام میں اس تحریک کو زیادہ مقبولیت حاصل ہوگی۔

۱۔ شہرستان ممبران اسلام کو باسمنی یا دکرے اور دوسروں کو یاد کرانے۔ ۲۔ ہر مسلمان ممبر خود بھی نماز پڑھے اور دوسروں کو نمازی بنانا اپنے ذمہ ضروری سمجھے۔ ۳۔ جماعت کی پابندی کی جائے تاکہ سجادہ بھی آباد ہوں اور ممبران لگ کو عبادت المسلمین سے ارتباط ہو۔ ۴۔ جن مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض ہے ان کو ادائے زکوٰۃ کی ترغیب دی جائے جس سے غریب کو لگ کے ساتھ ہمدردی بھی ہوگی اور ان کا افلاس بھی کم ہوگا۔ ۵۔ ہر مسلمان ممبر رمضان کی پابندی کرے۔ اگر مسلم لگ نے ان معروضات پر توجہ کی اور ان کو اپنے مفاد میں داخل کر لیا اور کسی سب کمیٹی کے حوالہ کر کے معاملہ کو التوا میں ڈھالا جیسا کہ آج کل کی سیاست کا اصول ہے بلکہ جلد از جلد اس پر عمل شروع کر دیا تو آپ خود کو کلی آنکھوں دیکھ لیں گے کہ لگ کو چار چاند لگ جائیں گے اور اس کو دن دوئی رات چوگنی ترقی ہوگی۔ اس کے بعد میں آپ کی توجہ ایک خطہ کی جانب مبذول کرنا چاہتا ہوں۔ وہ مسلمان عورتوں کے ازدواج کا خطہ ہے جو بعض مقامات پر سوڈان روجہ نا ہر اس ہے۔ لیکن عورتیں سب اپنے شوہروں کا نظم و حور

یا ان کے حقوق و الجور ہو جاتے یا شوہر کے نام و یا جنوں ہونے کی وجہ سے عاجز اور پریشان ہو جاتی ہیں اور عقد نکاح سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا کیونکہ ہندوستان میں دارالافتاء موجود نہیں ہے جو ان مشکلات کا صحیح حل تھا تو وہ اسلام سے مترد ہو کر کسی دوسرے مذہب میں چلی جاتی ہیں۔ اس خطرہ کے انحصار کے لیے آئینی میں ایک بل پیش کیا گیا تھا جو ضلع بل یا کاغذی بل کے نام سے موسوم ہے جس میں ایک دفعہ یہ بھی لکھی گئی تھی کہ مسلمان عورت کے مقدمات نکاح و طلاق وغیرہ کے لیے حاکم مسلم کی عدالت مختصہ جس کی جائے کیونکہ حاکم غیر مسلم کا فیصلہ اس باب میں لغو اور کالعدم ہے۔ مگر اس سے نہ طلاق واقع ہو سکتی ہے اور نہ نکاح فسخ ہو سکتا ہے۔ ایک دفعہ یہ بھی کہ مسلمان شادی شدہ عورت مترد ہو جائے تو وہ بدستور اپنے شوہر کے نکاح میں رہے گی اگرچہ اس کے ساتھ مباشرت جائز نہ ہوگی مگر نکاح فسخ نہ ہوگا کیونکہ ازدواجی شہدہ کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ اس کو محض فسخ نکاح کا آلہ بنایا جاتا ہے ہیں امید تھی کہ انگریز حکومت جو قومی حکومت ہونے کی دعوے دار ہے۔ مسلمانوں کی مشکلات کا احساس کر کے اس بل کو کامیاب بنائے گی مگر واقعی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور اس کی سلیکٹ کمیٹی کے اہلکاروں اس بل کا جو مشر ہوا وہ اخبارین طبقہ سے غنی نہیں کہ وہی دفعتاً جو اس بل کی جان تھیں اس میں سے خارج کر دی گئیں جس کے بعد یہ بل مسلمانوں کے لیے بجائے مفید ہونے کے مضر ہو جائے گا۔ مسلم لیگ کو سلیکٹ کمیٹی کے اس فیصلہ کے خلاف قوت سے آواز بلند کرنا چاہیئے خاموشی نہیں رہنا چاہیئے اور جب تک یہ بل کامیاب نہ ہو برابر کوشش میں لگا رہنا چاہیئے۔ مسلم لیگ کو قوت اور تیزی کے ساتھ عمل کی طرف توجہ دینا چاہیئے جس کی کمیوں اور تجاویز پر انکا ذکر کرنا چاہیئے۔ بس یہی کامیابی کا راستہ ہے بشرطیکہ عمل شریعت کے موافق اور نیت خالص اللہ کے واسطے

ہو۔ اب اس دعوے پر اس پیام کو ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ سب مسلمانوں کو اپنے دین کی خدمت کا جذبہ عطا فرمائیں۔ ہماری پیشوں میں خلوص اور عمل میں برکت اور تدبیر میں کامیابی عطا ہو۔^۱

فاتحہ عظیم محمد علی جناح مولانا تھانوی کی نظریں میں

تحریک پاکستان کے دوران میں علامہ حضرات کی ایک کثیر تعداد پاکستان کے حالات کیسپ میں جا بیٹھی تھی اس کیسپ میں جہاں کچھ عالم ایسے تھے جن کا مقصد غلوں پر مبنی تھا وہاں کچھ نام نہاد علماء ایسے بھی تھے جو دینی علم میں صغیر اور سیاست کی اجمہت سے نا آشنا تھے مسلم لیگ کی قیادت پر شرعی اعتراض کرنے میں پیش پیش تھے اور قائد اعظم کو کافر و عظمیٰ کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔

یہ عجیب جن اتفاق ہے کہ علامہ کی ایک جماعت نہ صرف تحریک پاکستان کی دل و جان سے حامی بلکہ قائد اعظم کے بارے میں نہایت اعلیٰ خیالات رکھتی تھی۔ مولانا تھانوی اس جماعت کی قیادت کر رہے تھے۔ قائد اعظم محمد علی جناح اور مولانا تھانوی کے درمیان باقاعدہ خطوط کتابت کا سلسلہ جاری تھا جیسا کہ مولانا تھانوی کے مندرجہ ذیل مضمون سے ظاہر ہے۔ اس مضمون سے یہ حقیقت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ مولانا تھانوی قائد اعظم کے بارے میں نہایت عمدہ رائے رکھتے تھے۔ ۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کو مولانا تھانوی نے ایک مجلس میں دو لاکھ لکھ فرمایا: ”جس زمانہ میں مسلم لیگ اور کانگریس میں مخالفت کی گئی تھی وہی میں نے ایک

۱۔ ”خطاب مسلم لیگ“ (مجموعات ایکٹوٹک پریس سہارن پور ۱۳۵۷ھ) شمارہ مطروح اسلام (دہلی)، ۱۹۴۹ء/ص ۶۵-۶۶۔ روزنامہ ”مصر صمدیہ“ کلکتہ ۲۴ ستمبر ۱۹۴۹ء ص ۱+۶۔

خلا مسلم لیگ کے صدر جناح صاحب کو اس مضمون کا لکھا کہ مخالفت میں چونکہ مسلمانوں کے امور دینی کی حفاظت نہایت اہم اور ضروری ہے آپ شرعی مسائل میں اپنی رائے کو قائل نہ کریں بلکہ مقتضی سے پرچہ دیا کیجیے۔ اس پر انہوں نے نہایت شرافت سے جواب دیا اور ایشیائے دلیا کہ آپ کی ہدایت کے مطابق عمل کیا جائے گا۔^(۱)

ایک خط نامہ محکم کی طرف سے لکھا گیا جس میں آپ نے تحریر فرمایا کہ مجھ کو ظہر الدین بنیر جواب زادہ لیاقت علی خاں صاحب سے گفتگو کرنے کا موقع ملا اور میں یہ معلوم کر کے بہت خوش ہوا ہوں کہ آپ کو آل انڈیا مسلم لیگ کے مقصد اور پروگرام سے پوری ہمدردی ہے مجھ کو آپ کا خط ملا لیکن موجودہ متددشامل اور عدم حاضری مبینی کے سبب آپ کو اس سے قبل جواب دے سکے۔ چند نکات جو میرے سامنے پیش کئے گئے ہیں میں نے ان کو بغور تحریر کر لیا ہے اور میں آپ کو یقین دلانا ہوں کہ میں ان کے متعلق آپ سے ضرور مشورہ کروں گا جب وقت آئے گا۔ آپ کی مہربانی۔^(۲)

خوش قسمتی سے اسلام آباد میں محفوظ نامہ محکم کے کاغذات میں مولانا تھانوی کا ایک اور خط نامہ نامہ عظیم دستیاب ہو رہا ہے۔ یہ خط سنہ ۱۹۲۳ء میں لکھا گیا۔ مولانا تھانوی کے دل میں قائد اعظم محمد علی جناح کے لیے جس قدر محبت اور احترام موجود تھا۔ اس خط کا ایک ایک لفظ اور سطر اس کی نشاندہی کر رہا ہے کہ ہندوستان کا ایک جید عالم دین قائد اعظم کے الطاف نامہ آئے کو فخر سمجھ رہا ہے۔ خط کا متن ملاحظہ ہو۔

محرمی و محرمی دم مجیدک اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ الطاف نامہ نے مسرور و منون اور غلیظ

۱۔ افادات اشرفیہ در سائل سیاسیہ ص ۹۶

۲۔ مفتی محمد شفیع مجلس علم الامت (دارالاشاعت کراچی ۱۹۶۲ء) ص ۱۸۰

مطہن فرمایا۔ دل سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دین اسلام کی قوت کا ذریعہ بنا دیں۔ میں بکثرت دعائیں مشغول رہتا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ واقعی جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے آپ کے بہت سے شامل ہیں اور بہت اہم ہیں اور میں ایک منٹ کے لیے بھی گوارا نہیں کرتا کہ ان میں کسی درجے کا بھی حرج ہو اس بنا پر بلا تکلف عرض کرتا ہوں کہ میری عرضات کے جواب نے مجھے کامیاب و فرمایا جاتے۔ میں انتظار نہ کروں گا صرف اس کی اجازت دینا کافی ہوگا کہ کسی وقت کوئی مفید بات میرے ذہن میں آئے تو اس کو عرض کر دیا کروں اور وہ آپ کے پیش نظر رہے۔ البتہ اگر میرے لائق کوئی خدمت یا مشورہ کی غرض سے کوئی استفسار اجناد میں ذہن عالی میں آدے تو الطاف نامہ آئے کو فخر سمجھوں گا۔^(۱)

مولانا تھانوی نے ایک مرتبہ مجلس میں فرمایا "میں خواب بہت کم دیکھتا ہوں مگر جب دیکھتا ہوں تو اکثر صحیح ہوتا ہے۔ میں نے خواب دیکھا کہ یاسینان تشریف لائے۔ اور کچھ حضرات کرسیوں پر بیٹھے ہیں۔ یہ علماء و صلحا ہمارے گروہ تھا۔ میں نے دیکھا تو مسٹر جناح بھی ایک عبا پہنے اس گروہ میں کرسی پر بیٹھے ہیں۔ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ مسٹر جناح اس گروہ میں کس طرح شامل ہو گئے ہیں تو ملاحظہ کیا کہ بزرگ نے جواب دیا کہ مسٹر جناح آج کل مسلمانوں اور اسلام کی بہت خدمت کر رہے ہیں اس لیے ان کو یہ اعزاز بخشا گیا ہے۔ یہ خواب کلکتہ کے اخبار عصر جدید میں بھی شائع ہوا تھا۔

مولانا تھانوی قائد اعظم محمد علی جناح کو پکارا راج مسلمان اور اسلام کا خادم سمجھتے تھے اس کی تائید مولانا ظفر علی خان نے اپنی ایک نظم جلالوی میں مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے۔

اس نظم میں ان علماء پر طنز کی گئی جو متحدہ قومیت کے حامی تھے اور مائذِ علم کے مذہبی جھانٹا کے بارے میں غلط فہمی کا شکار تھے۔^(۱)

وطن جس کی رو سے ہے بنیادِ قوت میں اس کی شرح کی کر با پیروی ہوں
سکھاتا ہے جو ناچنا اور گانا میں اس مدرسہ کا بڑا مولوی ہوں
مجھے لگ سے اس لیے دشمنی ہے وہ عبدالصمد ہی میں عبدالقوی ہوں

سمجھ لوں میں جینا کو کیونکر مسلمان

کوئی میں بھی اشراف علی تھانوی ہوں

علیحدہ مملکت کا تصور اور آرزو

مولانا تھانوی مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کے قیام کے خواہش مند تھے اور اسی لیے بار بار اپنے محفوظات میں اپنی اس خواہش کا اظہار فرماتے رہے۔ آپ کے محفوظات کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ آپ کے نزدیک مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کا قیام ان کے تمدن، مذہب اور رسوم و رواج کے تحفظ کے لیے کس قدر ضروری تھا۔ اس کے لیے آپ نے بار بار مسلمانوں کا مرکز کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے خیال میں علیحدہ مملکت کا تصور سب سے پہلے حضرت تھانوی کے یہاں ہی متا گیا۔ آپ نے اس سلسلے میں تحریر فرمایا کہ ”یاد کر لیجئے کہ ۱۹۲۶ء کا زمانہ تھا اور ایک مخاطب روزنامہ ہمدرد کا ڈائریکٹر تھا۔ صبح اور دوپہر کی طویل صحبت میں سیاسی پہلوؤں پر گفتگو آجاتا ناگزیر باتھا کہ گفتگو کوئی حضرت نے اتنی معتدلیت سے گفتگو کی

۱۔ مولانا ظفر علی خاں چشتیان، مکتبہ کاروان لاہور ۱۹۶۹ء، ۱۳۶۵ھ/۱۴۳۱

کہ ساری دنگا نیاں دور ہو گئیں۔ پاکستان کا تختہ کھٹکنا اور اسلامی ریاست کا خیال یہ سب آوازیں بہت بعد کی ہیں۔ پہلے پہل اس قسم کی آوازیں یہی کانوں میں بڑی تھیں“ مولانا تھانوی نے اپنی ایک مجلس میں مدعا بن گفتگو فرمایا ”جو اہل چیز ہے کہ مسلمانوں میں دینی پیدا ہو۔ ان کی قوت ایک مرکز پر جمع ہوان کا کوئی امیر ہو اس کا کہیں نام و نشان نہیں۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر مسلمان مضبوطی کے ساتھ اپنے دین کے پابند ہو جائیں اور اپنی قوت کو ایک مرکز پر جمع کر لیں اور جس کو اپنا خیر خواہ سمجھیں اس کو اپنا امیر بنالیں اور اس کے مشورے پر عمل کریں تو پھر ان کو کسی کی شرکت کی ضرورت نہ ہو نہ ان کو کسی سے غوث کی کوئی ضرورت ہوگی۔“ (۲)

۱۹۲۶ء میں ایک انتخاب کے سلسلے میں مسلم لیگ نے اتحادِ بھران میں طے بند کر لیا۔ اس جلسے کی انعقاد کی اجازت خود مولانا تھانوی نے مرحمت فرمائی تھی۔ اسی جلسہ میں مولانا کے ایک خادم خاص حافظ جلیل احمد شروانی نے بھی شرکت کی مجلس کے اختتام پر حافظ صاحب نے مولانا تھانوی کو مجلس کی کارروائی سے آگاہ کیا۔ حافظ جلیل احمد نے لکھا ”پس احتقر مبارک بیان سن کر اور کثیر الاجتماع جلسہ سے فارغ ہو کر اتفاقاً میں حاضر ہوا تو دوپہر کا وقت تھا۔ دیکھا کہ حضرت مرشدی حکیم الامت سردی میں رونق افروز ہیں۔ اس جلسہ کا حال بیان کیا اور اس دوران مجھ پر گریہ طاری ہو گیا۔ مسلمانوں کی موجودہ حالت دیکھ کر حضرت نے ایک تقریر فرمائی۔ اس تقریر کے دوران میں حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ ملاں صاحب اس زمانے میں میرے پاس وہ مضمون لکھ کر لائے جو اس جلسہ میں میری

۱۔ حکیم الامت ص ۳۳

۲۔ الانفاذات الہدیہ جلد اول ص ۸۵

طرف سے پڑھا گیا تو اس مضمون کے اندر لکھا کہ جب لوگوں کو ناز کی ترغیب دی جاتی ہے تو وہ جواب میں بیل کہتے ہیں کہ خالی ناز زور سے سے کیا جتا ہے۔ یہ لوگ یورپ کے لامعہ کے مقابلہ میں مسلمانوں کا نظیر درون ہی چیزوں پر موقوف ہے۔ میری یہ طے آج سے نہیں بلکہ ہمیشہ سے ہے۔

اس کے بعد پھر سے دریافت کیا کہ مسلمانوں کو مثال کی اجازت ہجرت کے بعد ہوئی اس کی کیا وجہ ہے۔ مثال کی اس قدر ضرورت تھی کہ وجہ تک ہجرت نہ ہوئی اس وقت تک اجازت نہ ملتی تھی۔ آخر نے بیان کیا کہ مسلمانوں کے پاس ہتھیار نہ تھا اور سامان نہ تھا ارشاد فرمایا "اچھی ہتھیار تو خود مثال سے لیے جاتے ہیں۔ میرے نزدیک اس کو وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کا کوئی مرکز کوئی نہ تھا اور جہاں کے لیے مرکز ضروری ہے ہجرت کے بعد جب مسلمانوں کو مرکز حاصل ہو گیا تب اس کی اجازت ہوئی۔ اب اس وقت بھی مسلمانوں کے لیے دشواری یہ ہے کہ مسلمانوں کا کوئی مرکز نہیں لہذا سخت ضرورت ہے کہ مسلمانوں کا کوئی مرکز قائم ہو۔ دوسری چیز یہ ہے کہ ان کے اندر کوئی ایسا الموعین ہو جو زمین و مفاہات نکلتا ہو ایک تو دین دوسرے سیاست تیسرے ان کے اندر بہت بھی ہو۔" (۱)

۱۵ ستمبر ۱۹۳۷ء کو ایک مجلس میں فرمایا "معلوم نہیں ان تحریکات کا انجام کیا ہوگا مگر مجھ کو ابھی امید ہے کہ انشاء اللہ خیر عظیم کا غہور ہر تے والا ہے۔ میں ابھی تک مایوس نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نہایت اس وقت کا مقصد یہ ہے کہ وہ اوشیا ملین آسمان پر جاتے تھے تو سارے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے تھے۔ نقل فرمایا ہے وانا لسناری اشرار ویدین فی الارض ام اراد بظہور بظہور شد ایسی ہی ہم نہیں جانتے کہ اس نئے نظام سے کیا

ظہور پذیر ہوگا۔ اس سے ابلیز میں کو ضرر پہنچے گا یا اللہ تعالیٰ ان کو نفع پہنچا پا چاہتے ہیں بالکل اسی طرح ان تحریکات میں دونوں احتمالات ہیں کہ سنات کا یہ مشولہ عمل خیر میں نفع کا تھا اور یہ راجح شریں تردد کا تھا مگر میرا خیال یہی ہے کہ میں اس سے پہلے بیان کر چکا ہوں۔ میری دلی تمنا اور دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکومت عارہ مسلوق قائم فرما دے اور میں اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔" (۲)

آرمی بل

۱۹۳۷ء میں دوسری جنگ عظیم کے بادل مطلع سیاست پر منڈلانا شروع ہو گئے تھے۔ ہٹلر کی برصغیر برقی جارحانہ کارروائی نے تمام دنیا کو پریشان و سرسبز کر دیا تھا چنانچہ حکومت ہند کو بھی یہ خطرہ لاحق ہوا کہ اگر یورپ میں جنگ چھڑ گئی تو ہندوستان میں فوجی بھرتی کا کام وسیع پیمانے پر کرنا پڑے گا۔ ہندوستان میں فوجی بھرتی کا سب سے بڑا مرکز پنجاب تھا جہاں انگریزوں سے جسے جسے رہینڈاروں اور جاگیرداروں کا تانہا بن رکھا تھا تاکہ ان کی رماطت سے فوجی ملے رہیں اور ہندوستان میں برطانوی حکومت کو کوئی خطہ لاحق نہ ہو۔ پنجاب کے ذریعہ عظیم سرکردہ ریاست نے ان محدود حالات میں حکومت ہند کو ایک تحریک پیش کی کہ فوجی بھرتی کی مخالفت کرنے والوں کو سزا دی جائے تاکہ بھارتی حکومت کو فوج ہموار کرنے کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ چنانچہ حکومت ہند نے ہٹلر کے اشارے پر ایک بل پیش کیا۔

اور کل انڈیا مسلم لیگ نے اس بل کی حمایت کرنے کا فیصلہ کیا اور مسلم لیگ پارلیمانی

پارٹی کی طرف سے میر غلام بھیک نیرنگ، مولانا شوکت علی، مولانا ظفر علی خان اور قائد اعظم محمد علی جناح نے اس پارٹی کی حمایت میں قراردادیں کیں۔ اس کے برعکس کانگریس نے اس پارٹی کی مخالفت کی۔ پارٹی پر تقریر کرتے ہوئے عبدالجباری قریشی نے پارٹی کی حمایت کرنے والوں کو ”قادر“ قرار دیا۔^(۱)

لیکن کانگریس کا اصل مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ ہندوستانیوں کو جنگ میں جھونکنے کی مخالفت کر رہی تھی بلکہ اس کی اسس کارروائی کے پیچھے صلیت کارفرما تھی کہ فرج میں مسلمانوں کا تناسب کم کیا جاسکے۔ اس کا ثبوت اس بات سے مل جاتا ہے کہ جس زمانہ میں ہندوستان میں آری مل پر بحث و تحریک کا سلسلہ جاری تھا اس زمانہ میں برطانوی حکومت نے ہندوستانی فرج کی از سر نو تنظیم کے سلسلے میں ایک رپورٹ تیار کرنے کی غرض سے ایک کمیٹی قائم کی۔ یہ کمیٹی نومبر ۱۹۳۲ء میں بمبئی پہنچی۔ اگرچہ مسلم لیگ اور کانگریس دونوں نے اس کمیٹی کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا مگر اس کمیٹی کے صدر جے بی بی پیٹے کو گورنر بمبئی نے انہیں مطلع کیا کہ صوبے کے گورنر آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ دونوں وزیر دلی جی کھیر اور کے ایم فشی (لارڈ چیف جج) سے اور ان سے مل گیا کہ یہ کیا فیصلہ ہے کہ آپ ہندوستانی فرج میں مسلمانوں کو اتنی کثرت سے بھرتی کر رہے ہیں کہ ہندو گھٹے ہیں۔^(۲) کانگریس چاہتی تھی کہ فرج میں صرف مسلمانوں کا تناسب کم کیا جاسکے یا ہندوؤں کو زیادہ سے زیادہ حصہ اور صاحب ملیں۔ لیکن وہ اپنے اصلی ارادوں کو ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھی اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قائد اعظم محمد علی جناح نے فرمایا کہ ”میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ

۱۔ جمالی قوی، ص ۱۹۳، ۳۶-۳۷

۲۔ جمالی قوی، ص ۱۹۳، ۳۹

اس پارٹی کا مقصد قطعاً فرقہ رازہ منہ سے نہیں اور اس بحث میں فرقہ پرستی کا شائبہ داخل کرنا چاہتا ہوں۔ تاہم میں کانگریسی میروں کی تقریروں کا اس بحثہ نظر سے گزر رہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے خاص طور پر مسلمانوں کو اپنے جوش بیان کا بہت زیادہ استعمال کیا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کے جذبات سے اپیل کی ہے کہ انہیں انہیں ڈرانے دھمکانے اور طعنہ تفریق سے متوجہ کرنے کی کوشش کی ہے اور انہیں مسلم لیگ کے میروں کو ذلت دلائی ہے۔ چونکہ مسلم لیگ اس پارٹی کی حمایت کر رہی تھی اس لیے بڑے شد و سر سے یہ پراپیگنڈہ کیا گیا کہ چونکہ مسلم لیگ انگریزوں کی حامی اور ہندوستان میں ان کے مستقل قیام کی خواہش مند ہے اس لیے وہ اپنی پارٹی کی حمایت کر رہی ہے۔ کانگریس کا گورنر ہائیڈر آبادی مولانا عبدالجباری بھی بی بی پیٹے سے ملے اور ان سے اس کی غلط فہمیاں اظہار کے لیے مولانا شہیر علی خان قوی، مولانا مفتی محمد شفیع اور مولانا ظفر احمد عثمانی پرسنل ایک وفد بھیجا اس وفد نے قائد اعظم کی ملاقات کی اور اس سلسلے میں مسلم لیگ کے موقف کی صحت سے آگاہی ملی مولانا ظفر احمد عثمانی نے راقم کو اس ملاقات کے متعلق لکھا کہ ”آری مل کی کانگریس نے مخالفت اور مسلم لیگ نے موافقت کی تو اس پر بہت بے دہی ہوئی تھی کہ مسلم لیگ سرکار پرست ہمارے ہے، حضرت حکیم الامت نے اس کی تائید کی ہے ایک وفد بھی بھیجا۔ ہم نے قائد اعظم سے پوچھا کہ آپ اس پارٹی کی حمایت کیوں کر رہے ہیں۔ قائد اعظم کا جواب تھا کہ کانگریس اپنی پارٹی کی مخالفت نہیں کر رہی ہے بلکہ وہ غیر ملکی کاری ہے کہ فرج میں آری مل کے تناسب سے بھرتی کی جائے کیونکہ اس وقت کا طریقہ فی مسلمان فرج میں ہیں اگر باری کے مناسب سے بھرتی کی جاتی تو مسلمانوں کی تعداد بڑھیں فی صدہ جاتی۔ انگریزوں نے کہا کہ اس وقت جو صورت حال ہے اس کو بڑا مشکل ہے۔ اس پر ہندو لیڈر ڈاکٹر سبھتے نے کہا تھا کہ ہمارے عسکری کالج میں ایک لکھ نو جوان ہندوستانی

ایک سال میں آپ کو ایک لاکھ تریسٹ یا فتر فوج لی جائے گی۔ انگریزوں نے کہا کہ یہیں اس وقت موجود ہے خطہ سر پر ہے۔ انڈیا شور ہے۔ تانہ عظیم نے فرمایا کہ انقلاب آنے والا ہے۔ ہندوستانی فوج میں مسلمانوں کی تعداد کم ہوئی تو مسلمانوں کا قتل عام ہو جائے گا۔ اس لیے ضرورت ہے کہ فوج میں مسلمانوں کی جاکثریت قائم رہے وہ قائم رہے۔ اس لیے اس نے کوئی بل کی حمایت اس شرط پر کی تھی کہ مسلمان فوج کو مسلمانوں کے مقابلے میں بھیمہ جاتے جس کو حکومت نے منظور کر لیا اور فوج میں مسلمانوں کا ہر تناسب تھا اس کو بھی برقرار قائم رکھنے کا حکومت نے وعدہ کیا۔ اس وجہ سے اس نے اس بل کی حمایت کی۔ میں چاہتا ہوں کہ مسلمان فوج میں زیادہ سے زیادہ ہندو اور ان کو تو یہ ہندو چلا آجائے۔

تانہ عظیم کے اس بیان سے دندھن ہو گیا۔ بعد میں تھا نہ بھون واپس پہنچ کر سب ممبروں نے سوچا تھا فوجی کا اصل ہمت، ماں سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا اگر اب معلوم ہوا کہ جناح صاحب نے اس بل کی مخالفت انگریزوں کی ہمدردی میں نہیں کیا مسلمانوں کی ہمدردی میں کی تھی؟

مسلم لیگ کی حمایت کرنے پر قتل کی دھمکی

مولانا تھانوی نے جب آل انڈیا مسلم لیگ کی شروعات شروع کی تو مخالفت گریپ میں اس کا شدید رد عمل ہوا۔ نڈز اسلام آباد کے ایڈیٹر مولانا مظہر الدین پہلے ہی قتل کے باپکے تھے۔ اس سلسلے میں مولانا تھانوی کو بھی ایک دھمکی آمیز خط لکھا گیا کہ آپ راہی مولانا تھانوی کا نام مانتا ہوں۔

جس میں کہا گیا کہ آپ نے مسلم لیگ کی حمایت جاری رکھی تو آپ کو قتل کر دیا جائے گا یہ گناہ خط ۱۳ اپریل ۱۹۲۹ کو لکھا گیا۔ اس کے لکھانے پر مولانا تھانوی نے منع عظیم نے ممبر تھی اور تھا نہ بھون کے ڈاک خانہ کی حرا پر بل کی مہر لگی ہوئی تھی۔ اس تہمدی خط میں لکھا گیا کہ ”مولوی اشرف علی تھانوی یہ بات ہمارے لیے بہت تشویش اور شرم کی ہے کہ کانگریس، جمعیت العلماء ہند، احرار اور مومن کانفرنس کی تمام کوششوں کے باوجود مسلم لیگ کا فتنہ تمام ملک میں پھیلنا جاری ہے اور آپ نے ملار کے خلاف مسلم لیگ کے موافق فتویٰ دیا ہے جس کا بہت اثر ہوا ہے۔ اب ہماری پارٹی مسلم لیگ کے مدین مولویوں کو دھرا چکھانے کے لیے میدان میں آگئی ہے۔ اس لیے آپ کو بھی ناکیدی نوٹس دیا جاتا ہے کہ آپ ایک ماہ کے اندر اندر اپنا فتویٰ واپس لے لیں اور حضرت امیر المومنین مولانا حسین علی مدنی کا مسکا۔ قبول کرو اور کانگریس کی حمایت کر دوز یقین اور پورا یقین رکھو کہ کم کو بھی مولانا مظہر الدین الامان داسے کی طرح ہماری مخالفت میں ذبح کر دیا جائے گا۔ یہ قسم اور ایمانا اطلاع بھیجی جاتی ہے۔ ایک ماہ کی مدت غنیمت جانتا۔ ایک ماہ نہ ادا کرنا۔ ان کی انتہاری کر کے ہمارا آدمی روز ہو جائے گا جو پستول اور پھر سے سے کم کو قتل کرے گا پھر مردہ جینا و جناح اور بڑی مولوی یا یونی کی باری ہوگی۔ چھٹی کو کئی نہیں ہے فقط کانگریس زندہ باوجود جمعیت العلماء ہند زندہ باد“ (۱)

قیام پاکستان کی پیشین گوئی

مولانا تھانوی نے حضرت مسلم لیگ کی تائید میں فتویٰ جاری کیے اور اپنے ممبروں

۱۔ انادات اشرفیہ رسائل سیاسی ص ۳۴

آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس ۱۳، اپریل ۱۹۴۳ء کو کوئٹہ میں منعقد ہوا۔ مسلم لیگ کا عزت سے مولانا مفتاح نوری کی اس اجلاس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ دعوت ناسے میں آپ سے استدعا کی گئی تھی کہ آپ اس موقع پر تشریف لاکر اپنے ارشادات سے مجلس کو ہدایت فرمائیں تو بہتر ہے لیکن اگر حضور تشریف نہ لاسکیں تو آپ نے ناسدہ کو بھیج کر منگوا فرمایا اور دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کے عرب سے غیر مسلموں کے دلوں کو سسور کر دے اور ہمارا مطالبہ پاکستان میں ہمارے ساتھ اسلامی سلطنت قائم ہو سکے۔ (۱)

مولانا مفتاح نوری اس زمانہ میں سخت بیمار تھے اس لیے آپ نے شرکت سے محذوری کا اظہار کرتے ہوئے مندرجہ ذیل خط تحریر کیا۔

"ازناکارہ آدافہ ذنک انام اشرف برائے نام بخدمت ارکان مسلم لیگ نصرہم اللہ والنصرہم اللہ اسلام علیکم، لیگ کے سوانح معلوم کر کے اس آیت پر عمل کی توفیق ہوئی قل بفضل اللہ وبرحمۃ فیذاک تلیفیر حوا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ مقررہ ہوتا تو اس آیت پر عمل کرتا" انفر واخفا فان اذ ثلثا ذلک عذر کے سبب اس نصحت پر عمل کی اجازت نہ گئی" لیس علی الضعفاء وعلی المرضی ولا علی الذین لا یجودون ما ینفقون۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس آیت کا شرف حاصل ہو گیا کہ نبی وکتابوں کا پرتو تاباں ہو جائے اللہ قیامت تک آنے والی انسانوں کے لیے پیام عمل ہے۔ ایک جزیہ المؤمنین شخصی اصلاح کے لیے دوسری صیانت المؤمنین جمہوری نظام کے لیے ان کے

۱۔ حواجر علیہ من جنہود، خاتہ السواج، راجم شمس اللہ (۱۹۶۳ء) ص ۱۷۱/۱۷۲۔

۱۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب۔ خاتمہ السوانح رایم شہار اللہ لاہور ۱۹۶۳ء ص ۱۷۱/۱۷۲۔

مستائیں اپنے مزارع پر گونگیں نہیں مگر سنگین ضرور ہیں جس میں وہی فرق ہے جو ذوق اور غالب کے اشعار میں اور محمود خان اور محمد صادق کے نسخوں میں ہے اور نثار وہ گاہ نہیں کر سکتا جو یہ کتابیں کر سکتی ہیں۔ مگر شرط عملی ہے جیسے اعلیٰ درجہ کا مالکیم بڑوں میں بھڑکتی ہے مگر نتیجہ خیز نہیں۔ یہ نفع اس وقت ظاہر ہوگا جب خلق سے اترے گا ورنہ بدوق عمل یہ سب کوششیں اس کا صداق ہوں گی کوشش نہ ہوگفتہ ورفا مستند۔ باقی دعا ہر حال میں مخصوص ان تارکین میں زیادہ اہتمام سے جاری رکھوں گا۔

نوٹ ہے: اگر یہ کتابیں ملی گئیں تو ۱۲ اپریل کو ڈاک سے ہدیہ روانہ کر دوں گا ورنہ دہلی میں کسی تجارتی کتب خانہ سے تلاش کی جائیں و السلام احقر اشرف علی تھانوی ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ

مولانا تھانوی کی وفات پر آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کی تعزیتی قرارداد

مولانا تھانوی ایک طویل عرصہ سے بیمار چلے آتے تھے۔ بالآخر ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء کو آپ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ مولانا تھانوی کو طبی دنیا میں جو مقام حاصل تھا اس کا اعلازہ اس امر سے لگا جاسکتا ہے کہ آپ کی وفات پر آپ کے سیاسی مخالفین نے بھی آپ کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ مجنور کے مشہور پبلیکیشنسٹ اخبار مدنی نے تعزیتی نوٹ میں لکھا: ”اگرچہ ہم مولانا کے سیاسی نظریات سے متفق نہیں ہوئے لیکن اس کے باوجود ان کے علم، تقویٰ اور دینداری کے سامنے سر جھکا تے ہیں۔ مولانا ایک بہت بڑے مفسرِ عالم اور

اعلیٰ درجہ کے مفسر تھے لیکن ان کی سب سے بڑی خاصیت یہ تھی کہ وہ اپنے دشمنوں کے خلاف بھی کوئی لفظ استعمال نہیں کرتے تھے۔“ (۱)

مولانا تھانوی کی وفات پر آل انڈیا مسلم لیگ نے جو تعزیتی قرارداد پاس کی اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلم لیگ کے حلقوں میں مولانا کو کیا مرتبہ و مقام حاصل تھا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل نے ۱۲ نومبر ۱۹۴۳ء کو سندھ ذیلی تعزیتی قرارداد پاس کی ”آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا یہ اجلاس حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے مولانا مرحوم ایک جید عالم تھے انہوں نے دنیاوی کمائیوں کو بھروسہ نہ کیا۔ لاکھوں لوگ ان کے سر پر حق اسلام کی اشاعت و تبلیغ میں انہوں نے جو خدمات انجام دیں ان کا احاطہ کرنا مشکل ہے ان کی وفات مسلم لیگ کے لیے اس درجہ سے مرید دکھ کا باعث ہوئی کہ مولانا کی تائید و حمایت اس کے لیے بہت مددگار ثابت ہوئی جس کی وجہ سے مسلم لیگ نے خود غرض اور گمراہ طاقتوں کا مقابلہ کیا جو مسلمانوں کی وحدت کو پارہ کرنے پتلی ہوئی تھیں۔ کونسل کا اجلاس خداوند کریم سے دعا کرتا ہے کہ مولانا کی روح کو سکون پہنچے اور ان کی روح بدستوران مسلمانوں کی رہنمائی کرتی رہے جو مسلم لیگ کی وحدت کے لیے کام کر رہے ہیں۔ کونسل کا یہ اجلاس مولانا کے خاندان اور ان کے لاکھوں مریدوں سے بھی دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔“ (۲)

کتابیات

- ۱۔ اپارالحق حق مولانا اسعد اللہ
- ۲۔ البرہمن فرودات منی
- ۳۔ احمد سعید گفتار قاتم اعظم
- ۴۔ اشتیاق حسین قریشی خطیر پاک و ہند کی ملت اسلامیہ (ادوار تصنیف تالیف و ترجمہ کراچی۔ ۱۹۶۸ء)
- ۵۔ اشرف علی تھانوی مولانا الانفاضات الیومیہ جلد اول
- ۶۔ اشرف علی تھانوی مولانا الانفاضات الیومیہ جلد دوم
- ۷۔ اشرف علی تھانوی مولانا الانفاضات الیومیہ جلد سوم
- ۸۔ اشرف علی تھانوی مولانا الانفاضات الیومیہ جلد چہارم
- ۹۔ اشرف علی تھانوی مولانا الانفاضات الیومیہ جلد پنجم
- ۱۰۔ اشرف علی تھانوی مولانا الانفاضات الیومیہ جلد ششم
- ۱۱۔ اشرف علی تھانوی مولانا الانفاضات الیومیہ جلد ہفتم
- ۱۲۔ اشرف علی تھانوی مولانا اعداد الفائدی جلد ہفتم
- ۱۳۔ اشرف علی تھانوی مولانا خطاب بہ علمائے گجرات ایکٹو کیپریس سہ ماہیہ ۱۳۵۰ھ
- ۱۴۔ اکرام اللہ ندوی وقاریات مسلم یونیورسٹی پریس۔ علی گڑھ۔ ۱۹۲۵ء
- ۱۵۔ امین زبیری حیات عمن مسلم یونیورسٹی پریس۔ علی گڑھ ۱۹۳۳ء
- ۱۶۔ امین زبیری سیاست علیہ عزیزی پریس۔ لاہور۔ ۱۹۳۱ء
- ۱۷۔ امین زبیری فیائے حیات کراچی ۱۹۵۳ء

TOOBA-LIBRARY-RAWALPINDI

- ۱۸۔ انوار الحسن شیر کوئی تجلیات عثمانی نشر المصارت۔ مئتان ۱۹۵۷ء
- ۱۹۔ بشیر احمد ڈار انوار اقبال اقبال اکادمی۔ کراچی ۱۹۶۷ء
- ۲۰۔ جلیل احمد شرانی حافظ آثار رحمت لاہور۔ سن ہمدرد
- ۲۱۔ جلیل احمد شرانی حافظ اشعار الملیل مکتبہ نشر اشراق۔ بہارن پور۔ سن ہمدرد
- ۲۲۔ حالی الطاف حسین حیات جاوید مجلیہ ادب۔ لاہور۔ ۱۹۶۶ء
- ۲۳۔ حسن ریاض پاکستان ناگزیر تھا ادارہ تصنیف تالیف و ترجمہ کراچی ۱۹۶۸ء
- ۲۴۔ حسین احمد منی مولانا نقشب حیات دیوبند ۱۹۵۴ء
- ۲۵۔ حمید احمد خان اقبال کی شاعری اور شخصیت بزم اقبال لاہور۔ ۱۹۷۳ء
- ۲۶۔ خورشید مصطفیٰ رضوی حیات و فکر حسین مکتبہ برہان دہلی ۱۹۶۹ء
- ۲۷۔ رئیس احمد جعفری سیرت محمدی لاہور۔ ۱۹۵۰ء
- ۲۸۔ رئیس احمد جعفری مطابحات محمدی حیدر آباد۔ ۱۹۴۵ء
- ۲۹۔ سید احمد خان مقالات مرسیہ مجلس ترقی ادب لاہور۔ ۱۹۶۲ء
- ۳۰۔ شمس تبریز خان صدر یار جنگ ندوۃ العلماء کھٹنہ ۱۹۷۲ء
- ۳۱۔ صدیق علی خان کلب طبع و سخن سپاہی الائنز کیمکال پریس۔ کراچی ۱۹۷۱ء
- ۳۲۔ ظفر علی خان چھٹان مکتبہ کاروان لاہور۔ ۱۹۶۴ء
- ۳۳۔ عاشق حسین ٹٹاوی چند یادیں چند اشعار آئینہ ادب لاہور ۱۹۶۹ء
- ۳۴۔ عاشق حسین ٹٹاوی ہماری قوی چند چند المیاد لاہور ۱۹۶۶ء
- ۳۵۔ عبدالرحمن فنی تعمیر پاکستان اور پاکستانی شیخ اکبر لاہور ۱۹۷۵ء
- ۳۶۔ عبدالرحمن فنی سیرت اشرف نشر المعارف۔ مئتان ۱۹۵۶ء
- ۳۷۔ عبدالغفار قاضی حیات اہل علی گڑھ۔ ۱۹۵۵ء
- ۳۸۔ عبدالمجید ریابادی حکیم الامت ایم شمس الدین لاہور ۱۹۶۵ء
- ۳۹۔ عبدالمجید ریابادی محمد علی کی فنانی ڈکٹیشن لاہور ۱۹۶۵ء

- ۳۰۔ عید اللہ مقالات یکم شبلی اردو مرکز لاہور ۱۹۶۱ء۔
- ۳۱۔ فرمان فتح پوری ہندی اردو خانہ دہلی تعلیم اسلام آباد ۱۹۶۶ء۔
- ۳۲۔ مجذوب خواجہ عزیز الحسن اشرف السوانج ایم شمار اللہ لاہور ۱۳۷۷ھ، ۱۳۷۸ھ۔
- ۳۳۔ مجذوب خواجہ عزیز الحسن حسن العزیز
- ۳۴۔ مجذوب خواجہ عزیز الحسن خاقر السوانج ایم شمار اللہ لاہور ۱۹۶۳ء۔
- ۳۵۔ مجتہدین سنتی الکلام الحسن تھانہ جھولن ۱۹۶۵ء۔
- ۳۶۔ محمد سرور انوار و غوث علی اللہ شاہی شہر ساگر اکادمی لاہور ۱۹۷۲ء۔
- ۳۷۔ محمد شفیع مفتی انادات شریذیر آل سیکہ دیوبند ۱۳۶۵ھ۔
- ۳۸۔ محمد شفیع مفتی مجالس حکیم الامت دار الاشاعت کراچی ۱۹۷۴ء۔
- ۳۹۔ محمد عیسیٰ قاضی کمالات اشرفیہ الد آباد ۱۳۵۳ھ۔
- ۵۰۔ محمد یوسف حسن العزیز جلد دوم
- ۵۱۔ مشتاق حسین مکتبہ سید احسان لاہور۔ تاریخ ندارد
- ۵۲۔ مہر غلام رسول تبرکات آنااد کتاب منزل لاہور۔ سن ندارد
- ۵۳۔ نجم الدین اصلاحی مکتوبات شیخ الاسلام اردو یک شالی لاہور۔ سن ندارد
- ۵۴۔ نجم الدین اصلاحی مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم مکتبہ دینیہ دیوبند سن ندارد
- ۵۵۔ نجم الدین اصلاحی مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم مکتبہ دینیہ دیوبند ۱۹۵۹ء۔
- ۵۶۔ نجم الدین اصلاحی مکتوبات شیخ الاسلام جلد ہمام مکتبہ دینیہ دیوبند ۱۹۶۳ء۔
- ۵۷۔ نذیر نیازی، سید اقبال کے حضور اقبال اکادمی کراچی ۱۹۷۱ء۔
- انجارات و رسائل**
- دہنامہ انقلاب لاہور روزنامہ چیمہ انجبار لاہور
- روزنامہ عصر جدید گلگت علم و آگہی قائد اعظم منبر ۱۹۷۶ء۔

TOOBAA-LIBRARY-RAWALPINDI

اشاریہ

- آر جی برلڈ۔ ۶۹
- آری مل۔ ۱۵۲، ۱۹۳، ۱۵۴
- آزاد، مولانا ابوالکلام۔ ۳۷، ۳۸، ۳۹
- آفتاب احمد خان، صاحبزادہ۔ ۸۵
- آل انڈیا خلافت کمیٹی۔ ۱۱۷
- اجلاس دہلی۔ ۲۳
- آل انڈیا مسلم ایکشنل کانفرنس۔ ۹۸
- آل انڈیا مسلم کانفرنس۔ ۱۱۵
- ابتراب محمد عبدالحق۔ ۴۸
- انجی۔ ۲۴
- اجمل خان، حکیم۔ ۵۱
- احرار، مجلس۔ ۱۵۵۰۲
- احسان الحق۔ ۸۷
- احمد رضا خان مولانا۔ ۵۱
- احمد سعید دہوی، مولانا۔ ۹۹، ۸۱
- اردو ڈیفنس ایسوسی ایشن۔ ۹۳
- اسحق، مسعودی، مولانا۔ ۵۱
- اسلام آباد۔ ۱۴۶
- اشتیاق حسین قریشی۔ ۵۱، ۱۳۷، ۲
- اظہار علی مولانا۔ ۴
- اعظم گڑھ۔ ۱۵۵
- افغانستان۔ ۱۳۴، ۳۸۰
- اقبال، علامہ۔ ۳، ۲۵، ۵۱، ۵۸، ۸۸
- ۹۱، ۱۳۴۔
- اکبر حیدری، سر۔ ۱۰۷، ۱۱۶
- الز آباد مسلم لیگ۔ ۸۷
- الامان، اخبار۔ ۱۳۵، ۱۵۴، ۱۵۵۔
- امان اللہ خان۔ ۱۳۴
- امید کر، ڈاکٹر۔ ۸۸
- امداد اللہ حاجی۔ ۷، ۱۵، ۸۰
- امر سر۔ ۲۳، ۴۸
- اناطولہ۔ ۲۳
- انٹولی، کیٹرائی۔ ۹۳
- انجمن خدام کعبہ۔ ۲۲
- اورنگ زیب عالمگیر۔ ۹۲
- ایشیہ کوچک۔ ۲۳
- ایم اے او کالج علی گڑھ۔ ۸، ۱۱، ۱۲
- ۱۳، ۱۷، ۱۸، ۲۲، ۶۹، ۷۰۔
- بجور۔ ۱۱۳، ۱۵۸۔
- برطانیہ۔ ۲۳، ۱۱۶، ۱۲۰

محمد خان، حکیم ۱۵۸	لاہور، جارج	فرانس ۲۲	نظر احمد چودھری ۱۲۰
محمد الیران ۲۰	کھنڈ ۱۲۵	فضل الحق، ابوالقاسم ۱۳	نظر علی خان، مولانا ۱۲۸، ۱۳۷، ۱۵۲
محمد احمد انصاری، ٹرانس ۵۱	لندن ۲، ۷۱	فضل الرحمن گج، مراد آبادی، مولانا ۱۲	عاشق حسین، بادی ۱۵۳، ۱۸۰، ۱۹۰، ۲۰۰
مرینہ (بچوں) روزنامہ ۱۵۸	یاقت علی خان، نواب زادہ ۱۲، ۱۳، ۱۶، ۱۳۶	تاج محمد محمد علی جناح ۵، ۸، ۱۰، ۲۰، ۲۵	عبدالباقی، فرنگی علی، مولانا ۲۲، ۲۳، ۲۷، ۲۸
مرینہ منورہ ۲۲	یاقت کاشی، انکشن ۲۱	۵۱، ۹۳، ۹۸، ۱۰۳، ۱۱۳، ۱۲۱، ۱۳۱، ۱۳۳، ۱۳۵	عبدالحامد بدایونی، مولانا ۱۵۵
مرکاش ۲۲	سبیا ۲۲	۱۳۵، ۱۳۸، ۱۴۱، ۱۵۲، ۱۵۵	عبدالجبار، مولانا ۱۳۳
مرکاش حسن، مولانا ۱۳۳	مالا بار ۵۱، ۵۲	قیصر جرن ۳۸	عبدالحی، کھنڈی، مولانا ۲۸
مسلم لیگ آل انڈیا، بم ۵، ۱۹، ۲۰	مالا بار ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۸۰	کاشمی لی ۱۲۳	عبدالرزاق دانا پوری، مولانا ۵۱
۱۰۴، ۱۰۳، ۱۰۱، ۹۸، ۹۱، ۸۷، ۱۰۹، ۱۱۲، ۱۲۱، ۱۳۱، ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۴۰، ۱۴۲، ۱۴۶، ۱۴۹، ۱۵۱	مانٹنگ، جیسف، ڈی، اصلاحات ۱۱۶	کانپور ۱۲۶	عبدالعزیز شاہ ۱۶
۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹	عبدالغنی ثانی، حضرت ۲۳	کانپور مسجد، جیل ہاؤس	عبدالحی، مولانا ۱۳۳
مسلم لیگ کونسل، ۲۰، ۱۳۵، ۱۵۸، ۱۵۹	عبدالحی خلافت ۲۳	کانپور ۳، ۱۹، ۲۰، ۲۵، ۲۷، ۲۸، ۲۹	عبدالقادر، مسر ۹۳
مسلم لیگ پارلیمانی پارٹی ۱۵۲	حسن الملک، نواب ۹، ۳۰، ۳۳، ۳۹	۵۰، ۵۷، ۵۸، ۶۳، ۶۴، ۶۹، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴	عبدالحی، کھنڈی، مولانا ۱۳۱
مسلم لیگ اجلاس پٹنہ، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶	محمد رفیع، خان، نواب ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴	۹۰، ۱۰۱، ۱۱۲، ۱۲۷، ۱۳۷، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲	عبدالحی، انصاری، مولانا ۱۷، ۱۸
اجلاس دہلی ۱۵۷	محمد رفیع، خان، مولانا ۱۲، ۱۳	۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷	عبدالحی، احمد دیر، آبادی، مولانا ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵
اجلاس کھنڈ ۱۰۳	محمد رفیع، حق، ۲، ۳، ۴، ۵، ۷، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۲	کانپور، درگاہ، کھنڈ ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴	۷۸، ۸۱، ۸۲، ۸۳
مسلم لیگ درگاہ، کھنڈ ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴	محمد صادق، حکیم ۱۵۸	کانپور، کھنڈ ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳	عبدالحی، محمد خان ۱۲۱
مسلم لیگ انجمن، ۱۲۶	محمد صادق، مولانا ۱۵۸	کانپور، عمار ۹۰، ۹۱	عبدالحی، سندھی، مولانا ۲
مسوری ۵۵	محمد صادق، مولانا ۱۲	کھنڈ، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴	عزیز، محمد شہید، کمال ۲
مصطفیٰ کمال ۱۳۳	محمد صادق، مولانا ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱		



طوبی لائبریری

راولپنڈی

اردو انگلش کتب اسلانی

تاریخی سفرنامے لغات